

اَلْحَسَامُ الْمَسْلُوْلُ الْقَادِرِيُّ عَلٰی مُنْكَرِ قَتْلِ سَابِّ النَّبِيِّ

شمشیر بے نیام برگستاخ بے لگام

تحریر: مولانا سجاد حیدر قادری

پیش کردہ:

www.gulfishanmasjid.com

الانتساب

جرنیل اہلسنت بانی سنی تحریک **محمد سلیم قادری** شہید رحمۃ اللہ علیہ

کہ جنہوں نے جان کی قربانی دے کر بھی اسلام کا پرچم بلند کیا

اور

غازی اسلام جناب **غازی ملک ممتاز حسین قادری** صاحب جنہوں نے گستاخ

رسول کا سر قلم کر کے غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کا سر فخر سے بلند کر دیا

اور

اپنے والدین کہ جنکی دعاؤں سے میں اپنے اس نیک مقصد کو پورا کرنے میں کامیاب ہوا۔

اور

اپنے بڑے بھائی مجاہد اہلسنت جناب **محمد ارشد قادری** صاحب جن کی فرمائش پر میں نے

کام شروع کیا اور ہر موڑ پر میری حوصلہ افزائی اور رہنمائی کی میں اپنی اس کاوش کو ان نیک ہستیوں کے نام

کرتا ہوں اللہ عزوجل اس کو میرے لئے اور تمام عاشقانِ رسول ﷺ کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔

سجاد حیدر قادری

0345=7922641

25 دسمبر 2011ء بروز اتوار

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

لبیک یا رسول اللہ قتل کیوں کیا؟ غازی تجھے سلام

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو کیوں قتل کیا گیا؟ کیا جو غازی ممتاز حسین نے کیا اسلام اور قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے؟ مگر یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ سلمان تاثیر نے جو کام کیا، اسلام اور قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے؟ جب سلمان تاثیر کے قول و فعل پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے اس شخص نے ہر اس قول و فعل کا ارتکاب کیا تھا جو اسے کافر، مرتد اور مباح الدم بنا دیتا ہے مثلاً: قرآن کی توہین کرنا، قادیانیوں کو غیر مسلم ماننے سے انکار کرنا [ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ سلمان تاثیر خود بھی قادیانی تھا] قرآن و سنت کی روشنی میں بنائے گئے قانون توہین رسالت 295C کو کالا قانون، سخت، ظالمانہ قرار دینا بلکہ اس قانون کی سزایافتہ مجرمہ آسیہ مسیح کے پاس جا کر اسکی حمایت کرنا، اسکی سزا کو غلط قرار دینا، رہائی کا اعلان کرنا، تمام ملکی قانون اور عدالتی ضابطے کی توہین کرتے ہوئے اس گستاخ رسول کو بے گناہ قرار دینا، ہندو عورت سے شادی کرنا، علماء کو جاہل کہنا، مولویوں کے فتوے میرے جوتے کی نوک پر ہیں۔ کیا ایسی غلیظ بکواسات بکنے والا شخص کسی رعایت کا مستحق ہو سکتا ہے؟ جب یہ باتیں سامنے آئیں تو سنی اتحاد کونسل کی جانب سے قانونی چارہ جوئی کی گئی اور صاحبزادہ سید مختار اشرف رضوی صاحب، پیر افضل قادری صاحب، صاحبزادہ سید شاہد حسین گردیزی صاحب و دیگر فقہاء کی مدعیت میں تھانہ سول لائن لاہور میں رجوع کیا گیا تو یہ کہہ کر کاروائی سے انکار کر دیا گیا کہ گورنر قانون سے بالاتر ہوتا ہے۔ بار بار ریلیوں احتجاجی مظاہروں، قراردادوں کے ذریعے توجہ دلائی گئی لیکن ملک اور اسلام کی محبت کا دم بھرنے والے جمہوریت کے دعویدار سیاستدانوں صدر آصف علی زرداری، وزیراعظم یوسف رضا گیلانی میاں نواز شریف، شہباز شریف، الطاف حسین، مولوی فضل الرحمن، اسفندیار ولی، عمران خان سمیت کسی نے توجہ نہ کی، کروڑوں مسلمانوں کی آواز کو نہ سنا، اس گستاخ رسول کے خلاف نہ تو بیان کیا اور نہ ہی اس کو کام سے رکنے کا مشورہ دیا، نہ عدلیہ نے ایکشن لیا، نہ فوج نے اس کی زبان بند کی تو وقت اور حالات سے مجبور ہو کر راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے کمانڈو کے ایک نوجوان غازی ملک محمد ممتاز حسین قادری صاحب جو کہ سلمان تاثیر کے ساتھ پہلے بھی ڈیوٹی کر چکا تھا لیکن پہلے وہ گورنر تھا اب وہ گستاخ رسول کے نقش قدم تھا اس لئے اس عاشق رسول نے تاثیر کا کام تمام کر دیا گورنر داری گو کے نعرے لگانے والی ن لیگ نے ناموس رسالت کے لئے کیا کردار ادا کیا؟ زرداری صاحب کی توہین پر ایم کیو ایم نے ریلی نکالی، پیپلز پارٹی نے مذمتی قرارداد منظور کی لیکن ناموس رسالت پر خاموش کیوں رہے؟ پاکستان بچاؤ تحریک چلانے والے عمران خان صاحب ناموس رسالت بچاؤ تحریک کیوں نہ چلائی؟ اسفندیار ولی صاحب اور مولوی فضل الرحمن کو کس نے خاموش کروا دیا تھا؟ عمران خان صاحب سمیت تمام سیاسی لیڈر مذہب اور اسلام کے لئے نہیں بلکہ اقتدار کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں یہ لیڈر اور شیخ الاسلام کہلانے والے کرائے کے مولوی حصول مال کے لئے تحفظ ناموس رسالت، نظام مصطفیٰ ﷺ جیسے اہم ایشو کو دبانے کی کوشش کر رہے ہیں لہذا اب ہمیں ایسی سیاسی پارٹی کا انتخاب کرنا ہوگا جس کی سیاست

اسلاف کے کردار کے مطابق ہو جس کے اہم مقاصد تحفظ ناموس رسالت، تحفظ نظریہ پاکستان نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ ہو اور وہ جماعت سنی اتحاد کونسل ہے جس نے ہر دور میں نقصان اٹھا کر بھی حق کی بات کی اگر آپ چاہتے ہیں کہ ناموس رسالت کا عظیم سپاہی ملک ممتاز حسین قادری رہا ہو، ملک میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ ہو، نظریہ پاکستان کا دفاع ہو، ہر پاکستانی کو اس کے حقوق ملے، ہمارا ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو تو پھر صوفیاء کی سوچ رکھنے والی سنی اتحاد کونسل کو کامیاب کروائیں کیونکہ کئی سال نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کے ساتھ رہ کر جن کرپٹ حکمرانوں نے ملک کو لوٹا وہی اب عمران خان کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں لہذا اب ہمیں قومی سوچ رکھنے والی سنی اتحاد کونسل کے مخلص لیڈروں کو آگے لانا ہوگا۔

سجاد حیدر قادری

ہارون آباد

منجانب:- سنی تحریک

تقریظ جلیل

عاشق صادق، مجاہد ملت اسلامیہ

غازی ملک ممتاز حسین قادری سلمہ الباری

سینٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی

پیارے بھائی محترم سجاد حیدر قادری!

السلام علیکم

کفر کے زندانوں اور مادیت پرستوں کے طوفانوں میں گھرے ہوئے غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کو نثارۂ بلال حبشی رضی اللہ عنہ سنانے اور دکھانے کی زیر نظر کاوش ”شمشیر بے نیام برگستاخ بے لگام“ واقعی میں شمشیر بے نیام ہے، ناموس رسالت اور رفعت رسول کریم ﷺ روف الرحیم کا محافظ اللہ عزوجل ہے میرا اور آپ کا کوئی مقام نہیں بلکہ یہ اللہ رب العزت اور نبی کریم ﷺ کا خاص انعام ہے کہ اپنے فضل و کرم سے نواز دیتا ہے۔ وگرنہ تو حرمت رسول ﷺ کو ازل سے دوام تھا اور ابد تک دوام رہے گا۔ خدائے بزرگ و برتر اور نبی مکرم ﷺ آپ پر اور آپ کے تمام احباب پر اپنی کروڑوں برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین ثم آمین

اور دعا گو ہوں کہ امیر دعوت اسلامی رہنمائے شریعت پیر و مرشد قبلہ پیر محمد الیاس

عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کا فیضانِ قلب اور نورِ نظر آپ کو ہمیشہ عطا رہے۔ آمین

تقریظ

حاجی فضل کریم صاحب

رکن قومی اسمبلی چیئرمین سنی اتحاد کونسل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزم مولانا سجاد حیدر قادری کی محررہ کتاب مسمیٰ شمشیر بے نیام چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کرنے کا موقع میسر آیا مولانا موصوف نے تمام شواہد و دلائل بڑی محنت سے جمع فرمائے ہیں اور تصنیف کے تمام قواعد و ضوابط کو ملحوظ رکھا ہے۔ عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کی داستانوں کو مدلل بیان کیا ہے۔ یقیناً یہ کتاب اپنا مطالعہ کرنے والوں کے لئے حقیقی عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا زبردست پیغام ہے اور عقیدہ اہل سنت کی عملی عکاسی ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں دعا ہے مولانا موصوف کے علم و قلم میں برکتیں عطا فرمائے۔

آمین

تقریظ

عالم باعمل، استاذ العلماء، حضرت علامہ مولانا محمد عبدالجبار قادری المدنی صاحب

کھڑیا نوالہ (فیصل آباد)

فقیر نے کتاب مسمیٰ ”شمشیر بے نیام برگستاخ بے لگام“ کو مختلف مقامات سے ملاحظہ کیا اور اسکو خوب سے خوب تر محسوس کیا۔ مؤلف نے انداز بیان خوب اختیار کیا ہے سب سے پہلے قرآن و سنت اور اقوال فقہاء و فتاویٰ سے ناموس رسالت کے متعلق وضاحت کی اور اسکو شہدائے اسلام اور غازیان اسلام کے ذکر کے ساتھ مزید مزین کیا ہے۔ یقیناً یہ اسلوب نہایت عمدہ و خوش کن ہے اس پر فتن دور میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ناموس پر مختلف اطراف اور مختلف انداز سے حملے کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور یہ حرکات شنیعہ و قبیحہ سچے عاشق رسول اور محب صادق کے لئے نہایت اضطراب کا باعث ہے اور غیرت مند عاشق ہرگز برداشت نہیں کر سکتا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ اور اس سے تعلق رکھنے والی ہر شے کا احترام (خواہ قانون کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو) فرض ہے اور جو اسکے خلاف کرے گا اسکو کالاً قانون قرار دے گا وہ یقیناً گستاخ و مرتد واجب القتل ہے۔ جب ایسا ہی ایک گستاخ زیادہ ہی بے لگام ہوا تو ایک مرد مجاہد اور سچے عاشق ملک ممتاز حسین قادری کی شمشیر نے اسکی گردن کوتن سے جدا کر دیا اور اسکو واصل جہنم کیا اور یہ کتاب ایسے ہی شہداء اور غازیان اسلام کے تذکرے کر رہی ہے بالخصوص ممتاز قادری کے احوال پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اللہ مؤلف کی سعی جمیل میں برکت و مقبولیت عطا فرمائے۔ اور ہماری نسلوں کو ناموس رسالت کے

محافظوں مجاہدوں اور غازیوں کی صف میں شامل فرمائے۔ آمین

تقریظ

استاذ العلماء فاضل جلیل وعالم نبیل حضرت علامہ مولانا محمد صادق قادری ڈیروی صاحب
(خطیب مرکزی جامع مسجد بہار مدینہ۔ رضا آباد فیصل آباد)

الحمد لله والصلوة والسلام على سيد المرسلين اما بعد

فقیر نے محترم مولانا سجاد حیدر قادری صاحب کی مرتب کردہ کتاب شمشیر بے نیام برگستاخ بے لگام کو چیدہ چیدہ مقامات سے ملاحظہ کیا۔ ماشاء اللہ موصوف نے بڑی محنت سے ناموس رسالت کا تحفظ کرنے والے اور اس کے لئے اپنے تن من دھن کی بازی لگا دینے والے عاشقان رسول ﷺ کے حالات کو دلنشین انداز میں بیان کرنے کی عمدہ سعی فرمائی ہے۔ فاضل نوجوان نے اپنے قارئین کے دلوں کو گرم کرنے اور ان کے اندر یہ جذبہ وارفتگی پیدا کرنے کی کاوش کی ہے کہ

بتلا دو گستاخ نبی کو غیرت مسلم زندہ ہے

دین پہ مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

اللہ تعالیٰ مولانا سجاد حیدر قادری صاحب کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور انہیں سعادت

دارین سے مالا مال فرمائے۔

(آمین بجاہ النبی الامین ﷺ)

تقریظ

حافظ محمد شاہد حسین قادری صاحب

ایڈیٹر: ماہنامہ سنی ترجمان کراچی

محبت و اطاعتِ رسول وہ آبِ حیات ہے جس سے جاں بلب مریضوں کو شفا نصیب ہوئی۔

مصطفیٰ کریم ﷺ کے فیض و کرم نے ان اقوام کو حیات نو اور عملِ پیہم جیسی نعمت سے سرفراز کیا جو اپنی فکری و علمی انحطاط کے سبب شاہراہِ زندگی پر شکست سے دو چار تھیں۔ ان کی حقیقی کامیابی کا راز قرآن نے نوعِ انسان کو یہ باور کرایا کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مستحق وہی ہیں جنہوں نے عشقِ رسول کو اپنا مقصدِ حیات بنایا۔

بقول اقبال

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گرب او نرسیدی تمام بو لہی ایت

زبان مافی الضمیر کی ترجمان اور دل کے پوشیدہ جذبات کے فطری احساسات کے اظہار کا وسیلہ اور خیالات کے بیان کا ذریعہ ہے۔ علم و دانش، حکمت و دانائی، تصور و آگہی کے سوتے پھوٹتے تو دل و دماغ سے ہیں مگر اہلئے زبان ہی سے ہیں۔ جس نے کہا بجا کہا ہے کہ زبان کی کاٹ تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ زبان ہی ہے کہ جب کسی کے دل میں غیرت و حمیت اور عشق و محبت کا الاؤ روشن کرتی ہے تو وہ آندھیوں سے ٹکرا جاتا ہے، طوفان کے آگے ڈٹ جاتا ہے۔ اس کی راہ میں ہمالیہ بھی آجائے تو اسے پاؤں کی ٹھوکر سے پرے ہٹا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ موت سے کھیل جاتا ہے۔ اس کتاب میں محترم علامہ سجاد قادری نے عاشقانِ رسول کو اپنا موضوع بنایا ہے۔

تحفظ ناموس رسالت اور عاشقانِ رسول کے ایمان افروز واقعات پر اگرچہ علماء نے بہت کچھ لکھا ہے مگر یہ کتاب شمشیر بے نیام اسی سلسلہ کی حسین کڑی ہے۔ جس میں محترم سجاد قادری نے بھی ایک مستحسن کوشش کی ہے اور قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور احادیث طیبہ، صحابہ و بزرگانِ دین اور فقہائے کرام کے اقوال و فتاویٰ اور آخر میں غازیانِ اسلام کے ایمان افروز واقعات شامل کیے ہیں۔

علامہ سجاد کی یہ کوشش قابلِ تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور لوگوں کی راہنمائی و ہدایت کا باعث بنائے اور محترم سجاد قادری کو اس کوشش پر اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

تقریظ

ڈاکٹر محمد سعید طاہر

کالم نگار روزنامہ **امن** فیصل آباد

جوائنٹ سیکٹری فیصل آباد یونین آف جرنلسٹس

ایگزیکٹو ممبر فیصل آباد کالم نویس ایسوسی ایشن

جناب سجاد حیدر قادری صاحب!

آپ کی تصنیف لطیف ”شمشیر بے نیام برگستاخ بے لگام“ پڑھی اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت عمدہ پایا جو گمراہ 295c کو حدف تنقید بناتے ہیں ان کے لئے یہ کتاب واقعی ”شمشیر بے نیام“ سے کم نہیں۔ اللہ رب العزت آپ کے علم و عمل و عمر میں برکت عطا فرمائے۔

آمین

تقریظ

چوہدری محمد احمد صاحب

(پرنسپل / ڈائریکٹر چناب کالج فیصل آباد)

السلام علیکم!

آپ کی تصنیف ”شمشیر بے نیام برگستاخ بے لگام“ پڑھی۔ جس میں نے آپ نے قرآن احادیث، آئمہ و فقہاء کے فتاویٰ اور تذکرہ غازیان اسلام کیا۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کے مقابلے کے میدان میں جہاں پر ہم اور آپ لوگ بس رہے ہیں کچھ لوگ ایسے بھی نظر آتے ہیں کہ بے ساختہ زبان پر ان کے لئے داد تحسین کے کلمات جاری ہو جاتے ہیں اور حضور ﷺ کی خصوصی نظر کرم سے انکی زندگی قابل صدر شک بن جاتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے فیضان سے آپ بھی ان ہی خوش نصیبوں میں سے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عشق رسول ﷺ کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔

المختصر آپ کی کتاب کی تعریف میں چند جملے کہنے کیلئے میرے قلم کے پاس طاقت نہیں۔ خدا کرے آپ کا عشق مصطفیٰ ﷺ قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ظاہری و باطنی علوم میں ترقی عطا فرمائے۔

(آمین)

اور آپ مزید پیش رفت جاری رکھیں۔

تقریظ

محمد صدیق الحسنات ڈوگر صاحب

ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

ممبر انٹی کرپشن / ڈسپلنری کمیٹی ڈی۔ بی۔ اے فیصل آباد

میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ آج میرے دل و دماغ میں جو سوال زبردستی اٹھا ہے اس کا جواب چند ہی منٹوں میں ذات باری سے اس کتاب کی صورت میں مل جائے گا کیونکہ آج مورخہ 4/1/2012 کو روزنامہ ایکسپریس میں ایک اشتہار چھپا ہے جس کے سب سے اوپر لکھا ہوا ہے [شہید انسانیت سلمان تاثیر] اور نیچے موصوف کا فوٹو چھپا ہوا ہے اور اس کے لئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام کی دعا کی گئی ہے جسے پڑھنے کے بعد میں سوچوں میں گم ہو گیا اور یہ سوال ذہن میں پیدا ہوا کہ اگر سلمان تاثیر گستاخ رسول شہید انسانیت ہے فقط اس لئے کہ وہ دنیا کے لوگوں میں ایک اعلیٰ عہدے [گورنر] پر فائز تھا اور دنیا والوں نے اسے ”شہید انسانیت“ کا خطاب دے ڈالا تو بارگاہ نبوت میں غازی ممتاز حسین قادری کا مقام و مرتبہ کیا ہوگا؟ ابھی اسی سوچ میں تھا کہ جناب سجاد حیدر قادری صاحب میرے دفتر تشریف لائے اور خوبصورت دل پذیر کتاب کی زیارت سے سیراب کر گئے اور مجھے میرے سوال کا جواب مل گیا کہ حضور ﷺ کے عاشقوں کا مقام کیا ہوتا ہے۔

عرض مصنف

امام الانبیاء سید المرسلین ﷺ کے حق کے ساتھ مبعوث ہونے تک یہ طریقہ رائج تھا کہ مختلف انسانی گروہ اور قومیں اپنے اپنے نبیوں اور بنیان مذاہب کو ہی مانتے تھے کسی اور کی تقلید پر قطعاً رضامند نہ ہوتے تھے۔ مثلاً یہودیوں کیلئے صرف بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کو ماننا ضروری تھا عیسائی صرف عیسیٰ ابن مریم کو مان کر اپنے آپ کو سب کچھ سمجھ بیٹھے تھے۔ ہندو سری کرشن رام چند گاؤں مانتا اور دیوتاؤں کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے۔ آتش پرست آگ کے علاوہ کسی دوسری شخصیت کے پابند نہیں تھے۔ لیکن قربان جاؤں دین اسلام پر کہ مسلمانوں کیلئے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کی طرح انبیاء سابقین پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ سرکارِ مدینہ ﷺ کی ذات والاصفات جو ہر چھوٹی و بڑی نعمت کی تخلیق اور فروغ کا باعث ہے جس کے توسل سے انسان ظلمتوں اور تاریکیوں میں بھٹکنے کے بجائے صراطِ مستقیم پر آئے اور روشن و منور راہوں پر گامزن ہو کر معرفت الہی کے جام نہ صرف خود بلکہ دوسروں کو بھی اس کیفیت و مستی سے آشنا کرے۔ اپنے من میں ڈوب کی حقیقت کائنات تک پہنچ جائے اور ایسی ذات جس کے سبب اس کے دل کی وادی نور الہی سے جگمگا اٹھے اس کا سر معبود حقیقی کے ہی سامنے خم ہونے لگے۔ حتیٰ کہ جس کے ذریعے دولت ایمان بھی ملے، دولت عرفان بھی، جو ہر عقیدے کا مبداء بھی ہو اور منتہا بھی اور وہ ذات جسکی خود خالق کائنات نے بھی مدح کی ہو اور توصیف بھی۔ جو اسکی تخلیق کا سب سے بڑا شاہکار ہو ایسی ذات کی گستاخی و بے ادبی اور تحقیر و تنقیص ایک مومن کو بھی کبھی گوارا نہیں ہو سکتی تو خود باری تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کی شان میں ادنیٰ سی بھی گستاخی کیسے گوارا ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے 30 اکتوبر 1990ء کو عدلیہ نے قرآن و حدیث اور ائمہ کرام کے فتاویٰ کو مد نظر رکھتے ہوئے گستاخ رسول کے لئے 295C مقرر کر کے مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی لیکن گزشتہ چند صدیوں کے دوران مذہبی دل آزادی اور نبی ﷺ کی اہانت نقطہ نظر سے لکھی اور طبع ہونے والی کتب رسائل و جرائد اخبارات میں چھاپے جانے والے خاکے کاٹوں اور اس نوعیت کے پے در پے واقعات پھر بعض مسلمان کہلوانے والے نام نہاد سیاست دانوں کے قانون توہین رسالت 295C کو ختم کرنے یا ترمیم کرنے کے دل خراش بیانات کا ناقدانہ جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسیح مورخین، اہل ہندو اور یہودی مصنفین کی جانب سے مسلمانوں کے جذبات اور انکے تاریخی مقدس ورثے کا مذاق اڑانا تو ایک مستقل روایت بن چکی ہے۔ تاہم چند مذہب سے بیزار اہل مغرب کے ڈالروں پر پلنے والے نام نہاد ماڈرن مولوی حضرات مختلف نیوز چینلز کی پردہ سکرین پر آ کر ان گستاخان رسول کی معاونت پر کمر بستہ نظر آنے لگتے ہیں۔ مختلف وقفوں کے بعد کوئی نہ کوئی تنگ نظر گستاخ اہل قلم نبی کریم ﷺ کی شان میں یا وہ گوئی دریدہ دہنی اور تاریخی حقائق میں تحریف و تقصیر کی جسارت بے جا کا مرتکب ہو تارہتا ہے جس سے دنیائے اسلام میں غم و غصے کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور مسلمانوں کے نازک آئینوں کو سخت ٹھیس پہنچتی ہے۔ ہر محب رسول کا دل خون کے آنسو روتا ہے اور جذبہ انتقام کا سمندر بحر بے کراں کی صورت میں اٹھ اٹھیں مارتا ہے مسلمان اپنے نبی ﷺ کی محبت میں جلسے جلوس اور ہڑتالوں کی صورت میں باہر نکلتے ہیں لیکن بد قسمتی سے جلوہوں اور ہڑتالوں کی قیادت کرنے والے قاعدین و زعماء کی کم علمی یا لاشعوری

کی وجہ سے گستاخان رسول کی سزا کی تعیین کرنے میں گمراہ نظر آتے ہیں۔ اور اخبارات اور نیوز چینل کو یہ بیانات دیئے جاتے ہیں کہ گستاخ رسول معافی مانگیں، اگر معافی مانگے تو انہیں معاف کر دیا جائے گا۔ بعض اوقات تو نام نہاد مسلمان سیاستدان بیرونی آقاؤں کی خوشنودی کیلئے ملکی عدالتوں کے احکامات کو پس پشت ڈالتے ہوئے خود ہی گستاخ رسول کے لیے معافی کا پروانہ جاری کر دیتے ہیں۔ حالانکہ علماء سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات کے علاوہ کوئی یہ جرم معاف نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی کو معافی کا حق دیا جاسکتا ہے اس قسم کے فکری زوال و انحطاط کے دور حاضر میں درپیش مسئلہ کہ گستاخ رسول کی سزا کیا ہے؟ کو دلائل و براہین سے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہیں اس تحریر میں آیات قرآنی احادیث نبوی ﷺ اقوال صحابہ اور فتویٰ اہلسنت سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے گستاخ رسول کی سزا موت ثابت کیا گیا ہے اور ملک پاکستان میں گستاخ رسول کیلئے بنایا گیا قانون 295c کو قرآنی قانون ثابت کیا گیا ہے۔

اس مختصر تحریر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلے باب میں تعظیم و توقیر مصطفیٰ ﷺ کو بیان کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں آیات قرآنی سے 295c کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں احادیث مصطفیٰ ﷺ سے 295c کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

چوتھے باب میں عمل صحابہ و بزرگان دین اور فقہائے کرام رحمہم اللہ کے اقوال اور فتاویٰ سے 295c کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

اور آخری اور پانچویں باب میں غازیان اسلام کے ایمان افروز واقعات شامل کئے گئے ہیں۔

(اللہ عزوجل ہمیں ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کیلئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔)

سجاد حیدر قادری

25 دسمبر 2011ء

تعظیم و توقیر مصطفیٰ ﷺ

ہمیں اپنے اذہان و قلوب میں اپنی حقیقت کو جا گزیں کر لینا چاہئے کہ حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر ہی اصل ایمان ہے رسول اللہ ﷺ کی الفت و محبت ایک مومن کیلئے سرمایہ جان ہے کوئی شخص حضور ﷺ کی نبوت و رسالت اور آپ ﷺ کی ختم نبوت پر اعتقاد رکھے اور قرآن کریم کو اللہ عز و جل کی نازل کردہ کتاب مانے اللہ عز و جل کی وحدانیت والوہیت اور ربوبیت پر بھی ایمان لائے اور یوں جملہ عقائد اسلامیہ کو تصدیق بالقلب کے تسلیم کرے لیکن حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر پر ایمان نہ رکھے حتیٰ کہ اسکا انکاری ہو اور اسے ضروری نہ سمجھے یا اس کا تارک ہو تو وہ سب باتیں ماننے کے باوجود صریحاً کافر ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعظیم و توقیر مصطفیٰ ﷺ ضروریات دین میں سے ہے اور درحقیقت یہ اصل ایمان ہے۔ یہاں ایک انتہائی اہم نکتہ عرض کرتا چلوں تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے وہ یہ کہ حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم ادب و احترام اصل ایمان ہے اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کامل ایمان کی پہچان ہے۔ اگر کوئی شخص اعتقاداً نہیں بلکہ عملاً اسوۂ مصطفیٰ ﷺ کا تارک ہے تو ناقص ایمان والا ہے اور اس کے برعکس اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کا تارک ہے تو ناقص الایمان نہیں بلکہ خارج از ایمان اور کافر ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ آپ ﷺ کا تارک کافر اور آپ ﷺ کے عطا کردہ اعمال و سنن جن کی اتباع لازم ہے انکا ترک فسق و فجور اور حرام

ہے۔

تعظیم مصطفیٰ ﷺ واجب ہے

حضور ﷺ کی تعظیم کی بجا آوری امت پر آپ ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق ہے اللہ عز و جل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

انا ارسلنک شاحداً و مبشراً و نذیراً لتؤمنوا باللہ و رسولہ و تعزروه و توقروه۔ ﴿سورة الفتح، آیت ۸-۹﴾

ترجمہ۔ بیشک اے محبوب ﷺ ہم نے تمہیں حاضر و ناظر خوشخبری اور ڈر سنا تا ہوا بھیجا کہ (لوگو) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی تعظیم و تکریم کرو۔

اس آیت میں اللہ عز و جل نے حضور کریم ﷺ کی عظمت و فضیلت کو اجاگر کرنا چاہا تاکہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ کو مبشر نذیر مرکز ایمان اور باعث ایمان الہی اتنی شانوں کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ لوگ اتنی ارفع و اعلیٰ شانوں اور عظمتوں والے رسول ﷺ کی تعظیم و توقیر کریں۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے تعظیم ہمیشہ کسی عظیم المرتبت کی ہی کی جاتی ہے۔ تعظیم معظم کا تقاضہ کرتی ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس ذات جس کی تعظیم کی جاتی ہے اسکی عظمت و فضیلت معلوم نہ ہو جائے یہی سب تھا اللہ عز و جل نے پہلے اپنے محبوب کی عظمتوں اور رفعتوں کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی بیان فرمایا تاکہ مسلمان اپنے نبی کی تعظیم کو عام انسانوں جیسا نہ سمجھیں۔

دل سے تعظیم کرو:

تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا درس دیتے ہوئے اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے:

لَتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ۔ ﴿سورة الفتح، آیت: ۹﴾

ترجمہ:- تاکہ اے لوگوں تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور انکی دل سے تعظیم و توقیر کرو۔

گویا حضور ﷺ پر ایمان لانے کا بنیادی تقاضہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حد درجہ تعظیم و تکریم اور ادب و توقیر بجالائی جائے اور کمال ایمان کیلئے اطاعت و اتباع مصطفیٰ ﷺ میں درجہ فنا نیت حاصل کیا جائے جبکہ اللہ عزوجل پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے سامنے عاجزی و انکساری کا پیکر بن کر جبین نیاز جھکائی جائے اور اس کی عبادت و ریاضت میں مقام استغراق حاصل کیا جائے۔ اپنے گنہگار بندوں کو تعظیم و توقیر مصطفیٰ ﷺ سکھاتے ہوئے اور حضور ﷺ کہ اہل ایمان کا تعلق کیسا ہو؟ کس نوعیت کا ہو؟ اس کو قرآن میں کچھ یوں بیان فرمایا:

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ ﴿سورة الاعراف- آیت ۱۷۵﴾

ترجمہ:- پس جو لوگ اس رسول پر ایمان لے آئے اور اسکی تعظیم کی اس کے دست بازو بن گئے اور انکی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا یہی وہ لوگ ہے جو اپنی مراد کو پہنچے۔

قرآن کریم نے یہاں واضح کر دیا کہ حقیقی فلاح و کامیابی ان لوگوں کا مقدر ہے جنہوں نے اپنے اندر نسبت مصطفیٰ ﷺ کو پختہ کر لیا اور آپ کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام بجالانے کی وجہ سے مزین ہو گئے۔ آپ کے لائے ہوئے دین کی ترویج و فروغ کیلئے تگ و دو کی اور نور قرآن کی پیروی کی۔ یقیناً ایسے لوگ کامیابی و کامرانی کی منزل پائیں گے، دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں گے۔ بصورت دیگر اللہ عزوجل کے قہر و جلال کو دعوت دینے والے ہونگے۔ تعظیم رسول ﷺ زمان و مکان کی قیودات اور شرائط سے ماوراء ہے۔ ہر دور میں امت مسلمہ اسے بجالاتی رہی ہے اور رہے گی خواہ آقائے دو جہان ﷺ کی ظاہری حیات ہو خواہ اسکے بعد کی زندگی ہو ہر حال میں امت پر لازم ہے اسی سے امت کے مردہ دلوں میں زندگی ہے اور جوں جوں یہ زیادہ ہوتی جائے گی ایمان کا نور بھی بڑھتا رہے گا امت مسلمہ تاریکی و ظلمت کے اندھیروں سے نجات پائے گی اور اسکی افزائش میں مسلسل اضافہ ہوگا۔ علامہ اسماعیل حقّی امت مسلمہ پر تعظیم رسول کے وجوب کا تصور یوں بیان کرتے ہیں۔

انه يجب على الامة ان يعظموه عليه السلام و يوقروه في جميع الاحوال في حال حياته و بعد وفاته فانه بقدر از

دیا و تعظیمہ و توقیرہ فی القلوب یزدار نور الایمان ﴿تفسیر روح البیان 216:7﴾

جب حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ اور وصال کے بعد تمام احوال میں آپ کی تعظیم و توقیر بجالانا امت پر واجب ہے کیوں کہ دلوں میں جتنی حضور ﷺ کی تعظیم بڑھے گی اسی قدر نور ایمان بڑھے گا۔ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ تعظیم مصطفیٰ ﷺ سے نور ایمان بڑھتا ہے جس قدر تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں اضافہ ہوگا اسی قدر نور ایمان سے دل جگمگائے گا دلوں کی ظلمت و تاریکی چھٹ جاتی ہے اور یوں قوت ایمان سے روشن و تاباں ہو جاتے ہیں۔

جان و مال تعظیم مصطفیٰ ﷺ پر قربان:

ہر امتی کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ آقائے دو جہان ﷺ کی تعظیم و توقیر بجالائے اور ہر طرح سے اس کا اہتمام کرے۔ ایمان کی لذت و حلاوت اور چاشنی سے وہی لوگ شناسا ہوتے ہیں جو عزت و توقیر، تعظیم و تکریم، ادب و احترام اور ذکر مصطفیٰ ﷺ کی بلندی و رفعت کیلئے اپنی جان و مال سے گزر جاتے ہیں اور انکا کامل نظریہ بن جاتا ہے کہ سب کچھ جاتا ہے تو جائے مگر سرور دو جہان ﷺ کی عزت و ناموس پر کوئی حرف نہ آئے۔

ازالہ وہم:

تعظیم رسول کی اس بحث سے ذہن میں یہ وہم جنم لے سکتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی تعظیم کی کوئی حد ہی نہ رہی تو پھر عبادت اور تعظیم میں فرق ہی کیا رہا؟

جبکہ عبادت تو صرف اللہ عز و جل ہی کی جائز ہے اور وہی مستحق عبادت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تعظیم عبادت کے درجے میں اس وقت داخل ہوگی جب یہ حد سے بڑھ کر کی جائے، حد سے بڑھ جانا تجاوز کر جانا اسی وقت ممکن ہے جب کسی چیز کی کوئی حد معلوم ہو چونکہ حضور ﷺ کی تعظیم کی سرے کوئی حد نہیں اس لیے تعظیم رسول میں جہاں تک جائیں وہ فقط تعظیم ہی رہے گی عبادت نہیں بنے گی۔ مزید یہ کہ اعتقاد رہے کہ حضور ﷺ اللہ عز و جل عبد مقرب ہیں معبود نہیں تو پھر جو بھی معاملہ ہوگا عبدیت کا معاملہ ہوگا اور وہ عبدیت کاملہ ہوگی۔ جہاں تک حضور ﷺ کی تعظیم کی جائے وہ تعظیم ہی رہے گی اسی سبب سے تعظیم رسول کیلئے حد کا تعین نہیں کیا گیا۔

امت پر تعظیم نبی ﷺ فرض ہے:

نبی ﷺ کی تعظیم و توقیر ادب و احترام امت مسلمہ پر فرض ہے حقیقتاً تعظیم رسول ہی دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہے۔
امام بیہانی جو اہل بحار میں نقل کرتے ہیں:

﴿واجب علینا تعظیمہ و توقیرہ و نصرتہ محبة و الادب معہ۔﴾ جواہر البحار 3: 251

اللہ عز و جل نے ہم مسلمانوں پر حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم عزت و توقیر مد و نصرت، عشق و محبت اور ادب و احترام واجب کیا ہے۔
جی ہاں! آقائے نامدار مدینے کے تاجدار ﷺ کے امت مسلمہ پر جو حقوق ہیں ان میں مذکورہ بالا حقوق بھی ہے ان ادائیگی سے روح مصطفیٰ ﷺ کو راحت و سکون نصیب ہوتا ہے اور انکی عدم ادائیگی روح مصطفیٰ ﷺ کو اذیت اور تکلیف پہنچانے کے مترادف ہے اسی لیے ہر امتی پر واجب ہے کہ وہ ہر حال میں ایسا عمل بجالائے جس سے تعظیم و تکریم مصطفیٰ ﷺ کی جھلک نظر آئے۔ گستاخ رسول ٹولہ و ہابیہ کا امام ابن تیمیہ اپنی کتاب الصارم المسلول میں لکھتا ہے۔

لا نأفک الدنیا و نذل الاموال تعزیر الرسول و توقیرہ و رفع ذکرہ و اظہار شرفہ و علوقدرہ۔

﴿الصارم المسلول 207﴾

ہم (اہل ایمان) حضور ﷺ کی بڑائی بیان کرتے اور آپ کی تعظیم و تکریم اور آپ کی بزرگی و عظمت کو ظاہر کرنے اور آپ کی علوقدرو

منزلت میں اپنے خون بہاتے ہیں اور اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔

الحمد للہ عز وجل! امت مسلمہ تعظیم رسول ﷺ کے حوالے سے اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داری سے غافل نہیں بلکہ اسکی ادائیگی کیلئے ہر لمحہ کوشاں و کمر بستہ ہے۔

ابن تیمیہ مزید لکھتا ہے:

یو جب صون عرفہ بكل طریق۔ ﴿الصارم المسلول 209﴾

حضور ﷺ کی عزت و تعظیم کی حفاظت ہر طریق سے کرنا واجب ہے یعنی کوئی ایسی گھڑی نہیں جس میں یہ فرض اٹھ جائے بلکہ ہمہ وقت موجود ہے اسکی ادائیگی کیلئے ہر امتی کو ہر وقت کوشاں رہنا چاہئے اس فرض کو نبھانے ہی سے بندہ رضائے الہی پاسکتا ہے۔

قرآن سکھاتا ہے تعظیم رسول ﷺ:

نبی رحمت ﷺ کی تعظیم و توقیر اور آپ کیلئے کلمات ادب عرض کرنا تقاضائے ایمان ہے جس لفظ میں ترک ادب کا ذرا سا بھی شائبہ ہو وہ زبان پر لانا بھی ممنوع و حرام ہے، یہی تعلیمات قرآن کا مغز اور خلاصہ ہے۔ قرآن پاک نے ہر مقام میں ہر لفظ میں آقائے دو جہان ﷺ کی عزت و توقیر اور تعظیم و تکریم کا پاس و لحاظ رکھا اللہ عز وجل جب بھی اپنے محبوب ﷺ سے مخاطب ہوا ذاتی نام سے نہیں بلکہ القابات سے مخاطب فرمایا جب کہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو جب بھی پکارا تو انکو انکے ذاتی نام سے مخاطب کیا یہ انداز بھی اپنے محبوب کی عظمت و توقیر بیان فرمانا مقصود تھا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب کیا تو فرمایا۔

یا ادم اسکن انت و زوجک الجنة۔ ﴿سورة بقرہ﴾

اے آدم! آپ اور آپ کی بیوی جنت میں رہو۔

حضرت نوح علیہ السلام کو مخاطب کیا تو فرمایا۔ یا نوح اهبط

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخاطب کیا تو فرمایا۔ یا ابراہیم اعرض عن هذا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا تو فرمایا۔ یا موسیٰ انی اصطفتک

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا تو فرمایا۔ تو یوں ارشاد ربانی ہوا۔

یا عیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو یوں یاد فرمایا۔

یا داؤد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا تو فرمایا۔

یا یحییٰ خذ الکتاب بقوة۔

لیکن جب امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کو مخاطب کرنے کا وقت آیا تو انداز خطاب ہی بدل گیا حضور ﷺ کو ذاتی نام نامی اسم گرامی کے بجائے مختلف صفات والقبابت سے مخاطب کیا کبھی یا ایہا النبی تو کبھی یا ایہا الرسول فرما کر خطاب فرمایا کبھی یا ایہا المزمّل کبھی یا ایہا المدثر کے پیار بھرے الفاظ سے پکارا اور کبھی طہ، یا سین کہہ کر مخاطب فرمایا۔ گویا حضور ﷺ کی تعظیم تو قیر بجالانا تعلیمات قرآن کی تعمیل ہے اور اس فعل عظیم کا ترک تعلیمات قرآن سے انحراف ہے۔ تعظیم رسول ﷺ کا ہر لمحہ خیال رکھنا سنت الہی ہے اسی لیے امت محبوب کو حکم دیا کہ تم کبھی بھی پہلی امتوں کی روش کو اختیار مت کرنا۔ میرے محبوب کو ذاتی نام لے کر روکھے سوکھے سے نہ پکارنا جیسے نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ سے کہا۔

اذ قال الحواریون یا عیسیٰ ابن مریم هل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدة من السماء۔ ﴿المائدہ﴾

قبل اس کے کہ امت محمدیہ ﷺ بھی سابقہ امم کے طرز کو اپناتی حضور ﷺ کو اس انداز سے پکارتی اللہ عزوجل نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کے آداب سکھاتے ہوئے ہر جگہ ہر مقام پر اپنے محبوب کے امتیوں کی رہنمائی فرمائی۔

ادب ہو تو ایسا:

عروہ بن مسعود حدیبیہ کے مقام پر آیا سب کچھ دیکھا اور پھر بیان کیا کہتا ہے: میں ان کے ہاں گیا اور دیکھا حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ چودہ پندرہ سو صحابہ کرام مختلف روایات کے مطابق قطار اندر قطار سرکار ﷺ کے گرد یوں جمع ہو گئے جس طرح شمع کے گرد پروانے جمع ہوتے ہیں۔ عروہ کہتے ہیں: اے قوم! میں بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں اللہ کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اسکے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی صحابہ کرام علیہم الرضوان محمد ﷺ کی کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں دیکھتا ہوں۔ واذا تواضوا کادوا یقتلون علی وضوئہ ﴿صحیح بخاری 1:379﴾

جب آقا ﷺ وضو کرتے تو قریب ہوتا کہ وہ آپ کے وضو کے پانی پر لڑ پڑیں۔ حالانکہ ماء مستعمل پانی کا استعمال شرعاً مکروہ ہے لیکن یہاں عشق کا رنگ دیکھیں کہتا ہے اوروں کا مستعمل ہوگا نبی رحمت ﷺ کا مستعمل پانی تو حوض کوثر و تسنیم کی طہارتوں اور نظافوں سے بھی بالاتر ہے اگر وہ ناک صاف کرتے ہیں تو اسکی رطوبت ان میں سے کسی کے ہاتھ آتی ہے جسے وہ اپنے بدن پر مل لیتے ہیں عروہ بن مسعود کے اس قول کو امام بخاری نے یوں بیان فرمایا ہے کہ

واللہ ان یتنخمن نخامة الا وقعت فی کف رجل منهم فذلک بہاو جھہ و جلدہ ﴿صحیح بخاری 1:379﴾

خدا کی قسم! وہ تھوک مبارک نہیں پھینکتے مگر وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ اسے اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ ﴿سورة النور 24:63﴾

ترجمہ: تم لوگ رسول کو بلانے کو ایسے ہرگز نہ سمجھنا جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

سبحان اللہ! کیا خوب فرمایا کہ میرے محبوب کی توجہ اگر اپنی طرف حاصل کرنا چاہو تو اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ تعظیم و ادب

کے جملے پیش نظر رکھے جائیں۔ اور یہ طریقہ خلاف ادب ہے کہ حضور ﷺ کو دوسرے لوگوں کی طرح ذاتی نام سے یا محمد ﷺ

یا احمد ﷺ کہہ کر پکارا جائے بلکہ آپ کہ صفات مختلف القابات یعنی **یا نبی اللہ** ﷺ، **یا رسول اللہ** ﷺ، **یا حبیب اللہ** ﷺ جیسے القابات سے پکارا جائے۔ حاصل کلام یہ ہے جو بندہ جس قدر ادب و احترام بجالائے گا اسی قدر ایمان کی حلاوت و چاشنی زیادہ حاصل ہوگی دل نور مصطفیٰ ﷺ سے جگمگائے گا یہی وہ بارگاہ ہے جہاں بڑی بڑی ہستیاں سراپا ادب بن کر حاضر خدمت ہوتی اور خوب خوب فیض مصطفیٰ ﷺ حاصل کرتی ہیں۔

صحابہ بھی سکھائیں تعظیم رسول ﷺ:

اگر تعظیم و توقیر، ادب و احترام، محبت و عشق رسول ﷺ کا کوئی درس حاصل کرنا ہے تو پھر ہمیں صحابہ کرام علیہ الرضوان کی بارگاہ میں حاضری دینا پڑے گی کیونکہ اس سے بہتر سبق کسی اور کے پاس نہیں اور ہمیں یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہئے کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط و مستحکم کرنے کیلئے کیا کیا ترکیبیں سوچا کرتے تھے اور ہر موڑ پر ادب کی مثالیں چھوڑتے تھے کہ کفار بھی دیکھتے رہ جاتے تھے۔

حدیبیہ کے مقام پر بیعت ہو رہی تھی اہل ایمان حج کے ارادے سے آئے تھے مشرکین کو اطلاع ہو جاتی ہے وہ عروہ بن مسعود کو آگاہی کیلئے بھیجتے ہیں جاؤ محمد ﷺ اور انکے رفقاء کا جائزہ لو کس پوزیشن میں ہیں؟ کتنا لشکر ہے؟ افرادی قوت سامان جنگ کے بارے میں معلومات کرو، کیا وہ ہمارے مد مقابل آنے کی ہمت رکھتے ہیں یا نہیں؟ عروہ بن مسعود کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کسی کام کے کرنے کا کسی کو حکم دیتے ہیں تو ایک میں سے ہر ایک دوسرے میں سبقت لے جانے میں کوشش کرتا ہے بلاتا خیر فوری بجا آوری ان کا شیوہ حیات بن چکا ہے اور اطاعت و اتباع کے کمال درجہ پر فائز ہیں۔ امام بخاری نے عروہ کے قول کو کچھ یوں بیان فرمایا ہے۔

وإذا امرهم ابتدارا امرہ۔ ﴿صحيح بخاری 1: 379﴾

اور نبی ﷺ کوئی حکم کرتے ہیں۔ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اس کو بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور ﷺ کے ہونٹ مبارک کی معمولی سی جنبش محسوس کرتے اور زبان اقدس سے کوئی حکم جاری ہوتا تو سنتے ہی مصطفیٰ ﷺ کے دیوانے اس پر عمل کر گزرتے اشارہ پاتے ہی کام کو تکمیل تک پہنچا دیتے بلکہ ایک سے دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور یوں اپنے ایمان کو مضبوط کرتے اور لذت پاتے۔ جب حضور ﷺ کلام فرماتے تو پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ سنتے بلکہ ہر وقت اسی اشتیاق میں رہتے کہ محبوب خدا کب کس وقت کیا کلمہ ارشاد فرمادیں تاکہ اس پر عمل پیرا ہوں آپ کی مجلس میں یوں بیٹھتے گویا ان کا سارہ جسم سراپا گوش بن چکا ہے۔

عروہ کے ان الفاظ کو امام بخاری نے یوں نقل کیا ہے۔

اور جب حضور ﷺ گفتگو کرتے تو وہ اپنی آوازوں پست کر لیتے۔

جی ہاں! صحابہ نے قرآن پڑھا تھا انکو بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کے آداب کا پتہ تھا انکو معلوم تھا کہ یہاں معمولی سی بے ادبی اور رفع صوت سے ساری عمر کی کمائی لٹ سکتی ہے سارے اعمال برباد ہو سکتے ہیں اگر کچھ پانا ہے تو ادب مصطفیٰ ﷺ بے حد ضروری ہے یہاں ذرا سی بے

احتیاطی بہت بڑے نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔

تعظیم رسول ﷺ میں حد سے بڑھو:

سوچنے کی بات ہے کہ صحابہ جو کچھ کر رہے ہیں کیا حد کے اندر ہے کہ حد سے بڑھ کر؟ یقیناً حد سے بڑھ کر ہے کیونکہ اسی بات کا حکم قرآن دے رہا ہے۔

فالذین امنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون۔ ﴿سورة الاعراف، آیت ۱۵۷﴾

ترجمہ:- پس جو لوگ اس (نبی ﷺ) پر ایمان لے آئے اور آپ کی (حد سے بڑھ کر) تعظیم کی اور آپ کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اتارا گیا وہی خوش نصیب کامیاب و کامران ہیں۔

یہاں ایک فرق سمجھنا ضروری ہے۔ وہ فرق تعظیم اور تعزیر میں تعظیم ادب کرنا مگر حد کے درجہ میں رہ کر کرنا، جب کہ حد سے بڑھ کر مبالغہ کے ساتھ کی جانے والی تعظیم اصلاح قرآن سے موسوم ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان نہ صرف مبالغہ کرتے بلکہ حد سے بڑھ کر جاتے تھے درحقیقت یہی ایمان ہے۔

موئے رسول ﷺ کا ادب:

عروہ بن مسعود نے جو دیکھا بیان کرتے ہیں:

والا تسقط منه شعرة الا ابتدروها۔ ﴿صحیح بخاری 1:379﴾

اور جب حضور ﷺ کا کوئی بال مبارک گرتا تو اسے حاصل کرنے میں جلدی کرتے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے اپنی ٹوپی میں حضور ﷺ کے موئے مبارک سی رکھے تھے جس کی برکت سے آپ ہر میدان میں فتیاب ہوتے تھے کسی میدان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شکست کا سامنا نہ کرنا پڑا جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کامیابی کا راز کیا ہے؟ تو آپ نے ٹوپی میں موجود سرکارِ مدینہ ﷺ کے موئے مبارک کو اپنی ہر میدان میں کامیابی کا راز بتایا۔ یہ ہے عشق و محبت کے پیکر جو کسی بھی وقت ادب و احترام رسول ﷺ کو فراموش نہیں کرتے تھے۔

آواز بلند نہ کرو:

اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا له بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا

تשعرون۔ ﴿سورة الحجرات، آیت ۲﴾

ترجمہ:- (اے ایمان والوں) اپنی آوازیں اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے بلند نہ کرو اور انکے پاس بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو صحابہ کرام نے ادب کی ایسی مثالیں پیش کیں جسکی نظیر ہستی دنیا تک کوئی قوم نہیں دے سکے گی۔

حضرت اسامہ بن شریک فرماتے ہیں۔

ایت النبى واصحابه حوله كانما على رؤسهم الطير ﴿شفاء، باب ثالث 592﴾

میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو صحابہ کرام آپ کے ارد گرد اس طرح بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں یعنی انتہائی سکون و قرار اور سنجیدگی سے بیٹھے تھے حتیٰ کہ جنبش بھی نہ کرتے یوں بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں بیٹھتے جیسے ان سروں پر کوئی پرندہ بیٹھا ہے معمولی سی بھی حرکت کریں گے تو وہ اڑ جائے گا۔ یہی مضمون اس حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے جس میں حضور ﷺ کے وصف کا بیان ہے۔ جب حضور ﷺ کلام فرماتے تو صحابہ کرام سروں کو جھکا دیتے اور خاموش ہو جاتے گویا ان کے سروں پر کوئی پرندے بیٹھے ہیں یہ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں بیٹھنے والوں کے اوصاف ہیں جو دنیا کے کسی بھی بڑے بڑے عالی مرتبہ شہنشاہ کے دربار میں بیٹھنے والے درباریوں میں بھی نظر نہیں آتی، یہی وجہ ہے کائنات ارض صحابہ کرام جیسے ادب و تعظیم اور احترام و تکریم کی مثال و نظیر آج تک پیش کر سکی اور نہ قیامت کر سکے گی۔

دیدار مصطفیٰ ﷺ میں بھی ادب:

تعظیم رسول ﷺ کی وجہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان آقائے دو جہان ﷺ کو دیکھنے اور آپ کو دیدار کرنے کے بھی انداز بدل گئے عروہ کہتے ہیں۔

ما یحدون النظر الیہ تعظیماً لہ۔ ﴿صحیح بخاری کتاب الشرط﴾

صحابہ کرام علیہم الرضوان تعظیماً حضور ﷺ کی طرف ٹٹکی باندھ کر نہ دیکھتے جب کریم آقا ﷺ کی نگاہ رحمت اپنے غلاموں پر پڑتی آپ انہیں دیکھتے تو بے ساختہ ان کی نگاہ تعظیم و تکریم ادب و احترام مصطفیٰ ﷺ کے باعث خم ہو جاتی جب حضور ﷺ دوسری جانب دیکھتے تو یہ دیوانہ وار چپکے سے اپنے آقا کی زیارت کر لیتے یوں دیدار مصطفیٰ ﷺ سے محبت و شگنی کا سامان کرتے۔ یوں نگاہیں چورا چورا کر دیکھنا بذات خود یہ عمل محبت اور تعظیم و تکریم ادب و عشق کا مسئلہ سب مسئلوں کی جان ہے۔ جب عروہ بن مسعود نے حدیبیہ کے مقام پر اصحاب رسول ﷺ ایمان افروز روح پرور مناظر دیکھے تو واپس قریش کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

ان رائیت ملکاً قط یعظمہ اصحابہ ما یعظم محمد اصحابہ وقد رائیت قوملاً یسلمونہ ابدانہ و انہ قد عرض علیکم

خطة اشد فاقبلوها۔ ﴿صحیح بخاری، کتاب الشروط 379:1﴾

میں نے ہرگز ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کے اصحاب اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے اصحاب آپ ﷺ کی کرتے ہیں اور میں نے صحابہ کرام کو ایسی قوم پایا کہ کبھی بھی حضور ﷺ کو غیر کے سپرد نہ کریں گے (اور آپ ﷺ کی امداد ترک نہ کریں گے) اور انہوں نے تم پر ایک نیک امر پیش کیا ہے اسے قبول کرو۔

صحابہ کرام کے تعظیم رسول ﷺ کرنے سے متاثر ہو کر عروہ بن مسعود اہل قریش کو یہ بات سمجھا رہا ہے کہ میں نے بادشاہ روم و ایران اور بادشاہ حبشہ کا ادب و احترام ان کے دربار میں ہوتا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں نے بڑے بڑے بادشاہ و شہنشاہ دیکھے ہیں

ہیں۔ ان کے درباروں میں انکے آداب ملاحظہ کیے ہیں امراء و وزراء ان کی تعظیم و تکریم ہوتے ہوئے دیکھتا ہے سب کچھ دیکھا لیکن اللہ عزوجل کی عزت و جلال کی قسم! آج تک دنیا کے کسی بھی بڑے بڑے شہنشاہ کی عزت و تعظیم اور ادب و احترام ہوتا ہوا نہیں دیکھا جس قدر محمد ﷺ کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام آپ کے صحابہ کرام میں ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ عروہ بن مسعود اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے: تم مسلمانوں پر ہرگز حملہ آور نہ ہونا تم انہیں شکست نہیں دے سکتے۔ (وجہ کیا ہے توجہ فرمائیں)

اس لئے کہ انکا اپنے رسول کے ساتھ تعظیم و محبت کا تعلق اس طرح استوار ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ کے جسم اطہر پر مس ہونے والے پانی، آپ کے لعاب دہن اور موئے مبارک کا زمین پر گرنا برداشت نہیں کر سکتے۔ صحابہ کرام کی یہ حالت ہے کہ وہ نبی رحمت ﷺ کے اشارہ پر مر مٹنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں آپ کے حکم پر تن من دھن کی بازی لگانے میں کمر بستہ ہو جاتے ہیں جب تک انکا اپنے رسول کے ساتھ ایسا تعلق تعظیم و محبت ہے دنیا کی کوئی بھی طاقت انہیں شکست نہیں دے سکتی مسلمان صرف اس وقت قابل شکست ہونگے جب انکا اپنے رسول سے ایسا تعلق نہیں ہوگا۔ عروہ بن مسعود یہ سمجھتا تھا کہ امت مسلمہ کی قوت و طاقت ہیبت و جلالت اور ناقابل شکست ہونے کا راز فقط اپنے رسول ﷺ سے والہانہ محبت و پیار اور عقیدت و احترام ہے جب تک یہ موجود ہے امت مسلمہ کو شکست نہیں دی جاسکتی۔ اور الحمد للہ عزوجل عروہ بن مسعود نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور ﷺ سے عقیدت و محبت اور آپ کی تعظیم و توقیر اور ادب و احترام کی یہ جھلک دیکھ کر بے ساختہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گیا۔

جی ہاں! یہی وہ لوگ تھے جنکے ادب و احترام کو دیکھ کر کفار بھی مشرف بالسلام ہو جایا کرتے تھے لیکن آج کے دور کے نام نہاد مسلمان کہلانے والے نبی کی شان میں بے ادبی و گستاخی والے جملے بکتے ہیں جن کو سن کر کفار بھی کانوں کو ہاتھ لگائیں۔

تعظیم رسول ہر حال میں واجب ہے:

الغرض ادب ایک ایسا فعل ہے جو کہ مؤدب کو بامراد و کامران کرتا ہے اسکا دامن طلب اسکی وجہ سے بھرتا ہے بشرطیکہ وہ اس پر استقامت کے ساتھ عمل پیرا رہے اس لئے بارگاہ رسالت ﷺ کے ادب و احترام کو واجب قرار دیا گیا ہے تاکہ لوگوں پر فیضان مصطفیٰ ﷺ کی بارش جاری و ساری رہے اور کسی بھی لمحے رکنے نہ پائے پس جو لوگ طریقہ ادب کو ترک کر دیتے ہیں بے ادبی پر آتے ہیں پھر وہی لوگ نہ کام و نہ امر اڈھڑتے ہیں۔

امام رازی علیہ الرحمہ نے تفسیر کبیر میں اس آیت **لا تقہوا بین یدی اللہ ورسولہ** کے تحت ادب رسول کے وجوب کا قول کیا ہے۔

اور آداب نبوت کو ملحوظ خاطر نہ رکھنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمت سے ابدی طور پر محروم کر دیا جاتا ہے اور غضب الہی کا اس قدر مستحق ٹھہرتا ہے کہ اللہ عزوجل اسے اپنے خطاب کے بھی قابل نہیں سمجھتا۔

جی ہاں! بنی اسرائیل کے جملہ جرائم میں سے ایک سنگین جرم انبیاء کرام علیہم السلام کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی تھا، جس کی بناء پر اللہ عزوجل نے انکو مخاطب فرمانا بھی مناسب نہ سمجھا۔ گویا جو گستاخ نبی ہے اس کے لئے نرمی کی امید رکھنا بیوقوفی ہے بلکہ گستاخ رسول

ناراضگی خدا و مصطفیٰ ﷺ کا مستحق ہے اور بے ادب و گستاخ عذاب نار کا حق دار ہے اللہ عز و جل ہمیں اپنے حبیب ﷺ کی بے ادبی و گستاخی سے محروم فرمائے، بے ادبوں اور گستاخوں کی محبت سے بھی بچائے با ادب عاشق رسول ﷺ بنائے۔ (آمین)

باب نمبر 2:

آیات قرآنیہ سے 295c کا ثبوت توہین رسالت کی ابتداء کس طرح ہوئی؟

توہین حق و رسالت کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب شیطان نے اللہ عز و جل کا حکم جھٹلایا اور یہ کہہ کر حضرت آدم علیہم السلام کی توہین کی کہ وہ مٹی سے پیدا ہوا ہے اور میں آگ سے اس لئے میں ان سے بہتر ہوں۔ تکبر کے باعث شیطان نے بنی نوع انسان کے پہلے نبی کی توہین کا سلسلہ شروع کیا جواب بھی جاری ہے اسکے بعد شیطان نے اولاد آدم میں اپنے ایجنٹ پیدا کرنے شروع کر دیے۔ جنہوں نے شیطان کی طرح ہر نبی کا مذاق اڑایا اسکی توہین کی بے ادبی و گستاخی کے ساتھ پیش آتے رہے جب مشرکین مکہ و مدینہ کے یہود و نصاریٰ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی رویہ اختیار کیا تو اللہ عز و جل نے اپنے محبوب کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے محبوب! یہ صرف آپ کے ساتھ ہی نہیں ہو رہا بلکہ ہر نبی کے ساتھ ہوا ہے۔ ویسے تو قرآن کی تمام آیات ہی میرے مصطفیٰ ﷺ کے مقام اور مرتبے کی گواہ ہیں کہیں آپ کی بعثت کو ایمان والوں پر احسان قرار دیتا ہے، کہیں نبی کی اتباع کو اپنی محبت کا راستہ بتاتا ہے، کہیں آپ ﷺ کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی ہر بات کو وحی فرمایا جاتا ہے، کبھی اپنے محبوب ﷺ کی عمومی نبوت اور رسالت کا اعلان کرتا ہے، کسی آیت میں آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کا حسین تذکرہ ملتا ہے تو دوسری آیت میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہوتا ہے۔ ان تمام آیات کو جمع کیا جائے تو ضخیم کتاب بھی ناکافی ہوگی ہم اپنی تحریر میں بطور نمونہ صرف چند آیات کا ذکر کریں گے جن میں خاص طور پر آپ ﷺ کی حرمت ناموس کو بیان کیا گیا ہے اور بے ادب و گستاخ کی سزا موت بیان کی گئی ہے۔

آیت نمبر 1:

قاتلو الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسوله ولا یدینون دین الحق من الذین

او تو الکتاب حتی یعطوا الجزیة عن یدوہم صغرون 0 ﴿سورة توبه آیت 29﴾

ترجمہ کنز الایمان: لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اسکے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔

اس آیت کریمہ میں ہمیں حکم ہے کہ ہم خدا اور روز جزا کے منکروں کے خلاف صف آراء رہیں اور اس وقت تک جنگ بندی جائز

نہیں۔ جب تک انکا دم خم نکل نہیں جاتا یا یہ لوگ ذلیل ہو کر جزیہ دینے کیلئے راضی نہیں ہو جاتے۔ کیونکہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے، شان الوہیت میں گستاخی کرے، لوگوں کے سامنے دین اسلام پر اعتراض کرے ایسے مغرور و متکبر گستاخ کیلئے جنگ یا پھر ذلیل ہو کر جزیہ دینا۔ اس آیت کریمہ میں بھی تو ہین رسول کرنے والے کے خلاف جنگ کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔
آیت نمبر 2:

وان نکثوا ایمانہم من بعد عہدہم و طعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمة الکفر ﴿سورة توبہ، آیت ۱۲﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور عہد کر کے اپنی قسمیں توڑے اور تمہارے دین پر منہ (طعن کریں) تو کفر کے سرغنوں سے لڑو۔
خزائن العرفان میں مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ”اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو کافر ذمی دین اسلام پر ظاہر طعن کرے اسکا عہد باقی نہیں رہتا اور وہ ذمہ سے خارج ہو جاتا ہے اسکا قتل کرنا جائز ہے“۔ ﴿خزائن العرفان صفحہ 339﴾
جو شخص بانی اسلام پر طعن کرے اسکا قتل بدرجہ اولیٰ جائز ہے صاف بات ہے کہ جو شخص کھلے بندوں ہمارے پروردگار عزوجل اور اسکے پیارے نبی ﷺ اور ہمارے دین اور ہماری کتاب کی توہین کرے وہ اپنے عہد پر قائم نہیں یہ عہد برقرار نہیں رہتا۔ ہمارے لئے فرض ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ حق کیلئے اپنی جان اور مال قربان کر دیں تاکہ ہمارے ملک میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اذیت کی اعلانیہ جسارت نہ کی جاسکے۔ اس آیت کے اندر بھی کفر کے سرغنوں سے لڑنے اور انہیں قتل کرنے کا حکم ہے جس میں 295c کا واضح ثبوت ہے۔
آیت نمبر 3:

الاتقاتلون قوما نکثوا ایمانہم وہم باخراج الرسول وہم بدؤ کم اول مرہ اتخشونہم فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مؤمنین ط قاتلوہم یعذبہم اللہ بایدیکم۔ ﴿سورة توبہ ۱۲، ۱۳﴾

ترجمہ کنز الایمان:۔ کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ انہی کی طرف سے پہل ہوئی ہے کیا ان سے ڈرتے ہو؟ اللہ اسکا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو تو ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ جو شخص صرف عہد شکنی کرے اسے امان دی جاسکتی ہے مگر دین اسلام کو نشانہ بنانے والے طعن و تشنیع کرنے والے کے ساتھ جنگ ضروری ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہی طرز عمل رہا ہے آپ ﷺ اللہ اور اسکے رسول کو اذیت دینے والوں اور دین اسلام پر تنقید کرنے والوں کے خون کو رائیگاں قرار دیتے تھے مگر دوسروں کے قتل سے احتراز فرماتے تھے۔ اس آیت سے بھی الحمد للہ 295c کا ثبوت روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کیونکہ جب ذمی رسول اللہ کی شان میں گستاخی کریگا، طعن فی الدین کرے گا تو اسکا عہد ٹوٹ جائیگا جسکی سزا میں اسے قتل کیا جائے گا۔ اللہ عزوجل نے کافروں کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو نکال دینے کے ارادے کو قاتل اور برا بیختہ کرنے کے مترادف قرار دیا وجہ یہ تھی کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کو اذیت دینے کا قصد تھا جبکہ گالی دینا تو اس سے بڑا جرم ہے اسی وجہ سے گالی دینا اس سے بڑا جرم ہے اسی وجہ سے گالی

دینے والے کو معاف نہیں کیا گیا۔ پس ذمی جب نبی اکرم ﷺ کو گالی دے گا تو عہد شکنی کا مرتکب ہوگا اور یہ جرم رسول اللہ ﷺ کو نکال دینے سے بڑا جرم ہے۔ اس لئے واجب القتل قرار پائے گا۔
آیت نمبر 4:

الم يعلموا انه من يحادد الله ورسوله فان له نار جهنم خالدا فيها ذلك الخزي العظيم۔ ﴿سورة توبه، آیت ۶۳﴾
ترجمہ کنز الایمان:۔ کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کیلئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ یہی بڑی رسوائی ہے۔

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اذیت دینا دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرنا ہے۔ جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرے، اللہ و رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرے، بے ادبی کے الفاظ زبان پر لائے، دین اسلام پر طعن کرے اس کے قتل کا اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے لیکن اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اسے صرف قتل ہی نہیں کیا جائے گا کوئی گستاخ رسول یہ سمجھ بیٹھے کہ قتل ہونے کے بعد جان چھوٹ جائے گی نہیں بالکل نہیں بلکہ ایسے بے ادب اور گستاخ رسول کیلئے آخرت میں بھی اللہ عزوجل نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ عذاب ایک دودن کیلئے نہیں بلکہ اس گستاخ و بے ادب کیلئے ہمیشہ کیلئے ہوگا۔
آیت نمبر 5:

ولولا ان كتب الله عليهم الجلاء لعذبهم في الدنيا ولهم في الاخرة عذاب النار 0 ذلك بانهم شاقو الله ورسوله ومن يشاق الله فان الله شديد العقاب۔ ﴿سورة حشر آیت 3, 4﴾

ترجمہ کنز الایمان: اگر اللہ تعالیٰ ان کی جلاء وطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا اور ان کے لئے آخرت میں عذاب ہے یہ اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے پھٹا (جدا) رہے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی دشمنی کو دنیا اور آخرت میں استحقاق عذاب کا سبب قرار دیا گیا اور جو شخص نبی اکرم ﷺ کو اذیت دیتا ہے وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہے۔ اور عذاب کی یہاں دو صورتیں ہیں۔
(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب۔ (۲) مسلمانوں کے ہاتھوں بتا ہی۔
ورنہ اس سے کم تر عذاب مثلاً مالوں کی غارت اور جلاء وطنی کی مصیبت تو پہلے ہی سے سہ چکے تھے۔
آیت نمبر 6:

ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخرة واعد لهم عذابا مهينا ه والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً واثماً مبيناً۔ ﴿سورة الاحزاب 57, 58﴾

ترجمہ کنز الایمان:۔ بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت فرمائی اور ان کیلئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو بے کیے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور صاف گناہ اپنے سر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی اذیت کو اپنی اذیت کے برابر قرار دیا جس طرح کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کہا۔ اس لئے جس نے حضور ﷺ کو اذیت دی اس نے اللہ عزوجل کو اذیت دی، یہ مسئلہ نص قرآنی سے ثابت ہے۔ جو اللہ عزوجل کو اذیت دے اس کا خون مباح ہے۔ وہ سارے لوگ جن پر اللہ عزوجل نے قرآن میں لعنت کی ہے مثلاً۔۔۔ وحی الہی کو چھپانے والے، راہ حق سے روکنے والے، نبی ﷺ کو اذیت دینے والے، گستاخی کرنے والے، مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے، یہ سب کافر ہیں اور مباح الدم ہیں۔ اس آیت میں بھی 295c کا ثبوت ہے۔

آیت نمبر 7:

لا تجعلو دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا ط قد يعلم الله الذين يتسللون منكم لو اذا فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم۔ ﴿سورة النور، آیت 63﴾

ترجمہ کنز الایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا جو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے بے شک اللہ خوب جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ بنا کر پس ان لوگوں کو ڈر جانا چاہئے جو فرمان رسول کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں انہیں فتنے سے دو چار نہ ہونا پڑے اور انہیں دردناک عذاب نہ آئے۔

اللہ عزوجل نے مخالفت رسول ﷺ کرنے کو فتنہ سے تعبیر کیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا۔

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ﴿سورة بقرہ آیت 193﴾

ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

والفتنة اكبر من القتل ﴿سورة بقرہ آیت 215﴾

فتنہ قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔

الحمد للہ عزوجل! یہ بات روز روشن کی طرح صاف عیاں ہوگئی کہ گستاخ رسول سے بچو کہ یہ فتنہ ہے اور فتنہ کہ خلاف لڑنے اور فتنہ کو ختم کرنے کا حکم قرآن نے دیا اور فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے، ہو بھی کیوں نہ کہ اس میں نبی ﷺ کی توہین کے سبب پوری امت مسلمہ میں غم و غصہ پایا جاتا ہے جس سے ملک کا نظام درہم برہم ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ عزوجل نے فتنہ کو قتل کرنے کا حکم فرمایا جو کہ الحمد للہ عزوجل 295c پر دلیل ہے۔

آیت نمبر 8:

قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم ويخزهم وينصرهم ويشف صدور قوم مؤمنين ﴿سورة توبه، آیت 14﴾

ترجمہ کنز الایمان:۔ لڑو ان سے کہ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب کرے اور رسوا کرے ان کو، مدد دیوے تمہیں اوپر ان کے اور ایمان والوں کے سینوں کو شفا دے۔

گستاخ رسول پر مؤمنین کے سینوں کا داغدار ہو جانا عین ممکن ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ تم ان سے قتال کرو میں تمہیں مدد دوں گا۔ تمہارے ہاتھوں سے ذلیل و رسوا کروں گا انہیں دنیا میں عذاب تمہارے ہاتھوں دوں گا۔ صاف ظاہر ہے جب تک مومن گستاخ رسول کو جہنم رسید نہ کر لیں اس کے دل کو تشفی نہیں ہو سکتی اللہ عزوجل فرماتا ہے میں تمہیں مدد دوں گا دل کو تشفی بھی ملے گی۔ یہ آیت میں بھی 295c کا واضح ثبوت موجود ہے۔

آیت نمبر 9:

فاضر بوا فوق الا عناق واضربوا منهم كل بنان 0 ذلك بانهم شاقوا الله ورسوله و من يشاق الله ورسوله فان الله

شديد العقاب ﴿سورة الانفال 8,13,12﴾

ترجمہ کنز الایمان: کافروں کی گردنوں سے اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور (جوڑ) پر ضرب لگاؤ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ یہ آیت سورۃ انفال کی ہے جو 2ھ میں مدینہ منورہ میں اس وقت نازل ہوئی جبکہ اسلامی ریاست معرض وجود میں آرہی تھی اور دشمنان اسلام اللہ عزوجل اور اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت میں ایذا رسانی پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ اس آیت میں بھی گستاخ رسول کی سزا موت یعنی 295c کا واضح ثبوت ہے۔

آیت نمبر 10:

لعن لم ينته المنفقون والذين فى قلوبهم مرض والمرجفون فى المدينة لغيرينك ثم لا يجاورونك فيها الا قليلا ج

ملعونين اينما ثقفوا اخذوا او قتلوا تقتيلا 0 ﴿سورة الاحزاب، آیت 60,61﴾

ترجمہ کنز الایمان: اگر باز نہ آئیں منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے تو ضرور ہم تمہیں ان پرشہ (حوصلہ) دیں گے پھر وہ مدینہ پھر مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں۔

توہین رسالت کا جرم واضح طور پر اس آیت کے مضمون میں داخل ہے اور ایسے مجرموں کو گن گن کر قتل کرنے کا حکم ہے اور یہی 295c ہے جو لوگ اسکو غلط کہتے ہیں وہ گویا کہ قرآن پاک کی آیات کے منکر ہیں۔

آیت نمبر 11:

انما جزؤ الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون فى الارض فسادا ان يقتلوا او يصلبوا او تقطع ايديهم وارجلهم

من خلاف او ينفوا من الارض ذلك لهم خزي فى الدنيا ولهم فى الآخرة عذاب عظيم 0 ﴿سورة المائدة، آیت 33﴾

ترجمہ کنز الایمان: وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیدیئے جائیں یا ان کے ایک طرف سے ہاتھ اور دوسری طرف سے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیئے جائیں یہ

دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

اس آیت کریمہ میں زمین پر فساد کرنے والوں کی سزا قتل بتائی گئی ہے۔ جس ڈاکو نے کسی کو قتل کیا اس کا عمل ”فساد فی الارض“ ہے۔ تو جس نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی اس کا عمل ”فساد فی الارض“ کیوں نہیں؟

آج اگر کوئی عیسائی کسی مسلمان کو معاذ اللہ قتل کرتا ہے تو اس سے امت مسلمہ کو اتنی تکلیف نہیں پہنچے گی جتنی کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین سے تکلیف پہنچے گی آج جس نے ایسا کیا اس نے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو تکلیف دی ہے۔ اس لیے ایسے مجرم کی سزا قرآن مجید نے قتل بتائی ہے۔

اور یہی ہمارے ملک کا 295c ہے جو کہ عین شریعت کے مطابق ہے۔

آیت نمبر 12:

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا

تسلیمًا۔ ﴿سورة النساء، آیت 65﴾

ترجمہ کنز الایمان:۔ تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنا کیس لے گئے آپ ﷺ نے انکا فیصلہ کر دیا جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ ہمیں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پس چلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا: کہ اے ابن خطاب! رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہے اس نے کہا ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو آپ ﷺ نے بھیج دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس سے فرمایا: کیا واقعی ہی ایسی بات ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنی اپنی جگہ بیٹھو میں آ کر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں آپ تلوار لے کر انکی طرف نکلے جس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجو اس کا سر قلم کر دیا دوسرا بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اس نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! خدا عز وجل کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے اور اگر میں بھی جلدی سے نہ نکلتا تو مجھے بھی قتل کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تو یہ گمان نہیں کرتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مؤمنین کے قتل کی جرأت کریں؟

اس پر اللہ عز وجل نے مذکورہ بالا آیت **فلا وربك لا يؤمنون** نازل کر دی پس رسول اللہ ﷺ نے اس بندے کا خون باطل

قرار دے دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے بری کر دیا۔ ﴿تفسیر درمنثور جلد 2 ص 585، تفسیر ابن کثیر جلد 1 ص 533﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک توہین کیا ہے؟ اور ان کے نزدیک توہین رسول ﷺ کی سزا کیا ہے؟ پھر قرآن اور صاحب قرآن کا فیصلہ بھی آپ نے ملاحظہ کیا حالانکہ جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اس نے زبان سے کوئی گالی نہیں دی تھی بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے بعد اسے مسترد کرتے ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں اپیل دائر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف اس کی تصدیق کی کہ اس نے واقعی

رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو مسترد کیا ہے اسکے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بھی نہیں پوچھا حالانکہ حضور ﷺ تھوڑے ہی فاصلے پر موجود تھے کہ یہ توہین ہے یا نہیں، اگر ہے تو پھر اس مومن کی جو مرتد ہو گیا ہے تین دن بعد قتل کرنا ہے اگر توبہ نہ کرے۔ یا ابھی قتل کر دینا ہے نہیں کچھ نہیں پوچھا بلکہ اسی وقت سرتن سے جدا کر دیا مزے کی بات تو یہ کہ ایک بظاہر مومن کی محض اتنی سی بات پر قتل کر دینے پر اللہ عزوجل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کی حمایت کی کہ مقتول توہین رسالت کی وجہ سے مومن نہیں رہا تھا اور نہ اس کیلئے توبہ کی گنجائش تھی لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ نے بری الذمہ قرار دیا۔

المیہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو خبر ہی نہیں قرآن سے کس مسئلہ کو ثابت کرنے کے کتنے طریقے ہیں اور کسے ثابت بالقرآن کہا جائے گا انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ قرآن سے ثابت نہیں کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔

باب نمبر 3:

قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ

295c احادیث یروى عن

ابورافع یهودی ۱ تل بھی ثابت رہا ہے 295c:

ابورافع یہود کا سردار اور عرب کا مالدار آدمی تھا غزوہ کیلئے اس نے مشرکین مکہ کو ابھارہ انکی مالی مدد بھی کی سب سے بڑا جرم یہ کہ حضور ﷺ کی ہجو کر کے آپ کو تکلیف پہنچاتا تھا چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے قتل کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں:

بعث رسول الله الى ابي رافع اليهودي رجلاً من الانصار وامر عليهم عبد الله بن عتيك و كان ابورافع يوذى

رسول الله ويعن عليه۔ ﴿صحيح بخارى كتاب المغازی 577/2﴾

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے ابورافع یہودی کی طرف انصار کے چند آدمی بھیجے اور ان پر حضرت عبد اللہ بن عتیک کو امیر بنایا، ابو رافع رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتا تھا اور حضور ﷺ کے مخالفین کی مدد کرتا تھا۔

ابورافع یہودی کا مکمل نام عبد اللہ بن ابی الحقیق تھا یہ سرزمین حجاز میں اپنے قلعہ میں رہتا تھا۔

جب مجاہدین اسلام اس قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج ڈوب چکا تھا لوگ اپنے مویشی لے کر آچکے تھے حضرت عبد اللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم اپنی جگہ بیٹھو میں دربان سے جا کر کوئی حیلہ کرتا ہوں ہو سکتا ہے کہ میں اندر داخل ہو جاؤں وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ وہ دروازے کے قریب پہنچ گئے اور اپنے آپ کو کپڑوں میں اس طرح چھپایا گویا کہ وہ رفع حاجت کر رہے ہیں سب لوگ اندر داخل ہو چکے تھے دربان نے آواز دی: اے اللہ کے بندے! اگر قلعہ کے اندر داخل ہونا ہے تو جلدی آ جاؤ دروازہ بند ہونے لگا ہے حضرت عبد اللہ بن عتیک فرماتے ہیں میں قلعہ میں داخل ہو کر روپوش ہو گیا جب سب لوگ آ گئے تو دربان نے دروازہ بند کر کے چابیاں ایک لوہے کے کیل میں

لٹکا دیں۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے چابیوں تک رسائی حاصل کی چابیاں لیں اور دروازہ کھول دیا ابورافع کے پاس لوگ رات گئے تک بیٹھے باتیں کرتے رہتے تھے۔ جب ابورافع اپنے بالا خانے میں تھا میں بھی اس کے بالا خانے کی طرف بڑھا اور اس کے اوپر چڑھ گیا جب بھی کوئی دروازہ کھولتا میں اس نیت سے بند کر دیتا کہ اگر لوگوں کو میرا پتہ چل بھی جائے تو وہ مجھ تک نہ پہنچ سکیں حتیٰ کہ میں اس بد بخت کو قتل کر دوں۔ اس طرح میں ابورافع کے پاس پہنچ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اندھیرے کمرے میں سو رہا ہے یہ پتہ نہیں چل رہا کہ وہ کس جگہ ہے۔ میں نے آواز دی اے ابورافع کہنے لگا یہ کون؟

میں نے اس آواز کی طرف آگے بڑھ کر تلوار کی ضرب لگائی اس وقت میرا دل دھڑک رہا تھا وار خالی گیا اس نے چیخ و پکار شروع کی میں کمرے سے باہر آ گیا تھوڑی دیر بعد پھر اندر گیا آواز بدل کر کہا: اے ابورافع! یہ آواز کیسی ہے؟ اس نے کہا: تیری ماں کیلئے خرابی ہو ابھی ایک آدمی اندر آیا اس نے مجھ پر حملہ کیا ہے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے پھر زور سے تلوار ماردی بد بخت شدید زخمی ہو گیا مگر قتل نہ ہوا۔

ثم وقعت خيب السيف في بطنه حتى اخذني ظهره فعرفت اني قتله۔

﴿صحیح بخاری کتاب المفازی۔ 577/2﴾

پھر میں نے اس کے پیٹ میں تلوار کی دھار رکھی زور سے اسے دبا دیا حتیٰ کہ وہ اسے چیرتی ہوئی اسکے پیٹ تک پہنچ گئی اب یقین ہو گیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے اب میں ایک ایک دروازہ کھولتا جاتا یہاں تک کہ میں سیڑھی تک پہنچ گیا نیچے اترنے لگا چاندنی رات تھی میں نے قدم ہوا میں رکھا اور سوچا کہ زمین تک پہنچ گیا ہوں میں گر پڑا میری پنڈلی ٹوٹ گئی جسکو میں نے عمامہ کے ساتھ باندھ لیا پھر چلا اور دروازے کے پاس آ کر بیٹھ گیا دل میں سوچا جب تک اس کے قتل کا یقین نہ ہو جائے باہر نہیں نکلوں گا جب صبح ہوئی مرغ نے آواز بلند کی تو منادی نے اس کے قتل کا اعلان کیا کہ اہل حجاز کا تاجر ابورافع انتقال کر گیا ہے پھر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انہیں کہا کہ جلدی جلدی چلو اللہ عزوجل نے ابورافع کو قتل کر دیا ہے۔ پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تفصیل کے ساتھ سارا واقعہ بیان کیا آقا ﷺ نے فرمایا اپنا پاؤں آگے پھیلاؤ میں نے اپنا پاؤں پھیلا یا آپ ﷺ نے ٹوٹی ہوئی ہڈی پر اپنا دست شفا پھیرا تو وہ ایسی ہو گئی گویا اسے کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ ﴿صحیح بخاری کتاب المفازی 577/2﴾

ابورافع جب اہانت رسول اور اسلام دشمنی کا مرتکب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے قتل کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اسے قتل کیلئے بھیجا۔ علامہ بدرالدین فرماتے ہیں۔

جواز الاغیال علی من اعان علی رسول اللہ بید او مال اور ای و کان ابو رافع یعادى رسول اللہ ویولب الناس

علیہ۔ ﴿عمدة القاری ج 4 ص 378﴾

جو شخص اپنی رائے مال اور ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف مدد کرے یہ حدیث اس کے قتل پر دلیل جواز ابورافع گستاخ رسول تھا

اور لوگوں کو بھی رسول اللہ ﷺ کی دشمنی پر ابھارتا تھا اس حدیث پاک قانون توہین رسالت 295c کا ثبوت روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے۔ جو لوگ توہین رسالت 295c یعنی سزائے موت کو برا کہتے ہیں گویا وہ حکم نبی اور عمل صحابہ کو نشانہ بناتے ہیں ایسے بد بخت کم علم لوگوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔

عَبْدُ بَنِي إِسْرَءِيلَ اور 295c اثبوت:

کعب بن اشرف ایک امیر جاگیر دار یہودی تھا اس کا تعلق قبیلہ بنی قریظہ سے تھا یہ اپنے قبیلے کا سردار تھا سے شعر و شاعری کا بہت زیادہ شوق تھا اسلام سے سخت دشمنی رکھتا تھا توہین رسالت کا مرتکب تھا اپنے اشعار میں رسول اللہ ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا جب اسے فتح بدر کی خبر ملی تو اسے بہت زیادہ رنج پہنچا سرداران کی ہلاکت پر کہنے لگا اب زندہ رہنے سے مر جانا بہتر ہے قتل ہونے والے کفار کو یاد کر کر کے رویا کرتا تھا مسلمانوں کے خوف سے مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ حاصل کر لی۔ اور مطلب بن ابی وراعمہ سیمی کے پاس ٹھہر ابد بخت اپنی حسب عادت قریش کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا رہا دین اسلام پر انکے عقیدے اور مذہب کی برتری ثابت کرتا رہا حتیٰ کہ اس بد بخت لعین نے کفار کو حضور ﷺ کے قتل پر آمادہ کر لیا۔ پھر دوبارہ مدینہ منورہ پلٹ آیا اور اپنے اشعار میں شان رسالت میں گستاخی و اہانت، تنقیص و تحقیر کرتا رہا۔

اہل ایمان کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ بھی توڑ دیا جس کی وجہ سے اسلامی ریاست میں اس کی جان مال کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اٹھ گئی تھی تو اس پر حضور ﷺ نے بذات خود اس بد بخت کو قتل کرنے کا حکم نامہ جاری فرمادیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ من الكعب ابن اشرف فانه قد اذى الله ورسوله۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کرے گا اس بد بخت نے اللہ عز و جل اور اسکے رسول ﷺ کو تکلیف دی ہے اس پر حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کی۔

يا رسول الله ﷺ اتحب ان قتله قال نعم۔

یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! پھر آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت عطا فرمائیں (یعنی آپ کے خلاف الفاظ کہوں جن کو سن کر وہ خوش ہو جائے) آپ ﷺ نے فرمایا: اجازت ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہا: یہ شخص (رسول اللہ ﷺ) ہم سے صدقہ مانگتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا دیا اس لئے تیرے پاس قرض لینے آیا ہوں۔ کعب بن اشرف نے جواب میں کہا: اللہ کی قسم! تم اس سے اور بھی بہت کچھ اٹھاؤ گے، محمد بن مسلمہ نے کہا ہم نے اس کی اتباع کی ہے اور یہ پسند نہیں کرتے کہ اسے چھوڑ دیں دیکھتے ہیں یہ معاہدہ کیا رخ اختیار کرتا ہے تم سے ایک دو وسق قرض لینے آیا ہوں کعب نے کہا کوئی چیز میرے پاس گروی رکھو پھر دو گنا محمد بن مسلمہ نے کہا تیرا کیا چیز گروی رکھنے کا ارادہ ہے کعب نے کہا اپنی عورتیں گروی رکھ دو تو انہوں نے کہا: کہ تم عرب کی خوبصورت حسین و جمیل نوجوان ہو، تم تیرے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ سکتے

ہیں؟ اس نے کہا: اپنے بیٹے گروی رکھ دو۔ انہوں نے جواباً کہا: کہ ہم اپنے بیٹے کیسے تمہارے پاس گروی رکھ سکتے ہیں جو ان سے لڑے گا تو انہیں گالی دے گا ”ایک یا دو وسق میں گروی رکھے ہوئے“ یہ ہمارے لئے بہت ہی شرمندگی کی بات ہے البتہ ہم تمہارے پاس کچھ ہتھیار گروی رکھ سکتے ہیں اس نے دوسری مرتبہ آنے کا وعدہ کیا کعب اس بات پر راضی ہو گیا چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رات کے وقت اس کے پاس آئے ان کے ساتھ کعب بن اشرف کا رضائی بھائی ابونا نکلہ بھی ساتھ تھا۔ دوسری روایت کے مطابق حارث بن اوس، ابو عبسی اور عباد بن بشیر کو بھی ساتھ لانے کا وعدہ کیا کعب نے انہیں قلعہ میں بلا لیا اور ان کی طرف نیچے اترنے لگا، اس کی بیوی نے کہا: اس وقت کہا جا رہے ہو؟ میں اس وقت ایسی آواز سن رہی ہوں جس میں خون ٹپکتا ہے۔ کعب بن اشرف نے کہا محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی نائلہ ہے (فکر مند ہو نے کی کوئی بات نہیں) اگر شریف آدمی کورات کے وقت بھی نیزہ بازی کیلئے پکارا جائے تو اسے جانا چاہئے دوسری جانب حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: جب کعب بن اشرف آیا تو میں اس کے سر کے بال پکڑ کر سونگھوں گا جب تم دیکھو کہ میں نے اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا ہے تو تم لوگ اسے قتل کر دینا۔ کعب بن اشرف ان کے پاس چادر اوڑھ کر آیا اس سے خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں۔

محمد بن مسلمہ نے اسے کہا: آج کی طرح میں نے کبھی اتنا خوشبو میں بسا ہوا نہیں دیکھا اس پر کعب بن اشرف نے جواب دیا: ہاں عرب کی حسین و جمیل اور سرمایہ دار عورت میرے پاس ہے۔ محمد بن مسلمہ نے فرمایا: کیا میں تمہارے سر کو سونگھ سکتا ہوں؟ اس نے جواب دیا: ہاں کیوں نہیں؟

محمد بن مسلمہ نے سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھنے کی دعوت دی ایک ایک کر کے سب نے سونگھا تو پھر ایک نے دوبارہ سونگھنے کی درخواست کی جسے کعب بن اشرف نے بخوشی قبول کر لیا۔

فلما استمكن منه قال دونكم فقتلواہ ثم اتوا النبی فاحبروہ۔

﴿صحیح بخاری کتاب المفازی 576/2﴾، ﴿صحیح مسلم کتاب الحماذ واسیر، 2﴾

حضرت محمد بن مسلمہ نے اسے پوری طرح قابو کر لیا تو اپنے ساتھیوں سے کہا قریب آ جاؤ اور اسے قتل کر دو تو انہوں نے ایسا ہی کیا پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور پورے واقعہ کی اطلاع دی۔ اس سے قلیل و کثیر خفیف و ہلکی کا اعتبار نہیں جس نے بارگاہ رسالت میں ادنیٰ سی بھی گستاخی کی مباح الدم ہو جائے گا یعنی اس پر 295c کا نفاذ ہوگا اور جو لوگ گستاخ رسول کی معافی کی صورتیں تلاش کرتے ہیں ان کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

علامہ بدر الدین کعب بن اشرف کے قتل پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کعب بن الاشرف الیہودی القر علی الشاعر کان یہجو النبی ﷺ والمسلمین ویظاہر علیہم الکفار ولما

اصاب المشرکین یوم بدر ما اصابہم اشد علیہم وکان یبکی علی قتلی بدر وینشد الاشعار۔

﴿عمدة القاری ج 17 صفحہ 176﴾

کعب بن اشرف یہودی شاعر تھا نبی کریم ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرتا تھا جب بدر کے دن کفار کو

شکست کا سامنا ہوا تو یہ کفار مقتولین بدر پر رویا اور ان کے لیے مرثیہ لکھا۔

بیت اللہ میں گستاخ رسول کا قتل :

جب مسلمانوں کے سر فتح مکہ کا تاج سجا اللہ عزوجل نے اپنے پیارے محبوب کو فتح مبین عطا فرمائی تو اب وہ لوگ جنہوں نے ہمیشہ حضور ﷺ کو اذیت و تکلیف دی۔ آپ کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی اخیر کردی ساری زندگی اسلام سے دشمنی بغض و عداوت کو اپنا وطیرہ بنائے رکھا تھا کوئی موقع اسلام کے خلاف سازش کرنے میں ہاتھ سے جانے نہ دیا کبھی دین کے کاموں میں رکاوٹیں ڈالی تو کبھی مسلمانوں کے تجارتی قافلے کو لوٹا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کیا تو کبھی مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کی رسول اللہ ﷺ پر قاتلانہ حملے کیے تو کبھی ہجو میں اشعار لکھے اسی وجہ سے حکم الہی کے پیش نظر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی وہاں بھی ان دین اسلام کے دشمنوں نے مسلمانوں کو اطمینان سے نہ رہنے دیا جب آٹھویں ہجری میں اللہ عزوجل نے فتح مکہ کی صورت میں مسلمانوں کو کفار پر غلبہ عطا فرمایا تو اس وقت کفار ناہنجار نے اپنے آپ کو غیر محفوظ پایا اور اپنی جان کی فکر لگ گئی کے اب چند منٹوں کے بعد گردنیں گاجر مولیٰ کی طرح تن سے جدا کر دی جائیں گی۔ لیکن قربان جاؤں اپنے رحمت والے آقا ﷺ کے مبارک فیصلہ پر اور ایسا فیصلہ صادر فرمایا جسکی رہتی دنیا تک کوئی مثال نہ دے سکے گا، اعلان فرمایا۔

لا تثریب علیکم الیوم اذہبوا فانتم الطلقاء۔ ﴿البرایہ وانہایہ 301/4﴾

آج تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

لیکن اس عام معافی میں حضور ﷺ نے چار مردوں اور دو عورتوں مستثنیٰ قرار دیا۔

اسکی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی و بے ادبی اور تحقیر و تنقیص کا جرم کیا تھا دین اسلام کے خلاف نازیبا زبان استعمال کی تھی 4 مردوں میں عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن ابی حنظل، مقیس بن صبابہ، اور عبداللہ بن ابی السراح تھا اور دو عورتوں میں عبداللہ بن ابی السراح کی دو لونڈیاں شامل تھیں۔

حضور ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے ان گستاخوں کا خون مباح قرار دیتے ہوئے بڑا واضح اور صریح حکم ارشاد فرمایا۔

اقتلوہم وان وجدتموہم متعلق باستار الکعبہ۔ ﴿سنن نسائی کتاب المحاربہ 169/2﴾

(یہ 6 گستاخان رسول جہاں کہیں بھی ملیں) انہیں قتل کر دو اگرچہ کعبہ کے پردوں سے ہی چمٹے ہوئے پاؤ۔

اس حدیث مبارکہ میں ان جاہل استنکرز، تجزیہ نگار، کالم نگار، ماڈرن پروفیسر کیلئے مقام غور ہے جو آج فتح مکہ کا حوالہ دے کر مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی بجائے ان عقل کے اندھوں کو ان 6 گستاخان رسول کے بارے میں جاری ہونے والا فیصلہ کہیں نظر نہیں آتا؟ کیا یہاں مسلمانوں کی تربیت نہیں کہ ہر بڑے سے بڑا گناہ ہر بڑے سے بڑا جرم معاف کر دینا۔ لیکن جو میری شان میں بے ادبی گستاخی کرے وہ اگر گورنر صدر وزیر کے پاس تو کیا کعبہ کے پردوں میں چھپ جائے تو پھر بھی قتل کرو پھر اسے سزائے موت دو میرے گستاخ کو ہرگز معاف نہ کرنا، کیا یہ سیرت نبی ﷺ ہے معافی والے پہلو کو لیتے ہو اور جن گستاخوں کی گردنیں تن سے جدا کروائیں انکا ذکر

تک نہیں کرتے ہو؟ کیا یہ تاریخ میں خیانت نہیں؟ ڈوب مرنا چاہئے ان حکمرانوں جاہل پروفیسروں کو جو توہین رسالت کے قانون کو کالا قانون کہتے ہیں، ختم کرنے یا ترمیم کرنے کا سوچتے ہیں اور حوالہ فتح مکہ کا دیتے ہیں۔

عبداللہ بن خطل کا قتل :

جب عبداللہ بن خطل مسلمان ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوا تو سرکار ﷺ نے اسے زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا اس کے ساتھ ایک خادم بھی تھا ایک جگہ انہوں نے پڑاؤ کیا تو عبداللہ بن خطل نے خادم کو کہا بکرا ذبح کر کے کھانا تیار کرو اور خود سو گیا خادم بھی سو گیا جب عبداللہ بن خطل جاگا اور اس نے دیکھا کہ خادم نے کھانا تیار نہیں کیا تو اسے قتل کر دیا اور خود مرتد ہو کر مشرکین مکہ کے پاس چلا گیا وہاں اس نے لونڈیاں رکھی جو حضور ﷺ کی ہجو میں وہ اشعار گاتی تھیں جو عبداللہ بن خطل کہتا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

ان رسول اللہ دخل عام الفتح واعلى راسه المضفر فلما نزعہ جاءه رجل فقال ان ابن خطل متعلق باستار الکعبه

فقال اقتلوه۔ ﴿بخاری شریف ابواب المراء جلد 1 صفحہ 249﴾

جب رسول ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے اور حضور ﷺ سراقہ پر خود پہنے ہوئے تھے جب اسکو اتارنا تو ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کی ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے فرمایا اسے قتل کر دو۔

اسی واقعہ کو امام نسائی نے یوں بیان کیا ہیں۔

ماما عبداللہ بن خطل فادرك وهو متعلق باستار الکعبه فاسق اليه سعید بن حرث وعمار بن یاسر فسق سعید

عماراً وکان ،،،، الرجلین فقتله۔ ﴿سنن نسائی، کتاب المحاربه 169/2﴾

عبداللہ بن خطل کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا پایا گیا۔ اسے قتل کرنے کیلئے حضرت سعید بن حارث اور حضرت عمار بن یاسر دوڑے لیکن حضرت سعید حضرت یاسر سے زیادہ نوجوان تھے آپ نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔ گویا گستاخ رسول عبداللہ بن خطل نے اپنے ذہن میں یہ گمان فاسد کرتے ہوئے کعبہ اللہ کے پردوں کے پیچھے پناہ اختیار کی کہ وہاں شاید جان بخشی ہو جائے۔ وہاں اسے جان کی امان مل جائے گی، وہاں قتل ہونے سے بچ جائے گا۔ لیکن بے ادبی و گستاخی رسول کے جرم عظیم کا مرتکب تھا دین اسلام کا باغی تھا اسی لیے حضور ﷺ نے واضح اعلان جاری کیا کہ اگر یہ گستاخ اس جرم سے بچنے کیلئے کعبہ میں چھپ جائے وہاں بھی اس کی گردن اڑادی جائے اور اس گستاخ رسول کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کے بعد اسے کعبہ کے پردوں سے گھسیٹ کر زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان قتل کر دیا۔

یہ حدیث قانون دانوں کو آئینہ پیش کر رہی ہے کہ قاضی اسلام یعنی حکمران صدر وزیر اور برسر اقتدار پارٹی کو چاہئے کہ گستاخ رسول کے معاملے میں کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کیا جائے اگر گستاخ رسول کو استثنیٰ حاصل ہوتا اگر گستاخ رسول کی قتل کے سوا کوئی سزا ہوتی تو حضور ﷺ جو کہ شریعت کے احکام واضح فرمانے والے ہیں ان گستاخوں کو ضرور سزائے موت معاف فرماتے اور دوسری سزا دیتے لیکن آپ ﷺ نے

واضح اعلان کر کے پھر انکے قتل پر خوشی کا اظہار کر کے رہتی دنیا تک کہ حکمرانوں کو بتادیا اگر تمہارے دور میں ایسا واقعہ پیش آجائے تو اسے قتل کرنے میں سوچ و بچار کا شکار نہ ہونا بلکہ میرے واضح فیصلوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے سزائے موت سناتے ہوئے اس کا سرتن سے جدا کر دینا تاکہ دوبارہ کوئی میری شان میں بے ادبی و گستاخی کا سوچ بھی نہ سکے۔ لیکن افسوس ہے ان ڈالروں اور ریا لوں کے بچاری نااہل حکمرانوں پر اس قانون توہین رسالت 295c کا مذاق اڑاتے اور اسے غلط ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

بیعت میں تاخیر اور قتل کی خواہش:

عبداللہ بن ابی السرح کا شمار کاتبان وحی میں ہوتا تھا شیطان مردود کے ورغلانے پر گمراہی کے عمیق گھڑوں میں گر گیا تھا دین اسلام سے مرتد ہو کر کفار کے ساتھ جا ملا تھا فتح مکہ کے دن یہ گستاخ رسول ان چار بد بختوں میں شامل تھا جن کا خون حضور ﷺ نے مباح قرار دیا اور قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ یہ گستاخ حضور ﷺ کی شان میں نہ صرف گستاخی و بے ادبی کرتا تھا بلکہ آپ ﷺ کی طرف کذب و افتراء بھی منسوب کرتا تھا قرآن پاک کے متعلق بھی بکواسات کرتا تھا یہ نظریہ رکھتا تھا کہ حضور ﷺ کی طرح میری طرف بھی وحی آتی ہے اس کا یہ فعل حضور ﷺ کی ختم نبوت اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کے بارے میں بہت بڑا افتراء تھا اگر یہ صرف مرتد ہو تو اس کی معافی کی صورت ممکن تھی لیکن یہ گستاخ رسول کا بھی مجرم تھا اور یہ جرم کفر سے کئی درجہ بڑھ کر ہے جسکی کسی صورت معافی نہیں جب عبداللہ بن السرح تائب ہو کر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اسکی بیعت لینے سے اعراض فرمایا۔ بارہا کوشش کے باوجود موقع نہ دیا اور یہ خواہش کی کہ کوئی آگے بڑھ کر اسے قتل کر دے۔ یہ سارا واقعہ حضرت مصعب بن سعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔

لما كان يوفتح مكة اختار عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عند عثمان ابن عفان ﴿ابو داؤد ج 2 ص 251﴾

جب فتح مکہ کا دن آیا تو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان بن عفان کے پاس چھپ گئے پھر حضرت عثمان اسے لائے اور بارگاہ رسالت میں لا کر پیش کر دیا اور درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ عبداللہ سے بیعت لے لیجئے آپ نے اپنا سر انور اوپر اٹھایا تین دفعہ عبداللہ کی طرف دیکھا ہر دفعہ بیعت سے انکار فرمایا آخر تین دفعہ کے بعد اسے بیعت کیا پھر اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں تھا کہ جب میں نے اسکی بیعت لینے سے انکار کر دیا اپنا ہاتھ روک رکھا تھا کہ وہ اسے قتل کر دیتا صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ ﷺ کے دل میں کیا ہے آپ ﷺ ہمیں آنکھ سے اشارہ فرمادیتے آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ ظاہر میں چھپ رہے اور آنکھ سے اس کے خلاف ارشاد کرے۔

اس حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور ﷺ کی دلی خواہش تھی کہ اس گستاخ کو قانون توہین رسالت کے مطابق قتل کر دیا جائے لیکن جب اس نے بار بار معافی کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے حسن اخلاق کی عظیم مثال قائم کرتے ہوئے اسے معاف فرمادیا لیکن یہ یا در ہے یہ معافی اپنے گستاخ کو رسول اکرم ﷺ نے خود دی تھی کسی صحابی نے اٹھ کر اسے معاف نہ کیا تھا جیسا کہ آج کل جب کوئی ملک ہمارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو ہمارے کم فہم لوگوں کی طرف سے معافی کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر وہ معافی مانگ لے تو یہ کم فہم

جاہل طبقہ اسے معاف کر دیتا ہے حالانکہ اس بات کا اسکو اختیار ہی نہیں یہ صرف نبی ﷺ کا خاصہ ہے وہ ہی اپنے گستاخ کو معاف فرما سکتے ہیں اسکے سب پر قانون کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے۔

ابو جہل کی عبرت ناک موت:

ابو جہل کا نام عمرو بن ہشام ہے یہ بنی مخزوم کا سردار تھا جنگ بدر میں کفار کا سپہ سالار تھا عہد جاہلیت میں اسکی کنیت ابو الحکم تھی حضور ﷺ نے اس کی کنیت ابو جہل رکھی اور اسی سے مشہور ہوا اسے اس امت کا فرعون بھی کہا جاتا ہے۔ ابو جہل رسول اکرم ﷺ کا جانی دشمن تھا اسلام سے نفرت کرنے اور مسلمانوں کی تضحیک کرنے میں پیش پیش رہتا تھا یہ لعین رسول اللہ ﷺ کو جسمانی اذیت، شدید درد اور ذہنی رنج پہنچانے میں سب سے آگے تھا وہ ابو جہل ہی تھا جسے رسول اللہ ﷺ پر غلاظت پھینکنے کا با قابل یقین امتیاز حاصل تھا اس لعین نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش بھی کی یعنی یہ بد بخت گستاخی و توہین کرنے میں انتہا درجے کو پہنچا ہوا تھا۔ اسکے قتل ہونے کا واقعہ حضرت عبدالرحمن بن عوف بیان فرماتے ہیں:

بینا انا واقف فی الصف یوم بدر نظرت عن یمینی وعن شمالی فاذا انا بفلا مین من الانصار حدیثہ اسنا نہما، ان اکون بین اضلع منہما،،، امد ہما فقال یا عمر هل تصرف اباجہل قلت نعم ما حا جتک الی یا ابن انی قال اخبرت الیہ یسب رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لئن رایة لا یفارق سوادى سواده حتی یموت الا عجل منا،،، لذلك،،، الاخر فقال لی مثلہا فلم،،، ان نظرت الی ابی جہل یجعل فی الناس فقلت الا ان هذا صاحبکما الذی سالتمانی عنه فابتدراہ،،،،، حتی قتلاہ ثم انصر فالی رسول اللہ فاخبرہ فقال ایکما قتله قال کل واحد منہما انا کلا کما قتله

﴿بخاری کتاب الجہاد ج 1 ص 444﴾

جنگ بدر کے دن میں صف میں کھڑا تھا میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا میرے دونوں جانب انصار کے دو کسمن بچے تھے مجھے خواہش ہوئی کہ کاش میں ان سے زیادہ طاقت ور کے درمیان میں ہوتا میں یہ سوچ رہا تھا کہ ایک نے مجھے دبایا اور پوچھا اے چچا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں پھر میں نے پوچھا تمہیں اس کی کیا حاجت ہے اے بھتیجے؟ اس نے کہا: مجھے پتا چلا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر میں اسے دیکھ لوں گا تو اس وقت تک جدا نہ ہوؤں گا جب تک وہ مرنے جائے جسکی موت میں نے اسی پر تعجب کیا اب دوسرے نے مجھے دبایا اور یہی بات کہی تھوڑی دیر کے بعد میں نے ابو جہل کو دیکھا کہ لوگوں کے درمیان تیزی سے آ جا رہا تھا میں نے ان دونوں بچوں سے کہا دیکھو وہ ہے جسکے بارے میں تم نے مجھ سے پوچھا تھا یہ سنتے ہی دونوں اپنی تلواروں کیساتھ اس پر چھپے اور اسے مار کر قتل کر دیا پھر رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کو بتایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا اپنی تلواریں صاف کر لیں دونوں نے عرض کیا نہیں اب حضور ﷺ نے دونوں کی تلواریں ملاحظہ فرمائیں اور فرمایا تم دونوں نے اسے قتل کیا۔ ذرا غور فرمائیں ان دونوں نے غازیان اسلام نے اس بد بخت کو قتل کرنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے نازیبا زبان استعمال کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سلطنت مدینہ میں مسئلہ مشہور و معروف تھا کہ گستاخی

رسول ناقابل معافی جرم ہے گستاخ رسول کی سزا صرف اور صرف قتل ہے۔ اور طبرانی میں ہے کہ ابو جہل کے قتل پر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور سجدہ شکر ادا فرمایا۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان دونوں نے منہ غازیوں کو حضور ﷺ نے حکم فرمایا تھا؟ کیا انہوں نے قانون ہاتھ میں نہیں لیا حضور ﷺ سے فیصلہ کروانے کی بجائے خود ہی کام تمام کر دیا۔ تو اس کا جواب دینے کی حاجت نہیں کیوں کہ اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے یعنی مدینہ منورہ میں یہ مسئلہ مشہور تھا کہ گستاخ رسول کی سزا موت ہے اس کے سوا کسی بات پر سمجھوتہ نہیں ہو سکتا یہ تو انکی عدالتیں ہیں جو اپنی ذمہ داریاں بھول چکی ہیں اور گستاخان رسول کو کٹھرے میں لانے اور سزائے موت سناتے ہوئے تختہ دار پر لٹکانے کے بجائے غازیان اسلام کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے گھسیٹ رہی ہیں۔

ام ولد (لونڈی) کو گستاخی رسول پر سزائے موت:

جب دل میں عشق مصطفیٰ ﷺ جگمگا رہا ہو تو پھر سر کی آنکھوں کی حاجت نہیں ہوتی دیوانے اس کے بغیر بھی اپنا کام کر دکھاتے ہیں۔ ایک نابینا صحابی کی لونڈی ام ولد تھی جو حضور ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی اور اہانت و تنقیص کیا کرتی تھی سب و شتم اس کی عادت میں شامل تھا نابینا صحابی اس لونڈی کے آقا و مولیٰ ہونے کے ناطے اسے منع کرتے لیکن مجال ہے کہ اس بد بخت خاتون پر اس عاشق رسول کی نصیحت کا کوئی اثر ہوتا ڈانٹتے جھڑکتے لیکن وہ اپنی خباثت سے باز نہ آتی بلکہ ہٹ دھرمی اور ضدی پن کا مظاہرہ کرتی کسی صورت گستاخی کا پہلو ہاتھ سے جانے نہ دیتی حسب عادت ایک دفعہ اس نے سرکارِ مدینہ ﷺ کی شان میں بے ادبی و گستاخی کا آغاز کیا اور نازیبا زبان استعمال کی صحابی رسول کی غیرت ایمانی جوش میں آگئی اپنے آقا و مولیٰ مدینے والے مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہ کر سکے چھرا اٹھایا اور اس گستاخ رسول کے پیٹ میں گھونپ دیا اور یوں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس کا قصہ ہی تمام کر دیا جب صبح ہوئی بارگاہ رسالت میں اس کا مقدمہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے سب لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

انشد اللہ رجلا فعل مافعل لی علیہ حق الازم فقام الاعمی یتعلی الناس هو یتزلزل حتی قعد بین یدی انس فقال رسول اللہ ﷺ انا صاحبنا کانت تشتمک وقع فیک فانہا جلا تنتہی واز جرہا فلا تنزجوونی منہا ابنان مثل الثو لوتین وکانت بی رفیقہ فلما کان البارحة جعلت تشتمک ونقع فیک فاخذت المفلول فوقته فی بطنیا واتکات علیہا حتی قتلتہا فقال النبی الا اشہدوا ان دمہا ہدر۔ سنن ابی داؤد - کتاب الحدود - 281

جس شخص نے یہ کلام کیا ہے میں اسے خدا عز و جل کی قسم دیتا ہوں اور اپنے حق کی جو میرا اس پر ہے وہ کھڑا ہو جائے (اقرار کرے کہ میں نے یہ قتل کیا ہے) یہ سن کر وہی عاشق رسول نابینا صحابی کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے گزرتے آئے یہاں تک کہ سرکارِ ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس لونڈی کو قتل کیا ہے وہ آپ کو برا بھلا کہتی تھی آپ کی ہجو کرتی تھی میں اسے منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہ آئی جھڑکتا تھا پھر بھی نہ مانی اس کے پیٹ میں موتیوں جیسے دو میرے بیٹے ہیں وہ میری رفیقہ حیات تھی (یعنی میری اس سے کوئی ذاتی لڑائی نہ تھی)۔

گذشتہ رات وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگی اور ہجو کرنے لگی تو میں نے چہرہ اس کے پیٹ میں رکھا اور زور سے دبایا یہاں تک کہ وہ مر گئی حضور ﷺ نے فرمایا گواہ ہو جاؤ اس کا خون رائیگا گیا، (یعنی اس کے قتل سے قصاص یا دیت وغیرہ کچھ بھی نہیں لیا جائے گا)۔

سبحان اللہ! اس نابینا صحابی کا عشق رسول ﷺ اور پھر آقا ﷺ کا مبارک فیصلہ مجرم عدالت میں کھڑا قرار کر رہا ہے کہ میں نے قتل کیا ہے وجہ یہ تھی کہ گستاخی رسول ﷺ کی تھی کیا عشق رسول کہ دو بچوں کی ماں ہے گھر سنبھالنے والی ہے خود نابینا ہے لیکن جب ذات مصطفیٰ ﷺ کا معاملہ آیا تو سب کچھ قربان کر دیا۔ سرکار ﷺ نے بھی رہائی کا پروانہ جاری کر کے بتا دیا کہ گستاخی رسول کے قاتل کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے نہیں بلکہ اسے مقدمہ سے بری کر دیا جائے تاکہ میرے گستاخوں کو خوف لاحق ہو اور یوں میری ذات بے مثل و بے مثال کے اندر گستاخی سے باز رہیں اگر سرکار ﷺ ایسے مبارک فیصلے نہ کرتے تو ہر غیرہ اٹھ کر نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی کر سکتا تھا۔ لیکن آقا ﷺ کے ان مبارک فیصلوں نے گستاخان رسول کو لگام ڈال دی۔

گستاخ رسول قتل :

ایک شخص رسول اکرم ﷺ کو سب و شتم کیا کرتا تھا آپ نے فرمایا۔

من یکفنی عدوی میرے دشمن کی کون خبر لے گا حضرت خالد بن ولیدؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں بھیجا اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے قتل کر دیا۔ ﴿شفاء، صفحہ 372﴾

جو لوگ کہتے ہیں کہ توہین رسالت کی سزا قرآن وحدیث میں ذکر نہیں ان کو 12 نمبر کی عینک لگا کر یہ حدیث بار بار پڑھنی چاہئے۔

یہود یہ کا قتل :

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان یہودیہ کانت تشتم النبی وتقع فیہ فخنقہا رجل حتی ماتت فابطل رسول اللہ ﷺ دمہا۔

﴿ابو داؤد کتاب الحدود جلد 2 صفحہ 252﴾

ایک یہودی عورت نبی پاک ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ اور آپ ﷺ کے بارے میں نازیبا کلمات کہتی تھی تو ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتیٰ کہ وہ مر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دے دیا۔

ابو عفک یہودی کا قتل :

جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو ابوعفک 120 سال کا بوڑھا آدمی تھا اس گستاخ رسول یہودی نے رسول اکرم ﷺ کیلئے شدید دشمنی کا اظہار کیا تھا لوگوں کو رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے خلاف بھڑکانا اس کا معمول تھا بدر کی فتح عظیم کے بعد اس کی عداوت میں اور زیادہ تیزی آ گئی اور نظمیں لکھنا شروع کر دیں جن میں انتہائی غلیظ اور گستاخانہ زبان استعمال کرتا تھا جب اسلام کے دشمن الحارث بن سہید بن صامت کو موت کی سزا دی گئی تو ابوعفک یہودی نے ایک نظم لکھی جس میں رسول اللہ ﷺ کیلئے گالیاں بکی انتہائی غلیظ اور ہتک آمیز زبان استعمال کی نیز اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑایا جب رسول اللہ ﷺ نے یہ نظم سنی تو فرمایا تم میں کون اس غلیظ بدکردار آدمی کو ختم کرے گا

حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خدمات پیش کی اور نذر مانی کہ اس گستاخ رسول کو میں قتل کرونگا یا خود مر جاؤں گا وہ ابو عفک کے پاس گئے اور اس کے جگر میں تلوار اتنے زور سے ماری کہ بستر کے پار نکل گئی ابو عفک چیخا اس کے آدمی دوڑے لیکن اس کو بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور یوں گستاخ رسول واصل جہنم ہو گیا۔ اگر اس دور میں ایسا کام ممتاز قادری جیسا عاشق رسول کر دے تو اسے سزائے موت سنادی جاتی ہے۔ یہ ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان؟

اس واقعہ کو ابن سعد نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

كان ابو عفك من بنى عمرو بن عوف شيخا كبيرا قد بلغ عشرين ومائة سنة و كان يهوديا و كان يحرض على رسول الله فقال سالم بن عمير وهو اور الكائين وقد شهد بدر اعلی نذر ان اقتل ابا عفك او اموت دونه فامهل يطلب له غرة حتى كانت ليلة صائفة فنام ابو عفك بالفناء و علم به سالم بن عمير فاقبل فوضع السيف على كبده ثم اعتمد عليه حتى خشي في الفراش و صاح ،،،، فتاب اليه ناس ممن هم على قوله فادخلوه منزله و قبره۔

﴿طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 28﴾

ابو عفک عمرو بن عوف ایک سو بیس (120) سال کا بوڑھا شخص تھا یہودی تھا لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر ابھارتا تھا شعر کہا کرتا تھا حضرت سالم بن عمیر جو بکثرت روزے والوں میں تھے اور بدر میں حاضر ہوئے تھے کہا مجھ پر نذر ہے میں ابو عفک کو قتل کرونگا یا اس کیلئے مر جاؤں گا وہ ٹھہرے ہوئے، اسکی غفلت کے انتظار میں تھے کہ وہ کب غافل ہوتا ہے اور میں اس کا کام تمام کروں یہاں تک کہ گرمی کی ایک رات کو ابو عفک میدان میں سویا سالم بن عمیر کو اس کا علم ہو گیا اور وہ آئے اور تلوار اس کے جگر پر رکھ دی پھر دبا کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ وہ بستر میں گھس گئی اللہ عزوجل کا دشمن چیخا تو اس کے ماننے والے دوڑے پس اسے اٹھا کر اس کے گھر لے گئے اور اسکی لاش کو دفن کر دیا۔

جی ہاں! جب گستاخ رسول گستاخی کی ہمت کرے تو آگے سے جواب دینے والا بھی حضرت سالم بن عمیر جیسا ہونا چاہئے جو اپنے آقا کے حکم پر گستاخ رسول کو واصل جہنم کرنے کی قسم کھالے اور نذر مان لے کہ اس کو قتل کر کے چھوڑوں گا یا پھر اسی کام میں خود مر جاؤں گا مزے کی بات تو یہ کہ اس عاشق رسول کے دل میں یہ ذرا برابر بھی نہ آیا کہ اس کا قتل کہیں مجھے مہنگا نہ پڑ جائے مجھے آزمائش میں نہ ڈال دے بلکہ اس وسوسے کی کاٹ وسوسہ سے قبل ہی کر دی اور نذر مان لی کہ ہر صورت میں گستاخ کو قتل کرنا ہے۔

گستاخ رسول بنت مروان کا قتل :

جب عفک کی موت کے بعد عصمہ بنت مروان نے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کی اپنی ایک نظم میں نبی کریم ﷺ کی تضحیک اور بے حرمتی کی اس سے سرکار ﷺ اور مسلمانوں سے سخت نفرت تھی جب رسول اللہ ﷺ نے اس کا کلام سنا تو فی الفور اپنے صحابہ سے اس گستاخ رسول سے چھٹکارا حاصل کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ عصمہ کے اپنے ہی قبیلے کا نو مسلم اپنے آقا و مولیٰ کا فرمان سن کر عصمہ کے گھر گیا اور اسی رات اس گستاخ کا کام تمام کر دیا دوسری صبح اس عاشق صادق نے بارگاہ رسالت میں آ کر خوشخبری

سنائی کہ اس نے اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ کی مدد کی ہے حضور ﷺ نے صحابہ کو مخاطب فرما کر فرمایا: اگر ایسا شخص دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اسکے رسول کی مدد کی ہو تو وہ عمیر کو دیکھ لو۔ گویا گستاخ رسول کو قتل کرنا اللہ اور رسول کی مدد کرنا ہے اگر یہ کام ممتاز قادری کر دے تو پھر مجرم کیوں؟

مشہور سیرت نگار امام محمد بن سعد اس بد بخت گستاخ رسول عورت کے واقعہ کو اپنی کتاب طبقات ابن سعد میں کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

كانت عصمه عند يزيد ابن حصن الخطمي و كانت تصيب الاسلام و تؤذى النبي و تعرض عليه و تقول الشعر فجاءها عمير بن عدي في جوف الليل حتى ذجل عليها بيتها و حولها نفر من ولدها ينام منهم من تر فسفه في صدرها فحسها بيده و كان ضريرا البصر و نحى الصبي عنها و وضع سيفه على صدرها حتى انفذه من ظهرها ثم صلى الصبح مع النبي بالمدينة فقال له رسول الله ا قتلت ابنة مروان؟ قال نعم فهل علي في ذلك من شيء فقال لا ينتفع فيها عنان فكافت هذه اكلملة اول ما سعت من رسول الله عمير البصر۔ ﴿طبقات اب سعد جلد 2 صفحہ 27﴾

عصمہ یزید بن زید بن حصن الخطمی کے پاس تھی اسلام میں عیب بہت نکالتی تھی نبی کریم ﷺ کی ہجو کرتی آپ کی مخالفت پر ابھارا کرتی اور اشعار کہتی تھی عمیر بن عدی رات کے وقت آئے اور مکان میں داخل ہو کر اس کے پاس آئے عصمہ کے ارد گرد ایسے بچے سو رہے تھے اس کے پاس ایک چھوٹا دودھ پینے والا بچہ سو رہا تھا حضرت عمیر نابینا تھے ہاتھ سے ٹٹول کر بچے کو ماں سے علیحدہ کیا تلوار اس کے سینے پر رکھی جو جسم کے پار ہو گئی حضرت عمیر نے فجر کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھی رسول اکرم ﷺ نے پوچھا کیا تم نے بنت مروان کو قتل کر دیا؟ انہوں نے عرض کی ہاں کیا اس بارے میں میرے ذمہ کچھ اور ہے آپ نے فرمایا نہیں اس بارے میں 2 بھیڑیں لڑیں گی یہ کلمہ وہ تھا جو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے سنا گیا رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عمیر بصیر (بیٹا) رکھا۔

قارئین کرام! دیکھا آپ نے اپنے گستاخ سے زمین کو پاک کرنے میں سرکار ﷺ کو کتنی جلدی فرماتے تھے صبح ہوتے ہی اپنے عاشق سے پوچھ لیا کیا ذمہ داری پوری کی ہے اور عاشق بھی کیسا خوش بخت تھا کہ آنکھوں سے نابینا ہے لیکن اس کمزوری کو عذر نہیں بنایا اور پھر انسانیت کا کتنا احترام تھا قتل ناحق سے کتنے بچے تھے کہ دودھ پیتے بچے کو جدا کیا کہ کہیں وہ بھی اس گستاخ کے ساتھ قتل نہ ہو جائے لیکن ایک آج کا پرفتن دور ہے کہ گستاخان رسول دندناتے پھر رہے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں کبھی گستاخانہ خاکے بناتے ہیں تو کبھی فلم و ڈرامہ اور اسلامی جمہوریہ کے حکمران ہیں ٹس سے مس نہیں ہوتے اگر کوئی گستاخ رسول گرفتار ہو بھی جائے تو نام نہاد این جی اوز غیر ملکی دباؤ ڈالوا کر رہا کروالیتی ہیں عوام کی توجہ ہٹانے کیلئے پیشیاں ڈال دی جاتی ہے تاریخوں پر تاریخیں ڈال دی جاتی ہیں جبکہ بانی قوانین اسلامیہ حضرت محمد ﷺ اپنے گستاخ کو قتل کروانے میں جلدی فرماتے تھے لیکن آج کے قانون دان اور عدالتوں کو یہ روایات نہ جانے نظر کیوں نہیں آتی۔

گستاخ رسول عتبہ کا بھیانک انجام :

ابولہب کے بیٹوں کا نام عتبہ اور عتبہ تھا اعلان نبوت سے قبل حضور ﷺ کی دو شہزادیوں کا رشتہ ان سے طے ہوا تھا مگر جب سورۃ

لہب نازل ہوئی تو ابولہب کے کہنے پر یہ رشتہ ختم ہو گیا عتیبہ اپنے باپ کی طرح بہت بد زبان اور گستاخ رسول تھا ایک دن حضور ﷺ کے پاس آیا اور گستاخانہ لہجے میں قرآن پاک کی بعض آیات کا انکار کیا پھر آپ کی طرف تھوکا (جو آپ ﷺ پر نہ پڑا) اس کی اس گستاخی سے آپ ﷺ کو زیادہ دلی صدمہ ہوا آپ ﷺ نے دعا کی: الہی! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو مسلط فرما اس واقعہ کے چند دن بعد عتیبہ اپنے باپ کے ساتھ شام کی طرف تجارتی قافلے میں گیا قافلے نے ایک رات ایسی جگہ پر قیام کیا جہاں اس کے علاقے کے باشندوں نے بتایا کہ راتوں کو اکثر جنگلی درندے آتے ہیں اس قافلے کے حفاظتی انتظامات کیے گئے لیکن ابولہب کے حکم پر عتیبہ کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا گیا اور وہ یوں کے اس کے ارد گرد اپنے اونٹ بٹھادیئے پھر سب لوگ اطمینان سے سو گئے دعائے مصطفیٰ ﷺ کا اثر کچھ یوں ظاہر ہوا کہ رات ایک شیر آیا اور اونٹوں کے درمیان سے گزر کر عتیبہ کو چیر پھاڑ کر کھا گیا۔

امام ابو نعیم سے اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ دلائل النبوة میں کچھ یوں بیان کیا ہے۔

واما عتیبہ فانہ طلقھا واتی رسول اللہ وکان یزید الخروج الی احشام فقال اللهم سلط علیہ کلہا بک ،،، حوران

فطر فہم الاسد فتخطی الی عتیبہ بن یبیین اصحابہ فقتلہ۔ ﴿دلائل النبوة جلد 2 ص 613﴾

اور عتیبہ پس اس نے حضور ﷺ کی شہزادی سے رشتہ ختم کیا اور جب اس نے ملک شام کیلئے سفر کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا (اور بدکلامی کی) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے اللہ! اس پر اپنے درندوں میں سے کوئی درندہ مسلط فرما وہ مقام حوران پر اترے (یہ شیروں کا علاقہ تھا) رات کے وقت ایک شیر ان کے پاس آیا اور عتیبہ کو اس کے ساتھیوں سے تلاش کر کے قتل کر دیا۔

قارئین کرام! اس واقعہ میں چند باتیں نہایت ہی توجہ کی مرکز ہیں۔

ایک تو یہ کہ دعائے مصطفیٰ ﷺ میں کتنا اثر ہے جو مانگا ویسا ہوا دوسرا یہ کہ سرکار ﷺ اپنے گستاخ کی سزا میں موت کے علاوہ کوئی اور سزا پسند نہ کرتے اور اپنے گستاخ کو واصل جہنم کروا کر دم لیتے۔

تیسری بات اس واقعہ میں بڑی اہم ہے کہ کفار کا لیڈر و رہنما زبان مصطفیٰ ﷺ سے نکلے ہوئے ہر کلمہ کو حق جانتا تھا اسی لئے تو اپنے بیٹے کیلئے خصوصی حفاظتی انتظامات کروائے اور انتظامات میں طرز بھی وہ اپنایا جو درندوں سے بچا سکے یعنی جانوروں کا حصار لیکن شیر نے اس رات اپنا شکاریہ جانور نہیں بلکہ ان جانوروں سے گھٹیہ حرکات کرنے والا گستاخ رسول سمجھا اور رات کے اندھیرے میں پورے مسافروں میں تلاش کر کے اپنے حدف کو نشانہ بنایا اور یوں ایک اور گستاخ رسول سے زمین کو پاک کر دیا۔

ذرا غور فرمائیں! کہ ایک کافر نے تو نبی کے فرمان کو سنا اسے سچ سمجھتے ہوئے بچنے کی تدبیریں کی اور اسی نبی ﷺ کا امتی مسلمان کہلوانے والا چار دن کے اقتدار کو بچانے کیلئے حیلے بہانے تلاش کرے قرآن وحدیث میں گستاخ رسول کی سزائے موت کا انکار کرے۔

تف ہے ایسے اقتدار پر جس کو پانے کیلئے اپنے نبی ﷺ کے فرامین کو بھلانا پڑے۔

گستاخ رسول اور فیصلہ فاروقی:

اکثر مفسرین نے سورۃ نساء کی آیت: ”الم ترالی الذین یزعمون انہم آمنو بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون

ان يتحاكموا الى الطاغوت وقد امروا ان يكفروا به۔“ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایک یہودی اور ایک بشر نامی منافق کے درمیان جھگڑے کو ذکر کیا دونوں کے درمیان جھگڑا ہوا۔ یہودی نے کہا! ہم اپنا فیصلہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے چلتے ہیں۔ منافق نے انکار کرتے ہوئے کہا: کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں کیوں کہ حضور ﷺ نے حق پر مبنی فیصلہ کرنا تھا اور منافق جھوٹا تھا اس لئے کعب بن اشرف کا کہہ رہا تھا کیونکہ کعب بن اشرف انتہائی لالچی اور رشوت خور تھا یہودی نے حضور ﷺ کے پاس جانے پر اصرار کیا جو کہ منافق کو ماننا پڑا دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اپنا مقدمہ پیش کیا حضور ﷺ نے دونوں کے بیانات سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا باہر نکلتے ہی منافق نے یہودی سے کہا میں اس فیصلے سے راضی نہیں ہوں چلو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروا دیتے ہیں۔ دونوں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ نے اپنے آقا و مولیٰ کے فیصلے کو درست قرار دیتے ہوئے اسی کو برقرار رکھا اور یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا منافق پھر بھی نہ مانا اور کہنے لگا چلو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروا دیتے ہیں یہودی پھر بھی مان گیا دونوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور عرض کی: حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں مگر یہ فیصلہ پر راضی نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساری صورت حال جاننے کے بعد منافق سے فرمایا: کیا واقعی حضور ﷺ فیصلہ فرما چکے ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! ایسا ہو چکا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں سے فرمایا۔

روید کما حتی اخرج اليكما فرخل عمر البيت واخذ السيت واشتمل عليه ثم خرج فضرب عنق المنافق حتى

برر ﴿تفسیر مظہری 154/2﴾، ﴿تفسیر کشاف 525/1﴾

یہیں ٹھہرے رہو یہاں تک کہ میں تمہاری طرف نکل آؤں حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے تلوار اٹھائی چادر اوڑھی پھر باہر نکلے اس منافق کی گردن اڑا دی یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

هكذا افضى بين من لم يرمن بفضاء اليه و قضاء رسولہ ﴿تفسیر مظہری 154/2﴾

میں اس طرح فیصلہ کرتا ہوں اس شخص کا جو اللہ عز و جل اور اسکے رسول ﷺ کے فیصلے سے راضی نہ ہو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی حضور ﷺ کی بارگاہ میں بھی یہ واقعہ پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک کلمہ گو کو ناحق قتل کر دیا۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ما كنت اظن عمر يجترى على قتل مومن۔ ﴿تفسیر کشاف جلد 1 صفحہ 525﴾

میں گمان نہیں کرتا کہ عمر کسی مومن کے قتل کا اقدام کرے۔

اللہ عز و جل نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اقدام قتل کو درست قرار دیتے ہوئے اور قتل مسلم سے باعزت بری قرار دیتے ہوئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا

تسلیم۔ ﴿سورة النساء، آیت ۶۵﴾

پس اے محبوب! آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب کہ آپس کے اختلاف میں آپکو (دل و جان) سے حاکم نہ بنائیں پھر جو فیصلہ کر دیں اس سے پھر کسی بھی طرح دل گیر نہ ہوں اسے بخوشی قبول کریں۔

گویا جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو آخری و قطعی و حتمی نہیں سمجھتا اسے دل و جان سے تسلیم نہیں کرتا وہ ہر گز مسلمان ہو ہی نہیں سکتا آپ کی بے ادبی تو ہین و گستاخی پر قتل ایک مومن کو قتل کرنا نہیں بلکہ گستاخ رسول کو قتل کرنا ہے قاتل سے دیت یا قصاص کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بشیر منافق کے قرابت دار اور ورثاء بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور خون بہا لینے کا مطالبہ کرتے ہوئے حلفاً کہنے لگے ہم تو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس احسان و بھلائی کے ارادے سے گئے تھے کہ وہ ان دونوں کے درمیان صلح کروادیں جب کہ آپ کی شان میں بے ادبی تو ہین و گستاخی فیصلہ سے انحراف یا انکار کی تو نیت ہی نہ تھی۔

لہذا ہمیں ہمارے مقتول کا خون بہا دیا جائے لہذا ہم خون کا بدلا خون سے لیں گے اللہ عز و جل نے انکی نفسیات و صفات سے آگاہ کرتے ہوئے اپنے حبیب ﷺ کو قرآن میں کچھ یوں مخاطب فرمایا۔

اولئك الذين يعلم الله ما في قلوبهم فاعرض عنهم۔ ﴿سورة النساء، آیت ۶۵﴾

یہ وہ (منافق) لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا پھر پس آپ ان سے اپنا رخ پھیر لیں۔ تفسیر مظہری میں مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کچھ یوں بیان کی گئی ہے۔

فاعرض عنهم ای عن قبوله اعتذارهم او عن اجا بتهم فی مطالبه دم المقتول فان دمہ صدر

﴿تفسیر مظہری 156:2﴾

آپ نے عذر کو قبول کرنے مقتول کے خون کے مطالبے کا جواب دینے سے انکار کر دیں کیونکہ اس کا خون رائیگاں وضائع ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام قتل کو درست قرار دیتے ہوئے اور اس پر شہادت کی گواہی کیلئے جبرائیل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے عرض کی۔

ان عمر فرق بین الحق والباطل ﴿تفسیر مظہری 154:2﴾

یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حق و باطل میں فرق کر دیا ہے۔ اس پر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تارنجی و بے مثال لقب عطا فرمایا جو آپ کی پہچان بن گیا۔

فقال النبی العمر انت الفاروق ﴿تفسیر کبیر 10﴾

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے عمر آج سے تم فاروق (حق و باطل میں بڑا فرق کرنے والا) ہو گئے۔

یہاں یہ بات نہایت ہی قابل غور ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو توبہ کا موقع دیئے بغیر اور نیت پوچھے بغیر اور حضور ﷺ سے اجازت لئے بغیر بلا تاخیر اس منافق کو قتل کر دیا سرے سے توبہ کا موقع ہی نہ دیا۔ اور نہ ہی کوئی تین، چار، پانچ رکنی مہینج بنایا کہ تحقیق کریں اس کا یہ فعل گستاخی ہے یا نہیں اور نہ ہی اس سے دوبارہ سوال کیا کہ ارے اے شخص تو میرے پاس کس نیت سے آیا تجھے نبی ﷺ

کا فیصلہ کیوں قبول نہیں؟

نہیں نہیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کوئی ایسا اقدام نہ کیا اور فی الفور اس گستاخ کی گردن تن سے جدا کر دی جب اسکی اطلاع حضور ﷺ کو دی گئی اور شوشہ چھوڑا گیا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قتل ناحق کر دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا نہیں عمر رضی اللہ عنہ قتل ناحق نہیں کر سکتا۔ یہاں حضور ﷺ چاہتے تو کوئی تین، چار، پانچ رکنی کمیٹی بنا دیتے سارے واقعہ کی تحقیق کی جاتی گواہوں کے بیان ریکارڈ کروائے جاتے پھر حضور ﷺ فیصلہ فرماتے یہ صرف حضور ﷺ نے ہی گواہی نہ دی بلکہ قرآن نے بھی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو درست قرار دے دیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا قرار دے دیا لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج اگر کسی گستاخ رسول کے حوالے سے اعلیٰ حکام یا عدلیہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو نام کے مسلمان ڈالروں اور پاؤنڈز کی پیداوار اپنے آقاؤں کے اشارہ پر چلتے ہوئے اس کی رہائی کی راہیں تلاش کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دیگر کیسز کے مجرم تو سزا پاتے ہیں لیکن گستاخ رسول کو سزا دی گئی ہو اسکی مثال نہیں ملتی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

حضرت ابو بکر ازہ سلمی سے مروی ہے کہ ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے اسی دوران اس مجلس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر بہت غصہ فرمایا یہاں تک کہ آپ کا رنگ متغیر ہو گیا جب میں نے یہ حالت دیکھی تو عرض کی۔

فقلت تاذن لی یا خلیفۃ رسول اللہ اضرب عنقه ﴿ابو داؤد کتاب الحدود 2:252﴾

اے خلیفہ رسول! مجھے اجازت دیں میں اس گستاخ کی گردن اڑا دوں۔

فان اکنت فاعلا لو امرتک فلت نعم ﴿ابو داؤد کتاب الحدود 2:252﴾

آپ نے فرمایا اگر میں تجھے اس کے قتل کرنے کا حکم دیتا تو کیا ایسا ہی کرتے عرض کی ہاں ایسا ہی کرتا۔

اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا۔

قال لا واللہ ما کنت بشر بعد محمد ﴿ابو داؤد کتاب الحدود 2:252﴾

نہیں حضور ﷺ کے بعد کسی بھی فرد کو یہ حق حاصل نہیں۔

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے صحابہ کو یہ فتویٰ جاری کیا کہ کسی بھی فرد کی توہین و تنقیص بے ادبی و گستاخی پر قتل کی سزا نہیں ہو سکتی۔ سوائے ذات مصطفیٰ ﷺ کی بے ادبی و گستاخی پر پوری کائنات میں یہ مرتبہ و مقام یہ عزت و شان یہ خصوصیت و امتیاز صرف اور صرف امام الانبیاء علیہ السلام کی ہی ذات کو حاصل ہے گویا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ رسول کے منصب پر فائز ہو کر اسلامی ریاست کے حاکم (حکمران) ہونے کی حیثیت سے اسلامی ریاست و مملکت میں قانون توہین رسالت کو بیان فرمادیا جس کی رو سے اسلامی ریاست و مملکت میں بے ادبی و گستاخی کی سزا موت ہے اگر آج اس قانون صدیقی کو باقی رکھا جاتا ہے تو کسی کے پیٹ میں تکلیف کیوں ہوتی ہے۔

مذکورہ حدیث کی وضاحت بیان کرتے ہوئے۔ قاضی ابو محمد بن نصر فرماتے ہیں:

لم يخالف عليه احد و استدلال الاثمه بهذا الحديث على قتل من انحضب النبی بكل ما اغضبه او اذاه او سبه

﴿شفاء 2: 196﴾

جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کو (قول و فعل حرکت و اشارہ تحریر و تقریر) کسی بھی صورت میں غضبناک کرے یا آپ کو سب شتم کرے تو اسکی سزا قتل پر تمام آئمہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کسی فرد نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔

غور فرمائیں! حکمران اسلامی ریاست کا قانون بیان فرما رہا ہے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دے رہا ہے اس لئے تو غصہ پی گئے کہ کہیں میری محبت میں یہ میرا دیوانہ اس کو قتل نہ کرے حالانکہ یہ خاصا صرف حضور ﷺ کا ہے۔

اور آج کے حکمران ہیں کہ بنے ہوئے قانون پر عمل تو کیا کروانا ہے اس بنے ہوئے قانون کو تنقید کا نشانہ بنا دیتے ہیں کہ ہم سیاست عبادت سمجھ کے کرتے ہیں میں پوچھنا چاہتا ہوں اگر ایسی سیاست کا نام عبادت ہے تو صحابہ نے ایسی سیاست کیوں نہ کی؟ صحابہ نے کبھی کسی گستاخ رسول کو معاف کیوں نہ کیا؟ وہ تو یہ کہہ سکتے تھے کہ اب حضور ﷺ ہم میں ظاہری طور پر حیات نہیں ہیں اب کون سا حضور ﷺ کی بظاہر دل آزاری ہوگی لہذا گستاخ رسول کیلئے یہ سزا نہیں ہونی چاہئے اب یہ سزا ختم کر دینی چاہئے یہ مشورہ اس وقت کے کسی وزیر یا مشیر نے کیوں نہیں دیا؟

افسوس ہے! ایسے نااہل سیاستدانوں پر جو جعلی ڈگریاں لے کر آج کی جھوٹی گناہوں بھری سیاست کو عبادت کہہ کر دونوں کو بدنام کر

رہے ہیں۔

باب نمبر 4:

آئمہ و بزرگان دین کے اقوال سے 295c کا نفاذ

توہین مدینہ پر امام مالک کا فتویٰ:

شفاء شریف میں قاضی عیاض علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ایک شخص نے کہا کہ مدینہ طیبہ کی مٹی خراب ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فتویٰ دیا کہ اسے تیس (30) درے مارے جائیں اور قید کیا جائے۔ اور فرمایا، ”کہ ایسا شخص تو اسی لائق ہے کہ اس کی گردن ماردی جائے وہ (مقدس) زمین جس میں رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے ہیں اس کی نسبت گمان کرتا ہے کہ وہ خراب ہے۔

سنت کی توہین پر چہرہ سیاہ ہونا:

ایک عالم دین کا بیان ہے کہ ہمارے پاس ایک شخص تھا جو مسلسل روزے رکھا کرتا تھا مگر روزہ دیر سے کھولتا تھا ایک دن اس نے خواب میں دیکھا کہ دو سیاہ فام آدمی اس کے بازو اور کپڑے پکڑ کر شعلے والے تندور میں ڈالنے کیلئے اسے لیجا رہے ہیں وہ ان سے کہتا ہے

مجھے اس میں کیوں ڈالتے ہوں۔ وہ بولے کیوں کہ تم رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف کرتے ہو کہ آپ ﷺ نے جلدی روزہ کھولنے کا حکم دیا تھا مگر تو دیر کر کے کھولا کرتا ہے اس کے بعد جب وہ اٹھا اس کا چہرہ آگ کے شعلے سے سیاہ ہو چکا تھا اور وہ چہرے پر نقاب ڈالے رہتا تھا۔

گستاخ رسول جل کر راکھ:

وہابیہ کا امام ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن کثیر نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک نصرانی مدینہ میں جب **اشہد ان محمد رسول اللہ** سنتا تو کہتا کذاب جل جائے ایک مرتبہ رات کو اس کے خادم نے گھر میں آگ جلائی کوئی پتنگاڑا جس سے گھر میں آگ لگ گئی وہ شخص اور اس کا گھر بار سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا۔ ﴿تفسیر ابن کثیر جلد 1 صفحہ 114﴾

شاتم رسول کے قتل کی مستند حدیث سنانے پر ایک ہزار درہم انعام پایا:

امام ابن حزم نے اپنی معرکہ الآراء تصنیف اعلیٰ میں ابن عبد الممالک سے متعلق شاتم رسول ﷺ کے بارے میں ذکر اس طرح کیا ہے علی بن المدینی ایک مرتبہ خلیفہ ابن عبد الممالک کے پاس آئے تو اس نے ان سے پوچھا کہ تم کو کوئی ایسی حدیث معلوم ہے جو شاتم رسول کے بارے میں مستند ہو علی ابن المدینی اثبات میں جواب دیتے ہوئے عبد الرزاق بن ہمام صاحب المصنف کی وہ حدیث سنائی جس میں حضرت خالد بن ولید نے آپ ﷺ کے حکم پر شاتم رسول کو قتل کیا تھا جس پر خلیفہ نے علی ابن المدینی کو خوش ہو کر ایک ہزار درہم بطور انعام دیئے۔

شاتم رسول کو قتل کروانا:

دور ملوکیت میں عرب حکمرانوں کا طرز و بود باش اگرچہ سلد الحسین عجمہ کی طرح تھا یعنی غیر اسلامی تھا لیکن ملک کا قانون عام شریعت کے تابع تھا اس ضمن میں ایک واقعہ صاحب المصنف کے حوالے سے نقل کر رہے ہیں ہو اس طرح کہ ایوب بن الحکی (جو عبد الممالک کے دور حکومت میں حاکم عدن مقرر ہوئے تھے) جب عدن پہنچے تو ان کے سامنے ایک نصرانی کو لایا گیا جس نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی ایوب نے اس کے بارے میں عبد الرحمن صمنانی سے مشورہ کیا جنہوں نے اس جرم کی پاداش میں اس کے قتل کا فتویٰ دیا تو اس کو قتل کر دیا گیا عبد الرحمن صمنانی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اکتساب علم کیا اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ ہیں پھر ایوب نے اس بارے میں عبد الممالک کو خبر دی جس پر اس نے جواب دیا تم نے بالکل ٹھیک کیا ہے۔

فقہاء اندلس کا فتویٰ:

فقہائے اندلس نے بالاتفاق حاتم طلیطی کے قتل اور سولی کا فتویٰ دیا تھا جس نے ایک مناظرے کے دوران رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو یتیم اور اعلیٰ خسر کہا تھا اور اس خیال کا اظہار کیا کہ آپ ﷺ کا زہد اختیاری نہیں تھا بلکہ اگر آپ ﷺ کو دنیا کی نعمتیں میسر ہوتیں تو آپ ﷺ انکو استعمال فرماتے۔

گستاخ رسول کو پھانسی کی سزا:

ابراہیم بہت سے علوم میں مہارت رکھنے والا شاعر تھا اور قاضی ابوالعباس طالب کی مجالس مناظرہ میں اکثر حاضر ہوا کرتا اس پر یہ

الزام عائد ہوا کہ اس نے اپنے بہت سے اشعار میں اللہ تبارک و تعالیٰ، انبیاء کرام علیہم السلام، اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے اسے قاضی یحییٰ بن عمر کی عدالت میں پیش کیا گیا اس وقت عدالت میں دوسرے بہت سے فقہاء موجود تھے قاضی نے اس کی پھانسی اور قتل کا حکم دیا چنانچہ اسکو پھانسی پر لٹکا دیا گیا بعض نے لکھا ہے کہ جب سولی پر لٹکا یا گیا تو وہ لکڑی خود بخود چکر کھانے لگی جب اس کا چہرہ قبلہ کی طرف سے پھر گیا تو لکڑی ٹھہر گئی لوگوں نے اس واقعہ کو اللہ عز و جل کی نشانی سمجھ کر بلند آواز سے تکبیر کہی اس کے بعد ایک کتا آیا اور ابراہیم کا خون پی گیا یحییٰ بن عمر نے کہا کہ آپ ﷺ نے صحیح اشارہ فرمایا کہ کتا مسلمان کا خون نہیں پیتا۔

گستاخ رسول کے سر قلم کا حکم:

(موسیٰ بن مہدی) دین کے معاملے میں بہت سخت تھا اس نے دین کو قرآن و حدیث کی روشنی ہی میں تسلیم کیا اس دور میں طرح طرح کے (یونانی، ایرانی) فلسفے اسلام میں داخل کیے جا رہے تھے۔ ہادی نے ان سب کی سرکوبی کیلئے بڑی کوشش کی اس کے خلاف سخت معرکہ رکھا انکی بڑی تعداد قتل کروائی اس کا یقین تھا کہ ایمان کی بنیاد رسول اللہ کی محبت ہے جو آپ کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اس کا سر قلم کر دیا جائے۔

ایک دفعہ ایک شخص کو خلیفہ ہادی کے دربار میں گرفتار کر کے لایا گیا کہ وہ قبیلہ قریش کے لوگوں کو گالیاں دیتا تھا۔ ہادی نے پوچھا کیا تم نے بلا استثناء کے تمام اہل قریش کو گالیاں دی ہیں اس نے اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے کہا ہاں میں نے بلا استثناء سب کو برا بھلا کیا ہے ہادی نے جلا دو حکم دیا کہ چونکہ اس نے قریش کو گالیاں دینے میں رسول اللہ ﷺ کی پاک ذات کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا اس طرح رسول اکرم ﷺ کی اہانت کا مرتکب ہوا اس لئے اس کا سر قلم کر دو چنانچہ اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ ﴿تاریخ خطیب جلد 22﴾

قبر انور کی توہین کا ارادہ اور عبرتناک انجام:

91 ہجری میں اموی خلیفہ ولید عبدالملک کے حکم سے مدینہ منورہ کے گورنر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسجد نبوی کی تعمیر کیلئے قبر انور کے حجرہ کی دیواروں کو منہدم کرنے کا حکم دیا دیوار گرتے ہی قبر انور نظر آنے لگی ایک رومی معمار نصرانی تھا اس نے یہ دیکھا کہ اس وقت مسجد میں کوئی مسلمان موجود نہیں ہے اپنے نصرانی ساتھیوں سے کہا کہ میں معاذ اللہ پیغمبر اسلام کی قبر انور پر پیشاب کروں گا۔

اس کے ساتھیوں نے اس کو اس ناپاک حرکت سے ہر چند منع کیا وہ نہ مانا اور اس ارادہ سے چلا ہی تھا کہ اوپر سے ایک پتھر اس کے سر پر گرا اور اس کا بھیجا پاش پاش ہو کر بکھر گیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر بہت سے نصرانی معمار مشرف باسلام ہو گئے۔

﴿وفاء الوفاء جلد 3 صفحہ 510﴾

جھوٹے سوداگر کا عبرتناک انجام:

یوحنا ایک عیسائی سوداگر تھا وہ اپنا مال بیچنے کیلئے بطور فریب یہ صدا لگایا کرتا تھا، قسم ہے محمد ﷺ کی میرے مال سے بہتر کہیں مال نہ ملے گا کتنا ہی ڈھونڈو گے اس کے ہم پیسہ مسلمان تاجروں نے اس سے کہا۔ یوحنا تو ہمارے پیغمبر خدا علیہ السلام کا مقدس نام ہر وقت لیتا رہتا ہے کہ جو لوگ تم سے ناواقف ہیں وہ تجھے مسلمان سمجھیں ہم ہرگز اس بات کو برداشت نہیں کرتے کہ جھوٹی باتوں پر تو ہمارے رسول ﷺ کا

پاک نام لے کر ان کی قسمیں کھائے۔ یوحنا نے معذرت کر لی کہ اس کی نیت یہ تھی کہ مسلمان کے دل کو کسی طرح تکلیف پہنچے۔ لوگ یوحنا کو پکڑ کر قاضی کے پاس لائے جس نے اسے چار سو درے لگانے کا حکم دیا اس سزا کے بعد یوحنا کو گدھے کی دم کی طرف منہ کر کے سوار کرایا گیا اور اس صدا کے ساتھ اس کی تشہیر کی گئی کہ دیکھو یہ ہے سزا اس کی جو پیغمبر خدا کی جناب میں بے ادبی کرتا ہے اس کے بعد اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر زندان میں ڈال دیا گیا۔ ﴿عبرت نامہ اندلس﴾

حارث دمشقی کی ذلت میں گرفتاری:

جب حارث کے استدرج اور شعبدوں نے شہرت اختیار کر لی اور خلق خدا زیادہ گمراہ ہونے لگی تو ایک شقی رئیس قاسم بن نجیرہ اس کے پاس آیا کہ تم کیا چاہتے ہو کس چیز کے دعویدار ہو حارث آگے سے بولا۔

”میں اللہ کا نبی ہوں“ قاسم نے کہا: اے دشمن خدا! تو بالکل جھوٹا ہے حضرت خاتم المرسلین ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو چکا ہے۔ قاسم وہاں سے اٹھ کر سیدھا خلیفہ وقت عبد المالك بن مروان کے پاس گیا اور ملاقات کرنے کے بعد حارث کے دعوہ نبوت اور لوگوں کی بد اعتقادی کا تذکرہ کیا عبد المالك نے حکم دیا کہ حارث کو گرفتار کر کے دربار میں پیش کیا جائے۔ جب پولیس پہنچ چکی تو وہ بیت المقدس فرار ہو چکا تھا حارث نے وہاں اپنی باقاعدہ نبوت کی دکان کھول لی اور لوگوں کو گمراہ کرنے لگا۔

بصرہ کے ایک سمجھدار شخص نے حارث سے ملاقات کی اور بعد دیر تک اس سے تبادلہ خیال کیا جس سے اس کو یقین ہو گیا کہ وہ جھوٹا ہے اور خلق خدا کو گمراہ کر رہا ہے یہ شخص بہت عرصہ حارث کے پاس رہا جب اس کو اعتماد میں کر لیا تو یہ کہہ کر کہ میں بصرہ جا رہا ہوں اور وہاں آپ کی نبوت کی طرف دعوت دوں گا پھر وہ شخص سیدھا خلیفہ عبد المالك کی خدمت میں پہنچا اور حارث کی شرانگیزیوں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ کچھ آدمی میرے ساتھ کر دیں تو حارث کو گرفتار کر کے یہاں لاؤں گا خلیفہ عبد المالك نے چالیس سپاہی اس کے ساتھ کر دیئے۔ وہ پوری رات کے وقت حارث کی قیام گاہ پر پہنچا اور اپنے ساتھیوں کو قریب ہی کہیں چھپا دیا کہ جب آواز دوں تو سب اندر آ جانا بصری چونکہ حارث کا معتمد تھا اس لئے کسی نے نہ روکا اندر جاتے ہی ساتھیوں کو آواز دی اس طرح اس کو پاؤں میں زنجیر ڈال کر روانہ ہوئے۔ تمہارے پیغمبر کا نام کبھی نہ لوں گا اور لعنت ہے اس پر جو نام لے۔

لوگ یوحنا کو پکڑ کر قاضی کے پاس لائے جس نے اسے چار سو درے لگانے کا حکم دیا اس سزا کے بعد یوحنا کو گدھے کی دم کی طرف منہ کر کے سوار کرایا گیا اور اس صدا کے ساتھ اس کی تشہیر کی گئی کہ دیکھو یہ ہے سزا اس کی جو پیغمبر ﷺ کی جناب میں بے ادبی کرتا ہے۔

اس کے بعد اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر زندان میں ڈال دیا گیا۔ ﴿عبرت نامہ اندلس﴾

اب آئیے! ائمہ و فقہاء کرام کے ان تاریخ ساز فتوؤں پر بھی نظر ڈالتے ہیں جو انہوں نے اپنے مبارک ادوار میں ناموس رسالت ﷺ کے ایک سپاہی کی حیثیت سے جاری کئے تاکہ امت مسلمہ پر حضور ﷺ کے جو حقوق ہیں مسلمان اس میں غفلت نہ برتیں ان نفوس قدسیہ نے ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی بیان کر دیا جن سے ذہن میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتا تھا۔ قرآن پاک میں اللہ عز وجل نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ

أَعْمَلُكُمْ وَ أَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٢٠﴾ ﴿پارہ ۲۶، الحجرات: ۲﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلا تے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

فقہاء کرام نے اس آیہ کریمہ کی روشنی میں ایسی جملہ چھوٹی سے لے کر بڑی چیزوں کو بیان کیا ہے جو کہ بے ادبی و گستاخی اور شان رسالت ﷺ کی عزت و حرمت، عظمت و تکریم کے خلاف صادق آتی ہیں۔ غرضیکہ ہر وہ چیز جس کا حضور ﷺ کے ساتھ ربط و تعلق ہے اس کے متعلق ادنیٰ سی گستاخی بھی خرمن ایمان کو خاکستر کر سکتی ہے اس لئے کمال تقویٰ و ادب یہی ہے کہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ ایسے قول و فعل سے بچا جائے جو بارگاہ نبوت کے ادب اور تقدس کے خلاف ہو اس لئے کہ

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

انہی وجوہ کی بنا پر امت مسلمہ کے ایمان کی بقاء و سلامتی کی خاطر فقہاء کرام نے ایسی تمام چیزوں کی نشاندہی کر دی ہے جو بے ادبی و گستاخی کی راہ پر گامزن کرتی ہیں۔

عیب و نقص کا انتساب کفر اور باعث قتل ہے:

ہر وہ شخص جو حضور ﷺ کی ذات اقدس میں عیب و نقص کا متلاشی ہو آپ کے اخلاق و کردار، عظمت و سیرت، خصائل و اوصاف حمیدہ، نسب پاک کی طہارت و پاکیزگی اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کی عظمت و حرمت کی طرف کمی و خامی اور عیب منسوب کرنے کے لئے نہ وہ صرف سرگرداں ہو بلکہ عملاً ایسا کر بھی رہا ہوتی کہ آپ کے ذکر مبارک کا چرچا عام کرنے کی بجائے اسے کم کرنے اور گھٹانے کی فکر اور مرض میں مبتلا ہو تو ایسا شخص واجب القتل ہے۔

ایک طرف نظر ڈالتے ہیں تو ان فقہاء کے یہ تاریخ ساز فتوے نظر آتے ہیں جب دوسری جانب نام نہاد کرائے کے ملاں اور چندٹی وی اینکرز حضور ﷺ کے گستاخ کی رعایت کی بات کرتے ہیں اور بطور بحوالہ ان فقہاء کا کوئی ایک قول پیش کرتے ہیں جس کا مقصد حالانکہ کچھ اور ہوتا ہے۔ اب آئیے! ذرا قاضی عیاض علیہ الرحمہ کے مبارک بیان کی طرف اس چیز کو قاضی عیاض علیہ الرحمہ تفصیلاً بیان کرتے ہیں:

”ہر وہ شخص جس نے حضور ﷺ کو گالی دی یا آپ کی طرف کوئی عیب منسوب کیا یا آپ کی ذات اقدس کے متعلق اور نسب و حسب اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام یا آپ کی عادات کریمہ میں سے کسی عادت کریمہ کی طرف کوئی نقص و کمی منسوب کی یا اشارۃً و کنایۃً آپ کی شان اقدس میں نامناسب و ناموزوں بات کہی یا آپ کو کسی شے سے گالی دینے کے طریق پر تشبیہ دی یا آپ کی شان کی عظمت و تقدس اور رفعت کی تنقیص و کمی چاہی، یا آپ کے مقام و مرتبے کی کمی کا خواہش مند ہوا یا عیب جوئی کی تو فرماتے ہیں:

”فہو سَاب وَالْحَكَمُ فِيهِ حَكَمُ السَّابِ يَقْتُلُ۔ الشفاء، ج ۲، ص ۹۳۲﴾

یہ شخص سب و شتم کرنے والا ہے اس میں گالی دینے والے کا حکم ہی جاری ہوگا اور وہ یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔
 آگے فرماتے ہیں کہ یہ گستاخی صراحۃً کرے یا اشارۃً کرے اس میں دونوں صورتیں برابر ہیں اسی طرح وہ شخص جو (معاذ اللہ)
 آپ پر لعنت بھیجے یا آپ کے حق میں بددعا کرے یا آپ کے نقصان کا خواہش مند ہو یا آپ کی طرف بطریق مذمت ایسی چیز منسوب
 کرے جو آپ کے شایان شان نہ ہو یا آپ کی ذات مقدسہ کے متعلق جہالت و حماقت سے نخس و قبیح قسم کا کلام کرے یا حدیث کا انکار
 کرنے والا ہو یا آپ کی طرف جھوٹی بات کا انتساب کرے، یا آپ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ کو تکلیف و آزمائش میں
 ڈالنے والی ہو یا آپ کے عوارض بشریہ کے بارے میں زبان طعن دراز کرے جو فطرتاً اور عادتاً آپ اور سب انبیاء علیہم السلام کے مابین
 پائے جاتے ہیں، اس پر آخر میں فرماتے ہیں:

”وہذا کلمۃ اجماع من العلماء و ائمة الفتوی من لدن الصحابة رضوان اللہ علیہم اجمعین الی ہلم جرا“

﴿الشفاء، ج ۲، ص ۹۳۳﴾

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور سے لے کر آج تک علماء اور ائمہ فتاویٰ کے مابین اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم رسول مستحق قتل
 ہے۔

ائمہ فقہاء نے یہ بھی فرمایا جو مسلمان حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی و اہانت کا ارتکاب کرے اس کے اس طرز عمل کی بناء پر اس کی بیوی
 اس کے عقد سے آزاد ہو جائے گی۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”ایما رجل مسلم سب رسول اللہ او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر“

کوئی بھی مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا آپ کی تکذیب کرے یا عیب جوئی کرے یا آپ کی شان میں کمی کرے اس نے
 یقیناً اللہ کا انکار کیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ (جدا ہو گئی)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”کل من شتم النبی او تنقصہ مسلماً کان او کافراً فعليه القتل“۔ ﴿الصارم المسلول، ص ۵۲۵﴾

ہر وہ شخص جو حضور اکرم ﷺ کو سب و شتم کرے یا آپ کی تنقیص و تحقیر کرے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اس پر سزائے قتل لازم ہے۔

”من سب رسول اللہ ﷺ او شتمہ او عابہ او تنقصہ قتل مسلماً کان او کافراً ولا یستتاب۔“

﴿الصارم المسلول، ص ۵۲۶﴾

جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کو گالی دی یا آپ کی طرف عیب منسوب کیا یا آپ کی شان اقدس میں تنقیص و تحقیر کا ارتکاب کیا خواہ
 وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

ابن تیمیہ نے مختلف ائمہ کرام کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

”قد اتفقت نصوص العلماء من جميع الطوائف على ان التنقص له كفر مبيح للدم ولا فرق في ذلك بين ان لا

يقصد عيبه بل المقصود شئ آخر حصل السب تبعاً له او لا يقصد شيئاً من ذلك بل يهزل ويمزح او يفعل غير ذلك“

﴿الصارم المسلول، ص ۵۶۷﴾

تمام مکاتیب فکر کے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف عیب و نقص منسوب کرنے والا کافر اور مباح الدم ہے۔ اس میں یہ فرق نہیں کیا جائے گا کہ اس نے عیب کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ مقصد کوئی اور بات تھی اور گستاخی تبعاً ہوگی یا اس نے عیب جوئی کا ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ طنز و مزاح وغیرہ کیا ہے۔

حسین احمد مدنی نے ”الشہاب الثاقب“ میں لطائف رشیدیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ

”لفظ بت یا ضم یا آشوب ترک یافتہ عرب“

حضور ﷺ کی نسبت یہ الفاظ قبیحہ بولنے والا اگرچہ حقیقی معنی مراد نہ بھی لے اور نہ ہی مجازی معنی کا قصد کرے تاہم پھر بھی یہ طریقہ ابہام گستاخی و اہانت اور اذیت حق تعالیٰ اور جناب رسول ﷺ سے خالی نہیں۔

جن الفاظ میں ابہام گستاخی و بے ادبی کا پہلو نکلتا تھا ان کو بھی باعث ایداء جناب رسالت مآب ﷺ ذکر کیا اور آخر میں فرمایا پس ان کلمات کفر کے لکھنے والے کو جہاں تک ہو سکے شدت سے منع کرنا چاہئے اگر باز نہ آئے تو قتل کر دینا چاہئے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول امین ﷺ کا گستاخ و مودی ہے۔ ﴿الشہاب الثاقب، ص ۵۰، ۵۱﴾

مزید اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے صفحہ ۵۷ پر لکھا ہے: ”جو الفاظ موہم تحقیر بحضور سرور کائنات ﷺ ہوں اگرچہ ان کے کہنے والے نے نیت حقارت بھی نہ کی ہو مگر پھر بھی ان کے کہنے سے کافر ہو جائے گا۔ ﴿الشہاب الثاقب، ص ۵۰، ۵۱﴾

اشارۃ و کنایۃ بھی زبان طعن دراز کرنا کفر ہے:

اشارۃ یا کنایۃ تو ہین رسالت ﷺ کرنا بھی کفر ہے بعض کم بخت تو ذکر مصطفیٰ ﷺ کو نہایت بے ادبی سے کرتے ہیں اور بعض اوقات صراحۃً تو نہیں کرتے مگر مقصود تو ہین رسالت ﷺ ہی ہوتی ہے اور اپنے زعم فاسد میں پھر بھی اپنے آپ کو مسلمان سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ پھر بھی دین کے ٹھیکیدار بن رہے ہوتے ہیں حالانکہ بارگاہ نبوت ﷺ میں معمولی و ادنیٰ سی بے ادبی و گستاخی بھی دولت ایمان کو جلا کر ہمیشہ کے لئے خاکستر کر دیتی ہے۔ پھر ضلالت و گمراہی، تاریکی و ظلمت کی وادی میں بھٹکنا انسان کا مقدر بن جاتا ہے اس لئے علماء و مفکرین ہر دور میں امت مسلمہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کے ادب و تعظیم کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کی متضاد صفت بے ادبی و گستاخی کے دروازوں کی قفل بندی کر کے انہیں ہمیشہ کے لئے مسدود بھی کرتے رہے ہیں اور گستاخانہ طرز عمل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نتائج و عواقب سے آگاہ بھی کرتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔

”من اذى رسول الله بطعن فى شخصه او دينه او نسبه او صفة من صفاته او بوجه من الوجوه الشين فيه صراحة

او كناية او تعريفاً او اشارة كفو و لعنه الله فى الدنيا والاخرة واعد له عذاب جهنم“ ﴿تفسير مظهرى، ج ۷، ص ۳۸۱﴾

جس شخص نے حضور ﷺ کو اشارۃً وکنایۃً، صریح و غیر صریح طریق سے عیب کی جملہ وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے یا آپ کی صفات میں سے کسی ایک صفت میں، آپ کے نسب میں، آپ کے دین میں یا آپ کی ذات مقدسہ کے متعلق کسی قسم کی زبان طعن دراز کی تو وہ کافر ہوا اللہ نے دنیا و آخرت میں اس پر لعنت کی اور اس کے لئے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے حضور ﷺ کے موئے مبارک کو حقارت و تضحیک، استخفاف و اہانت کے انداز میں بطور تصغیر ”شُعِيرَةٌ“ (معمولی چھوٹے بال والا) کہہ دیا تو اس کی گستاخی کے سبب وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ ﴿الشفاء، ج ۲، ص ۳۸۶﴾

حضور ﷺ سے زیادہ علم کا اثبات:

علامہ شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے حضور ﷺ پر کسی کی علمی فضیلت و برتری ثابت کرتے ہوئے یوں کہا ”فلان اعلم منہ“ کہ فلاں شخص حضور ﷺ سے بھی زیادہ صاحب علم ہے۔ اس طرح کہنے سے حضور ﷺ کی طرف عیب و نقص منسوب کرنے کا مرتکب ٹھہرے گا۔ یہ طرز عمل گستاخی بارگاہ رسالت مآب ﷺ کا آئینہ دار ہے اس لئے وہ کافر ہو جائے گا۔

﴿نسیم الریاض، ج ۴، ص ۲۳۶﴾

بوجہ اہانت، فقیر و مسکین کھنا:

باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضور ﷺ کی نسبت ارشاد فرمایا:

وَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

امام زرکشی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی دونوں حالتوں کا ذکر موجود ہے مگر باوجود اس کے حضور ﷺ کو فقیر یا مسکین کھنا جائز نہیں بایں وجہ کہ آپ ہی بعد از خدا سب سے بڑے غنی ہیں۔ ﴿نسیم الریاض، ج ۴، ص ۳۳۶﴾

وجود مصطفیٰ ﷺ کو نعمت عظمیٰ ماننے سے انکار:

امت مسلمہ کو دوسری امم پر جس قدر فضیلت و برتری اور فوقیت حاصل ہے یہ سب کچھ حضور ﷺ کی وجہ سے ہے۔ اللہ رب العزت کا امت مسلمہ پر احسان عظیم ہے کہ اس نے اپنے حبیب ﷺ کو خاتم النبیین کی خلعت پہنا کر اس امت میں مبعوث فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ ﴿پ ۴، آل عمران: ۱۶۴﴾

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

پروردگار عالم نے امت مسلمہ کو ان گنت و لاتعداد نعمتوں سے نوازا ہے لیکن کسی بھی نعمت پر احسان نہیں جتلا یا جس طرح حضور ﷺ

کی ذات اقدس کی صورت میں انہیں سب سے بڑی نعمت عطا کر کے جتایا ہے اب اگر کوئی فرد حضور ﷺ کو اللہ کی نعمت عظمیٰ تسلیم نہیں کرتا تو وہ درحقیقت آیات قرآنی کا انکار کر کے کفر و ضلالت کی راہ اختیار کر رہا ہے۔
علامہ زین العابدین ابن نجیم حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”یکفر بقوله ما كان علينا نعمته من النبي ﷺ لان البعثه من اعظم النعم۔ ﴿بحر الرائق، ج ۵، ص ۱۲۱﴾

جس شخص نے یہ کہا کہ حضور ﷺ کا وجود اقدس ہم پر نعمت کی حیثیت نہیں رکھتا (تو ایسا کہنے سے) اسے کافر قرار دیا جائے گا اس لئے کہ حضور ﷺ کی بعثت اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے۔
حضور ﷺ کے وجود مسعود کو نعمت عظمیٰ تسلیم کرنے سے انکار درحقیقت نبوت و رسالت محمدی ﷺ کا انکار ہے جو صریح کفر ہے اس لئے کہ ایمان کی تکمیل تو حید کے ساتھ ساتھ دہلیز نبوت پر جھکے بغیر کامل نہیں ہو سکتی۔

ناموزوں کلمات کا انتساب:

حضور نبی اکرم ﷺ اور جملہ انبیاء علیہم السلام نے دنیا میں اپنی حیات ظاہری کا مخصوص و مقرر عرصہ پورا کرنے کے بعد اس جہان فانی سے ظاہر اُپردہ فرمالیا اب وہ ہر دیکھنے والی آنکھ کو نظر نہیں آتے مگر بہت سی آنکھوں کو اپنی دید سے نوازتے بھی ہیں اس لئے کہ وہ حقیقتاً حیات ہیں۔

حضور ﷺ نے خود اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے اور ارشاد فرمایا:

ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبى الله حى يرزق ﴿ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۴﴾

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے پاکیزہ جسموں کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔

باوجود اس کے اگر کوئی سرور کائنات ﷺ کی حیات مقدسہ کا انکار کرتے ہوئے آپ کے ایمان کے متعلق تشکیک میں مبتلا ہو جائے تو امام زین العابدین ابن نجیم حنفی علیہ الرحمہ ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں۔

یکفر بقوله لا ادرى ان النبى ﷺ فى القبر مؤمن او كافر۔ ﴿بحر الرائق، ج ۵، ص ۱۲۱﴾

یہ قول کرنے والا شخص کافر ہو جاتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ حضور ﷺ قبر انور میں حالت ایمان میں ہیں یا (نعوذ باللہ) حالت کفر میں ہیں۔

مزید برآں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی فرد انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان اقدس میں گستاخی و بے ادبی، تنقیص و اہانت کا ارتکاب کرے اور ان کی طرف برائی، عیب کو منسوب کرے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

چادر مصطفیٰ ﷺ کی توہین کرنے والا قتل کیا جائے:

قربان جاؤں امام مالک کے عشق مصطفیٰ ﷺ اور جذبہ تحفظ ناموس رسالت پر کہ آپ نے گستاخ رسول کے قتل کا فتویٰ صادر فرما کر

رہتی دنیا تک تمام غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کو درس دے دیا کہ گستاخ رسول کسی رعایت کا حقدار نہیں ہو سکتا۔
امام مالک حضور نبی اکرم ﷺ کی چادر مبارک کی حرمت و تقدس کو قائم رکھنے اور اس کی تکریم و تعظیم کرنے کے لئے فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

روی ابن وهب عن مالك من قال ان رداء النبي ﷺ ويروى زر النبي ﷺ وسخ اراد عيبه قتل۔

﴿الشفاء، ج ۲، ص ۹۳۷﴾

امام ابن وهب علیہ الرحمہ نے امام مالک علیہ الرحمہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے یہ کہا کہ حضور ﷺ کی چادر میلی ہے یا قمیص مبارک کا آستین میلا ہے اور اس سے حضور ﷺ کے عیب کا ارادہ کیا تو ایسا شخص قتل کر دیا جائے گا۔

حضور کو یتیم یا مزدور کھنے والا قتل کیا جائے:

عاشق رسول کی لسٹ میں امام ابو الحسن قابسی کا بہت بڑا مقام ہے آپ عاشق صادق تھے کبار آئمہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے آپ نے بھی تحفظ ناموس رسالت کے مسئلہ پر کوئی رعایت نہیں برتی بلکہ گستاخ رسول کے لئے قتل کا فتویٰ جاری کیا۔
آئیے! ابو الحسن قابسی کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

افتی ابو الحسن القابسی فیمن قال فی النبی ﷺ الحمال یتیم ابی طالب بالقتل ﴿الشفاء، ج ۲، ص ۹۳۸﴾

ابو الحسن قابسی علیہ الرحمہ نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا جس نے حضور ﷺ کو (ارادہ اہانت سے) بوجھ اٹھانے والا (پانڈی، مزدور وغیرہ) اور ابو طالب کا یتیم کہا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ہر کام اپنے دست مبارک سے کیا۔ تکلیف و مشقت برداشت کی، اپنا اور دوسروں کا بوجھ اٹھایا، جب کبھی بازار سے کوئی چیز خریدتے تو اسے بذات خود اٹھاتے، راستے میں اگر کوئی صحابی مل جاتا اور حضور ﷺ کو اس عالم میں دیکھ کر وفور محبت و احترام سے آگے بڑھ کر سامان اٹھانے کی کوشش کرتا تو آپ فرماتے: 'سامان کے مالک کے لئے اپنا بوجھ خود اٹھانا زیادہ بہتر ہے'۔ آپ نے معاشرے کے غریب و نادار، بے سہارا افراد کا ہر طرح کا بوجھ اٹھایا، ان کی معاشی کفالت کی اور بنیادی ضروریات زندگی فراہم کیں حتیٰ کہ ان کے گھریلو کام کاج میں بھی مدد و معاونت کی۔

جہاں تک حقیقت یتیمی کا تعلق ہے تو آپ کے والد ماجد آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے، آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب اور چچا ابو طالب نے آپ کی پرورش کی، یہ سب مبنی بر حقیقت ہے اس سے انکار نہیں مگر اس کے باوجود اگر کسی فرد نے اہانت و تنقیص، تحقیر و استخفاف کی نیت سے آقائے دو جہان ﷺ کو بوجھ اٹھانے والا اور یتیم ابی طالب کہا تو اسے اس گستاخانہ طرز عمل کے باعث قتل کر دیا جائے گا۔

نبی کے حسن کا منکر قتل کیا جائے گا:

اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کو حسن و جمال کی بے مثال نعمت سے نوازا، لیکن کچھ کم بخت پھر بھی حسنِ مصطفیٰ ﷺ کو نشانہ بناتے ہیں

ایسے گستاخ شان رسول کے لئے آئمہ نے قتل کا فتویٰ ارشاد فرمایا آئیے ایک نظر فتوے پر ڈالتے ہیں:

افتی ابو محمد بن زید بقتل رجل سمع قوما يتذاكرون صفته النبي ﷺ اذ مر بهم رجل قبيح الوجه واللحية فقال لهم تريدون تعرفون صفة هي في صفته هذا المار في خلقه ولحيته قال ولا تقبل توبته وقد كذب لعنه الله وليس يخرج من قلب سليم الايمان۔ ﴿الشفاء، ج ۲، ص ۹۳۹﴾

امام محمد بن ابی زید علیہ الرحمہ نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا ہے جو اس قوم کی باتیں سننے لگا جو حضور ﷺ کی مدح اور صفات جمیلہ کا تذکرہ کر رہی تھی اچانک ایک قبیح چہرے، داڑھی والا شخص وہاں سے گزرا تو وہ شخص ان سے کہنے لگا کیا تم حضور ﷺ کی صفت جاننا چاہتے ہو؟ تو حضور ﷺ کی صفت، خلقت اور داڑھی مبارک (معاذ اللہ) اس گزرنے والے کی صفت (کی طرح) ہے۔ امام محمد بن ابی زید نے یہ بھی فرمایا اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس لعنتی نے حضور ﷺ کے حسن سراپا کو گزرنے والے قبیح الوجہ سے تشبیہ دے کر جھوٹ بولا اللہ اس پر لعنت کرے اور اس طرح کی بات کسی ایسے شخص کے دل سے نہیں نکل سکتی، جس کا ایمان سلامت و محفوظ ہو۔

وہ حسن و جمال کا درخشندہ آفتاب جس کی ضیاء پاشیوں اور نورانیت کی قسمیں خود باری تعالیٰ نے کھائیں۔ جس کے جمال جہاں آراء کا مشاہدہ صحابہ کرام نے کیا۔ جب وہ چودھویں رات کے چاند کے ساتھ چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی نورانیت کا موازنہ کرتے تو چاند کی روشنی و نورانیت کو حسن مصطفیٰ ﷺ کے سامنے ماند پاتے۔

حضرت جابر بن سمرہ علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات چاند پورے جو بن پر تھا (اور ادھر حضور نبی اکرم ﷺ بھی تشریف فرما تھے) میں کبھی چاند کو اور کبھی سرخ دھاری دار چادر میں لپٹے ہوئے مدینے کے چاند کو دیکھا، حضور ﷺ مجھے چاند سے بھی کہیں زیادہ حسین معلوم ہوئے۔ ﴿ترمذی، داری﴾

اسی طرح ابو عبیدہ رضی اللہ عنہا سے کہا ہمارے سامنے رسول اللہ کا تذکرہ فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا: بیٹے تم اگر حضور ﷺ کا چہرہ اقدس دیکھ لیتے تو یوں محسوس کرتے جیسے سورج طلوع ہو گیا ہے۔ ﴿داری﴾ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزم خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

غرضیکہ وہ وجود اقدس جو انوار الہیہ کا مظہر اتم ہے اس کے بارے میں کوئی شخص عداوت و دشمنی، حسد و بغض اور کینے کی وجہ سے آپ کی نسبت کوئی گری ہوئی صفت منسوب کرے تو اس پر بھی آئمہ کرام نے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔

امام احمد بن سلیمان علیہ الرحمہ نے فرمایا:

من قال ان النبي كان اسود يقتل ﴿الشفاء، ج ۲، ص ۹۳۹﴾

جس شخص نے کہا کہ حضور ﷺ کا رنگ سیاہ ہے تو وہ قتل کیا جائے گا۔

جہالت کی نسبت پر قتل:

کوئی نادان و کم فہم حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو برابری و مساوات کی سطح و درجے پر لاتے ہوئے اور اپنی ذات پر قیاس کرتے ہوئے آپ کی طرف لاعلمی و جہالت کی بات منسوب کرے تو یہ نہ صرف کھلی گمراہی و ضلالت ہے بلکہ اس روش و طرز کی وجہ سے انسان وجوب قتل کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ فقہاء اسلام نے ایسے شخص کے قتل کا فتویٰ صادر کیا ہے۔

افتی ابو عبد اللہ بن عتاب فی عشار قال لرجل ادوا شک الی النبی ﷺ وقال ان سالت او جهلت فقد جهل و سال

النبی بالقتل۔ ﴿الشفاء، ج ۲، ص ۱۹۱﴾

ایک ظالم عشر و صول کرنے والے نے ایک شخص کو ستایا اور ٹیکس دینے کا مطالبہ کیا (مزید برآں) کہنے لگا بے شک میرے اس ظلم کی شکایت حضور ﷺ سے کر دینا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میں نے اگر (کسی معاملے میں) سوال کیا یا جاہل رہا تو (معاذ اللہ) حضور ﷺ بھی (بعض امور سے بے خبر) جاہل رہے اور انہوں نے بھی سوال کیا، اس پر امام عبد اللہ بن عتاب نے اس کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔

گستاخ رسول کو سولی پر چڑھانے کا فتویٰ:

فقہاء اندلس نے ابن حاتم طلیطلی کو قتل کرنے اور سولی چڑھانے کا فتویٰ دیا کیونکہ اس کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی، تحقیر و تنقیص اور استخفاف کا مرتکب ہونے کی معتبر شہادتیں موصول ہوئیں تھیں۔ اس نے ایک مناظرے کے دوران گستاخانہ لہجے میں حضور نبی اکرم ﷺ کو یتیم اور حیدر (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا سر کہا اور یہ گمان بھی کیا کہ

ان زہدہ لم یکن قصدا ولو قدر علی الطیبات اکلھا ﴿الشفاء، ج ۲، ص ۹۴۰﴾

حضور نبی اکرم ﷺ کا زہد اختیار نہیں (بلکہ اضطراری ہے) اور اگر آپ اچھے کھانے کھانے پر قدرت رکھتے تو ضرور انہیں کھاتے۔ اس سے اس کا مدعا سرور کائنات ﷺ کے زہد اختیاری پر زبان طعن دراز کرنا تھا۔ وہ اس بات کو فروغ دینا چاہتا تھا کہ حضور ﷺ کا زہد فقر اختیاری نہیں بلکہ اضطراری تھا۔ یہ نازیباں صریح گستاخی و بے ادبی ہے جبکہ حقیقت میں حضور اکرم ﷺ تو مقام رضا پر فائز ہیں۔ اگر آپ کسی چیز کی خواہش کرتے تو وہ طلب سے پہلے ہی مل جاتی۔ آپ ہی دنیا میں باری تعالیٰ کی عطا کردہ جملہ نعمتوں کے بانٹتے و تقسیم کرنے والے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انما انا قاسم واللہ یعطی ﴿صحیح بخاری، ج ۱، کتاب العلم﴾

میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں اور عطا کرنے والا اللہ ہی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے یہ قوت عطا کی تھی کہ اگر آپ چاہتے تو مکہ مکرمہ کے پہاڑ سونا بن جاتے مگر آپ ہر حال میں صبر و قناعت کرتے رہے اور یہی امت کو درس دیا یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اوصاف کی باوصف ذات اقدس کے بارے میں کوئی فرد بشر انگشت اعتراض بلند کرے تو وہ کیسے ملعون و مردود نہ ہوگا۔ بایں وجہ ائمہ کرام نے فقر اضطراری پر اصرار کرنے والے فرد کے قتل کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی گستاخی کفر ہے:

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کسی شخص نے یوں کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام اگر ممنوعہ دانہ پھل نہ کھاتے تو ہم شقی و بد بخت اور محروم نہ ہوتے تو اتنا کہنے سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح کسی شخص کے سامنے یہ بیان کیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کپڑا بننے تھے تو سننے والے نے کہا پھر تو ہم جو لاہے کی اولاد ہوئے۔ یہ کلمہ کہنے سے بھی وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ ﴿فتاویٰ بزازیہ بر حاشیہ عالمگیری، ۶: ۳۶۷﴾

سنت رسول ﷺ کی گستاخی کفر ہے:

ایمان بالرسالت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کی نسبت کسی بھی حوالے سے حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ اس کی تعظیم و تکریم کی جائے، اس در پر اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کے تمام وضع کردہ پیمانے اور معیارات ختم کر دیئے جائیں۔ یہاں تو فقط ایک ہی پیمانہ و معیار یعنی اطاعت و اتباع مصطفیٰ ﷺ ہی باقی رہ جاتی ہے۔ جو اس کو اپنالیتا ہے وہی دنیا و آخرت میں سرخرو ہوتا ہے۔ اسی منزل کی طرف گامزن کرنے کے لئے فقہاء کرام نے نہ صرف راستے کی رکاوٹوں سے آگاہ کیا بلکہ اس میں پھنس جانے کی صورت میں جن خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جن نتائج سے واسطہ پڑتا ہے ان سے بھی خبردار کیا ہے۔

گستاخ رسول کے قتل پر ائمہ کا اجماع:

ہر دور میں عشاق نے اپنی روایت برقرار رکھی جی ہاں! عہد نبی ﷺ سے لیکر آج جب بھی کسی گستاخ رسول نے سراٹھایا اہل قلم نے اس کا سر قلم کرنے کا حکم صادر فرمایا اور سعادت مند امتی نے اس فرض کو پورا کر دکھایا اب ہم آپ کو اکابر فقہائے کرام کے فتاویٰ پیش کرتے ہیں جس میں ان مبارک ہستیوں نے گستاخ رسول کو واجب القتل ٹھہرایا۔

امت مسلمہ کے تمام ادوار میں عہد نبی ﷺ سے لے کر عہد صحابہ تک اور پھر تابعین، تبع تابعین اور بعد کے سارے ادوار میں امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع رہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بے ادبی و گستاخی، اہانت و تنقیص اور سب و شتم کا مرتکب نہ صرف اپنے عمل سے کا فر ہو جائے گا بلکہ اسے قتل کرنا امت مسلمہ پر واجب ہے، ہم اس مسئلے کو قرآن و سنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں واضح کر چکے ہیں۔ اب یہاں پر ائمہ و فقہاء کی آراء، مذکورہ مسئلے پر پیش کی جا رہی ہیں۔

امام ابو بکر بن المنذر النیشا پوری اس بارے میں فرماتے ہیں:

اجمع عوام اهل العلم على ان من سب النبي يقتل وممن قال ذلك مالك ان انس والليث واحمد واسحاق، وهو

مذهب الشافعي، وهو مقتضى قول ابى بكر ﴿الصارم المسلول، ردالمختار، ۴: ۲۳۲﴾

سب اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کو سب و شتم کیا وہ قتل کیا جائے گا جن ائمہ کرام نے یہ فتویٰ دیا ان میں امام مالک، امام لیث، امام احمد، اور امام اسحاق شامل ہیں یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور یہی حضرت ابو بکر صدیق کے قول کا مدعا ہے۔

امام ابن سخنون مالکی نے فرمایا:

اجمع المسلمون ان شاتمہ کافر و حکمہ القتل ومن شک فی عذابه و کفرہ کفر۔ ﴿ردالمختار ۴: ۲۳۲﴾
مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کا حکم قتل ہے جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

امام ابن عتاب مالکی نے حضور ﷺ کی بے ادبی و گستاخی کرنے کی سزائے موت کا فتویٰ دیا ہے فرماتے ہیں:

الكتاب والسنة موجبان ان من قصد النبي باذى او نقص معرضا او مصرحا وان قل فقتله واجب فهذا الباب كله مما عده العلماء مباحا او تنقصا يجب قتله لم يختلف في ذلك متقدمهم ولا متاخرهم۔

قرآن و حدیث اس بات کو واجب کرتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کی ایذا کا ارادہ کرے یا صریح و غیر صریح طور پر یعنی اشارہ و کنایہ کے انداز میں آپ کی تنقیص کرے اگرچہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو تو ایسے شخص کو قتل کرنا واجب ہے۔ اس باب میں جن جن چیزوں کو ائمہ و علماء کرام نے سب و تنقیص میں شمار کیا۔ ائمہ متقدمین اور متاخرین کے نزدیک بالاتفاق اس کے قاتل کا قتل واجب ہے۔
امام اسحاق بن راہویہ جو اجل ائمہ میں سے ہیں فرماتے ہیں۔

اجمع المسلمون على ان من سب الله و سب رسوله او دفع شيئا مما انزل الله عز وجل او قتل نبيا من انبياء انه كافر بذلك و ان كان مقرا بكل ما انزل الله ﴿الصارم المسلول: ۴۰۳﴾

اس بات پر امت مسلمہ کا اجماع ہے جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دی، یا اللہ تبارک و تعالیٰ کی نازل کردہ کسی چیز کا انکار کیا، یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو قتل کیا تو وہ ایسا کرنے کی وجہ سے کافر ہوا اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ سب و سماوی کتب کا اقراری ہی کیوں نہ ہو۔

ابن تیمیہ:

ان الساب ان كان مسلما فانه يكفر و يقتل بغير خلاف وهو مذهب الائمة الاربعه وغيرهم ﴿الصارم المسلول: ۴﴾
بے شک حضور نبی اکرم ﷺ کو سب و شتم کرنے والا مسلمان ہی کہلاتا ہو وہ اس گستاخی کی بناء پر کافر ہو جائے گا اور ائمہ واربعہ (امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) کے نزدیک اور دیگر ائمہ کے نزدیک بلا اختلاف اسے قتل کیا جائے۔
امام حصکفی فرماتے ہیں:

من نقص مقام رسالته بقوله بان سبه او يفعله بان بغضه بقلبه قتل احدا۔ ﴿ردالمختار ۴: ۲۳۲﴾

جس شخص نے مقام رسالت ﷺ کی تنقیص و تحقیر اپنے قول کے ذریعے یا اس صورت کی کہ حضور ﷺ کو گالی دی یا اپنے فعل سے اس طرح کہ دل سے حضور ﷺ سے بغض رکھا، تو وہ شخص بطور حد قتل کیا جائے گا۔

امام محقق ابن الہمام حنفی فرماتے ہیں:

والذی عندی ان سبه او نسبه مالا ینبغی الی اللہ تعالیٰ ان کان ممالا یعتقدونه کنسبته الولد الی اللہ تعالیٰ

وتقدس عن ذلك اذا اظهره یقتل به و ینقض عہدہ۔ ﴿فتح القدیر ۵: ۳۰۳﴾

میرے نزدیک مختاریہ ہے کہ ذمی نے اگر حضور ﷺ کو گالی دی یا غیر مناسب چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف منسوب کی جو کہ ان کے عقائد سے خارج ہے جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف بیٹے کی نسبت، حالانکہ وہ اس سے پاک ہے۔ جب وہ ایسی چیز کا اظہار کرے گا تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کا عہد ٹوٹ جائے گا

علامہ اسماعیل حقی ”روح البیان“ میں بیان فرماتے ہیں:

واعلم ان قد اجمعت الامة علی ان الاستحفاف بنبیا وهاى بنى كان من الانبياء كفر سواء فعله فاعل ذلك

استحلالا ام فعله معتقدا محرمة ليس بين العلماء خلاف فى ذلك والقصد للسب وعدم القصد سواء اذلا يعذر احد فى

الكفر بالجهالة ولا بدعوى زلل اللسان اذا كان عقله فى فطرته سليما۔ ﴿روح البیان، ۳: ۳۹۴﴾

(اے مخاطب) تو اس بات کو بخوبی جان لے امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اور انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کی بھی گستاخی کفر ہے اس میں برابر ہے خواہ اس گستاخی کا ارتکاب کرنے والا اس سے جائز سمجھ کر کرے یا اس کو حرام جانتے ہوئے اس کا ارتکاب کرے اور حضور ﷺ کو ارادی طور پر یا غیر ارادی طور پر گالی دینا دونوں صورتیں برابر ہے کیونکہ کفر کے مسئلہ میں کسی کو جہالت کی بنیاد پر معذور نہیں سمجھا جائے گا اور نہ یہ دعویٰ مانا جائے گا کہ زبان پھسل گئی جبکہ اسکی فطرت میں عقل سلامت تھی۔

امام ابن عابدین نے ساری بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

والحاصل انه لا شك ولا شبهة فى كفر شاتم النبى و فى استباحته قتله وهو المنقول عن الائمة الاربعة۔

﴿ردالمختار ۴: ۲۳۸﴾

خلاصہ کلام یہ کہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چاروں ائمہ (امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) سے یہی منقول ہے۔

امام ابوسلیمان الخطابی گستاخ رسول کی سزائے موت پر اجماع امت کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لا اعلم احدا من المسلمين اختلف فى وجوب قتله اذا كان مسلما۔ ﴿الشفاء، ۲: ۹۳۵﴾

میں مسلمانوں میں سے کسی ایک فرد کو بھی نہیں جانتا جس نے گستاخ رسول کی سزا سزائے موت ہونے میں اختلاف کیا جب کہ وہ مسلمان بھی ہو۔

امام ابو بکر جصاص حضور ﷺ کی شان اقدس میں استخفاف و تحقیر اور توہین کا ارادہ کرنے والے کے متعلق فرماتے ہیں۔

ولا خلاف بين المسلمين ان من قصد النبى بذلك فهو ممن ينتحل الاسلام انه مرتد يستحق القتل۔

﴿احکام القرآن للجصاص ۳: ۱۰۶﴾

مسلمانوں کے مابین اس مسئلے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کی اہانت و ایذا رسانی کا قصد کیا حالانکہ وہ خود کو مسلمان بھی کہلواتا ہے۔ تو ایسا شخص مرتد و مستحق قتل ہے۔
ابن تیمیہ مذکورہ مسئلے پر اجماع صحابہ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

واما اجماع الصحابة فلان ذلك نقل عنهم في قضايا متعددة ينتشر مثلها ويستفيض، ولم ينكرها احد منهم ،
 فصارت اجماعاً۔ ﴿الصارم المسلول۔ ۳۰۰﴾

مذکورہ مسئلے پر اجماع صحابہ کا ثبوت یہ ہے کہ یہی بات (گستاخ رسول واجب القتل ہے) ان کے بہت سے فیصلوں سے ثابت ہے مزید برآں ایسی چیزیں مشہور ہو جاتی تھیں لیکن اس کے باوجود صحابی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا جو ان کے اجماع پر بین دلیل ہے۔

فتویٰ اعلیٰ حضرت:

آئمہ و محدثین تحفظ ناموس رسالت کیلئے اپنا اپنا کردار ادا کریں گستاخان رسول کو لگام دینے کیلئے تاریخ ساز فتوے جاری کریں اپنے عشق و محبت کا ثبوت دیں۔

اور اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان پیچھے رہ جائیں یہ ہو نہیں سکتا۔ جی ہاں! جس طرح توہین رسالت پر دیگر آئمہ و محدثین کا دل جلا، سخت سے سخت فتوے جاری کیے ایسا ہی گستاخ رسول کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے بھی تاریخی فتویٰ تحریر فرمایا اس میں کیا لکھا آئیے دیکھتے ہیں:

فتویٰ

اعلیٰ حضرت، مجدد مائتہ حاضرہ، فقیہ اعظم مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۸ کتاب السیر مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی﴾

﴿فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۱۲ ص ۲۹۷، رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

اعلیٰ حضرت، مجدد مائتہ حاضرہ، فقیہ اعظم مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا کہ فلاں مقام پر طالب علموں کو ایک ایسا پرچہ ملنے کیلئے دیا گیا ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں توہین آمیز الفاظ موجود ہیں، اُس پرچے کو دیکھ کر آپ علیہ الرحمۃ نے جو فتویٰ دیا، ملاحظہ فرمائیں.....

الجواب

رب انی اعوذ بك من همزات الشیطين، واعوذ بك رب ان يحضرون۔ ﴿المومنون: ۹۷، ۹۸﴾

والذین يؤذون رسول اللہ لهم عذاب الیہم۔ ﴿التوبہ: ۶۱﴾

ان الذین يؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرہ واعدلہم عذاباً مہیناً۔ ﴿الاحزاب: ۵۷﴾

الالعة اللہ علی الظالمین۔ ﴿سورة ہود: ۱۸﴾

ان ناموں کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا (جس میں شان حضرت رسالت ﷺ میں ناشائستہ الفاظ استعمال کئے گئے) وہ کافر و مرتد ہے جس جس نے اس پرچہ پر نظر ثانی کر کے برقرار رکھا وہ کافر و مرتد، جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا وہ کافر و مرتد، طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا، اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے یا اسے ہلکا جانایا اسے اپنے نمبر گھٹنے پیاس ناہونے سے آسان سمجھا وہ سب بھی کافر و مرتد، بالغ ہوں، خواہ نابالغ،

ان چاروں فریق میں ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام، میل جول حرام، نشست و برخاست حرام، بیمار پڑے تو اُس کی عیادت کو جانا حرام، اُس پر نماز پڑھنا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اس کو غسل دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، کفن دینا حرام، اُس کا جنازہ اٹھانا حرام، اس کو مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام اُسے ثواب پہنچانا حرام، بلکہ خود کفر و قطع اسلام، جب ان میں کوئی مرجائے اس کے اعزاء و اقرباء مسلمین اگر حکم شرعی مانیں تو اس کی لاش دفع عفونت کیلئے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر اوپر سے آگ، پتھر جو پھینک پھینک کر پاٹ بھر دیں کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو، یہ احکام ان سب کیلئے عام ہیں۔ اور جو جوان میں نکاح کئے ہوئے ہیں ان سب کی جو روئیں (بیویاں) ان کے نکاحوں سے نکل گئیں، اب اگر قربت ہوگی حرام، حرام، حرام اور زنائے خالص ہوگی اور اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی۔ عورتوں کو شرعاً اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔ ان میں جسے ہدایت ہو اور وہ توبہ کر لے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہوا پھر مسلمان ہو، اس وقت یہ احکام جوان کی موت کے متعلق تھے منتہی ہو گئے، اور وہ ممانعت جو ان سے میل جول کی تھی جب بھی باقی رہے گی یہاں تک کہ ان کے حال سے صدق ندامت و خلوص توبہ و صحت اسلام ظاہر و روشن ہوں، مگر عورتیں اس سے بھی نکاح میں واپس نہیں آسکتیں، انہیں اب بھی اختیار ہوگا، چاہیں تو دوسرے سے نکاح کر لیں یا کسی سے نہ کریں ان پر کوئی جبر نہیں پہنچتا۔ ہاں ان کی مرضی ہو تو بعد اسلام ان سے بھی نکاح کر سکتیں ہیں۔

﴿شفاء شریف صفحہ نمبر ۳۲۱﴾

اجمع العلماء ان شاتم النبی ﷺ المتنقص له كافر، والوعيد جار عليه بعذاب الله تعالى ومن شك في كفره وعذابه فقد كفر۔ ﴿كتاب الشفاء القسم الرابع في وجوه الاحكام في من تنقص، الباب الاول، ج ۲: ۲۰۸ طبع ترکی﴾
یعنی اجماع ہے کہ حضور ﷺ کے شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الہی کی وعید جاری ہے اور جو اسکے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہو گیا۔

”نسیم الریاض“ جلد چہارم ص ۳۸۱ میں امام ابن حجر مکی سے ہے

ما صرح به من كفر الساب والشاك في كفره هو ما عليه ائمتنا وغيرهم

یعنی جو یہ ارشاد فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، یہی مذہب ہمارے آئمہ و غیرہم کا ہے۔

”وجیز امام کردری“ جلد ۳ صفحہ ۳۲۱ پر ہے:

لو ارتد والعیاذ باللہ تعالیٰ تحریم امرأته ویجدد النکاح بعد اسلامه، والمولود بینهما قبل تجدید النکاح بالوطی بعد التکلم بکلمة الکفر ولد زنا، ثم ان اتی بکلمة الشهادة علی العادة لا یجدیه مالم یرجع عما قاله لان باتیانهما علی العادة لا یرتفع الکفر، اذا سب الرسول ﷺ او واحد من الانبیاء علیهم السلام فلا توبة له و اذا شتمه علیه الصلوة والسلام سکران یعفی واجمع العلماء ان شاتمہ کافر ومن شک فی عذابه و کفره کفر ملتقطا کاکثر الاوتی للاختصار۔

یعنی جو شخص معاذ اللہ مرتد ہو جائے اس کی عورت حرام ہو جاتی ہے، پھر اسلام لائے تو اس سے جدید نکاح کیا جائے اس سے پہلے کلمہ کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ پیدا ہوگا، حرامی ہوگا، اور یہ شخص عادت کے طور پر کلمہ شہادت پڑھتا رہے کچھ فائدہ نہ دے گا جب تک اپنے اس کفر سے توبہ نہ کرے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے سے اس کا کفر نہیں جاتا، اور جو رسول اللہ ﷺ یا کسی اور نبی کی شان میں گستاخی کرے دنیا میں بعد توبہ بھی اسے سزا دی جائے گی یہاں تک کہ اگر نشہ کی بے ہوشی میں گستاخی بکا جب بھی معافی نہ دیں گے، اور تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے، اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ﴿فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیہ، الفصل الثانی، النوع الاول ج ۶ ص ۳۲۱، ۳۲۲ نورانی کتب خانہ پشاور﴾

”فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق“ جلد چہارم صفحہ ۴۰۷ (باب احکام المرتدین) میں ہے:

کل من ابغض رسول اللہ ﷺ بقلبه کان مرتدا فالسباب بطریق اولیٰ وان سب سکران لا یعفی عنه

یعنی جس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کا کینہ ہے، وہ مرتد ہے، تو گستاخی کرنے والا بدرجہ اولیٰ کافر ہے اور اگر نشہ بلا اکراہ پیا اور اس حالت میں کلمہ گستاخی بکا جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔

”بحر الرائق“ جلد پنجم صفحہ ۱۳۵ (باب احکام المرتدین) میں بعینہ کلمہ مذکور ذکر کر کے صفحہ ۱۳۶ پر فرمایا۔

سب واحد من الانبیاء کذالك فلا یفید الارکار مع البینة لانا نجعل انکار الردۃ توبہ ان کانت مقبولة

یعنی کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے یہی حکم ہے کہ اسے معافی نہ دیں گے، اور بعد ثبوت اس کا انکار فائدہ نہ دے گا کہ مرتد کا ارتداد سے مکرنا تو دفع سزا کیلئے ہے توبہ تو وہاں قرار پاتا ہے جہاں توبہ سنی جائے اور نبی کریم ﷺ خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں اس سے یہاں اصلاً معافی نہ دیں گے۔

”درر الحکام علامہ مولیٰ خسرو“ جلد اول صفحہ ۲۹۹ (فصل فی الجزیہ) پر ہے۔

اذا سبه ﷺ او واحدا من الانبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین، مسلم فلا توبة له اصلا واجمع العلماء ان شاتمہ کافر ومن شک فی عذابه و کفره کفر۔

یعنی اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضور اقدس ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اسے ہرگز معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت کا اجماع ہے اس پر کہ وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر پر شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

”غنیۃ ذوالاحکام“ صفحہ ۳۰۱ (باب المرتد) میں ہے۔

محل قبول توبۃ المرتد مالم تکن ردتہ بسبب النبی ﷺ فان کان بہ لا تقبل توبتہ سواء جاء تائباً من نفسه او شهد

عليه بذالٰی بخلاف غيره من المكفرات

یعنی نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں، ہر طرح کے مرتد کو بعد توبہ معافی دینے کا حکم ہے مگر اس کا فر مرتد کیلئے اس کی اجازت نہیں۔

”الاشباه والنظائر قلمی“ ﴿باب الردۃ﴾

لا تصح ردة السكران الا الردۃ بسبب النبی ﷺ فانه لا يعفى عنه كذا في البزازیة وحکم الردۃ بینونة امرأته مطلقاً (ای سواء رجع اولم يرجع غمز العیون) واذا مات علی ردتہ لم یدفن فی مقابر المسلمین ولا اهل ملة وانما یلقى فی حفرة كالکلب والمرتد اقبح کفراً من الکافر الاصلی واذا شهدوا علی مسلم بالردۃ وهو منکر لا یتعرض له لا لتکذیب الشهود العدول بل لان انکارۃ توبۃ ورجوع فتثبت الاحکام التی للمرتد ماتاب من حبط الاعمال و بینونة الزوجة و قوله لا یتعرض له انما هو فی مرتد تقبل توبتہ فی الدنیا لا الردۃ بسبب النبی ﷺ الا ولی تنکیر النبی ﷺ زاً ﷺ كما عبریه فیما سبق غمز العیون۔

یعنی نشہ کی بے ہوشی میں اگر کسی سے کفر کی کوئی بات نکل جائے اُسے بوجہ بے ہوشی کا فر نہ کہیں گے نہ سزائے کفر دیں گے مگر نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشہ کی بے ہوشی سے بھی صادر ہوا تو اسے معافی نہ دیں گے۔

”کذا فی البزازیة“ اور معاذ اللہ ارتداد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے اگر یہ بعد کو پھر اسلام لائے جب بھی عورت نکاح میں واپس نہ جائے گی، اور جب وہ اسی ارتداد پر مرجائے والعیاذ باللہ تعالیٰ تو اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنے کی اجازت نہیں، نہ کسی ملت والے مثلاً یہودی یا نصرانی گورستان میں دفن کیا جائے وہ تو کتے کی طرح کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے، مرتد کا کفر اصلی کافر کے کفر سے بدتر ہے اور اگر کسی مسلمان پر گواہان عادل شہادت دیں کہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہو گیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کریں گے نہ اس لئے کہ گواہان عادل کو جھوٹا ٹھہرایا بلکہ اس لئے کہ اس کا مکرنا اس کفر سے توبہ و رجوع سمجھیں گے ولہذا گواہان عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ وہ شخص مرتد ہو گیا تھا اور اب توبہ کر لی تو مرتد تائب کے احکام اس پر جاری کریں گے کہ اس کے تمام اعمال حبط ہو گئے اور جو رو (بیوی) نکاح سے باہر، باقی سزا نہ دی جائے گی مگر نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کہ یہ وہ کفر ہے جس کی سزا میں دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہ تھی اور نہ کسی اور نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی۔

”فتاویٰ خیر یہ علامہ خیر الدین رملی“ استاذ صاحب در مختار جلد اول صفحہ ۹۵ (باب المرتدین) پر فرماتے ہیں۔

من سب رسول اللہ ﷺ فانه مرتد و حکمہ حکم المرتدین ویفعل بہ ما یفعل بالمرتدین ولا توبۃ له اصلاً و جمع

انه کافرو من شک فی کفرہ کفر ملتقطاً۔

جو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے وہ مرتد ہے، اس کا حکم وہی ہے جو مرتدوں کا ہے، اس سے وہی برتاؤ کیا جائے جو

مرتدوں کے ساتھ کرنے کا حکم ہے، اور اسے دنیا میں کسی طرح معافی نہ دیں گے، اور باجماع تمام علمائے امت وہ کافر ہے، اور جو اس کے کفر پر شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

”مجمع الانہر شرح ملتقى الأبحر“ جلد اول صفحہ ۶۱۸ (باب الجزیہ) پر ہے۔

اذاسبہ ﷺ او واحدا من الانبياء مسلم ولو سكر ان فلا توبة تنجيه كالكفر نديق ومن شك في عذابه وكفره كفر۔
یعنی مسلمان کہلا کر حضور اقدس ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اگرچہ نشہ کی حالت میں تو اس کی توبہ پر بھی اس کو معافی نہ دیں گے جیسے دہریے بے دین کی توبہ نہ سنی جائے گی، اور جو شخص اس گستاخی کرنے والے کے کفر میں شک لائے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔
”ذخیرۃ العقبتہ“ علامہ انخی یوسف صفحہ: ۲۴۰ (کتاب الجہاد باب الجزیہ) پر ہے۔

قد اجعمت الامة على ان الاستخفاف بنبي ﷺ و بنى نبى كان عليهم الصلوة والسلام كفر سواء فعله على ذلك مستحلام فعله معتقد الحرمة وليس بين العلماء خلاف في ذلك ومن شك في كفره وعذابه كفر۔
یعنی بے شک تمام امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ حضور انور ﷺ خواہ کسی نبی کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے، خواہ اُسے حلال جان کر اس کا مرتکب ہوا ہو یا حرام جان کر، بہر حال جمیع علماء کے نزدیک کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔
”ذخیرۃ العقبتہ“ علامہ انخی یوسف صفحہ: ۲۴۲ (کتاب الجہاد باب الجزیہ) پر ہے۔

لا يفسل ولا يصلى عليه ولا يكفن اما اذا تاب و تبرأ عن الارتد او ودخل في دن الاسلام ثم مات غسل وكفن وصلى عليه ودفن في مقابر المسلمين ۔

یعنی وہ گستاخی کرنے والا جب مرجائے تو اُسے غسل نہ دیں نہ کفن دیں نہ اس پر نماز پڑھیں، ہاں اگر توبہ کرے اور اپنے اس کفر سے برأت کر لے اور دین اسلام میں داخل ہو اس کے بعد مرجائے تو غسل، کفن، نماز اور مقابرِ مسلمین میں دفن سب کچھ ہوگا۔
تنویر الابصار شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی:
ہر مرتد کی توبہ قبول ہے۔

كل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا الكافر بسب نبى الخ ﴿در مختار شرح تنویر الابصار، باب المرتدین، ج ۱ ص ۳۵۶ مجتہبائی دہلی﴾
مگر کسی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا ایسا کافر ہے کہ دنیا میں سزا سے بچانے کیلئے اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔
”در مختار“ میں ہے۔

الكافر بسب نبى من الانبياء لا تقبل توبته مطلقاً ومن شك في عذابه وكفره كفر۔

﴿در مختار شرح تنویر الابصار، باب المرتدین، ج ۱ ص ۳۵۶ مجتہبائی دہلی﴾

یعنی کسی نبی کی توبہ نہ کرنا ایسا کفر ہے جس پر کسی طرح معافی نہ دیں گے، اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

”کتاب الخراج“ سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۹ (فصل فی الحکم فی المرتد عن السلام) پر ہے۔

قال ابو یوسف وایما رجل مسلم سب رسول الله ﷺ او عذابه او عابه او تنقصه فقد كفر بالله تعالى و بانت زوجته

یعنی جو کلمہ گو ہو کر حضور اقدس ﷺ کو برا کہے یا تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے، شان گھٹائے وہ بلاشبہ کافر ہو گیا اور اسکی عورت نکاح سے نکل گئی۔ بالجملة اشخاص مذکورین کے کفر و ارتداد میں اصلاً شک نہیں، دربارہ اسلام و رفع دیگر احکام ان کی توبہ اگر سچے دل سے ہو ضرور مقبول ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ سلطان اسلام انہیں بعد توبہ و اسلام صرف تعزیر دے یا اب بھی سزائے موت دے۔

وہ جو ”بزازیہ“ اور اس کے بعد کی بہت کتب معتمدہ میں ہے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں اس کے یہی معنی ہیں اور اس کی بحث یہاں بے کار ہے، کہاں سلطان اسلام اور کہاں سزائے موت کے احکام، صد ہا خبیث، انجسٹ، ملعون، انجس ہیں کہ کلمہ گو بلکہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان، مفتی، واعظ، مدرس، شیخ بن کر اللہ و رسول کی جناب میں منہ بھر بھر کر ملعونات بکتے، لکھتے اور چھاپتے ہیں اور ان کی کوئی توبہ کہنے والا نہیں، اور اگر کہیں توبہ صرف ان کے بلکہ بڑے بڑے مہذب بننے والے مسلمانوں کے نزدیک یہ بے تہذیبی و تشدد ہو۔

کیا گستاخ رسول کی توبہ قبول ہوگی؟

اگر کسی صدر یا وزیر کی شان میں اگر کوئی بے ادبی و گستاخی کر دے تو اسی وقت اسکے خلاف مذمتی قرارداد منظور کر لی جاتی ہے اگر کوئی چینل بے ادبی کر بیٹھے تو بند کر دیا جائے اگر میسج سینڈ کرے تو قید کی سزا پائے۔ معذرت یا توبہ پر کوئی غور نہیں کیا جاتا نہ ہی کوئی مشورہ دیتا ہے جبکہ گستاخ رسول جب حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کرے تو اس کی افواہیں اڑائیں جاتی ہیں جب وہ اس پر رضا مند نہیں ہوتے جسکی مثال تو ہین آمیز خا کے شائع کرنے والے ممالک ہیں۔

توبہ قبول نہیں کی جائے گی :

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ شان رسالت ﷺ میں بے ادبی و گستاخی اور توہین کا مرتکب ہر حال میں واجب القتل ہے، اسے توبہ کا موقع نہیں دیا جائے گا اب اسی موقف کو مضبوط کرنے کیلئے آئمہ و فقہاء کے فتاویٰ پیش کیے جاتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ :

فتنہ اہانت رسول میں مسلم و غیر مسلم کا امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ دونوں پر حد کا اجراء ہوگا، کوئی بھی اس سے مستثنیٰ و مبرا نہ ہوگا امام مالک علیہ الرحمہ نے اسی چیز کو واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

من سب رسول الله او شتمه او عابه او تنقصه مسلما كان او كافرا ولا يستاب۔ ﴿الشفاء، ۲: ۹۳۷﴾

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا عیب لگایا یا آپ کی تنقیص کی تو وہ قتل کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

امام ابوعلی بن البناء رحمۃ اللہ علیہ :

امام ابوعلی بن البناء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس شخص نے شان رسالت ﷺ میں سب و شتم کیا اس جرم کی بنا پر اسے قتل کی

سزا دی جائے گی۔

”لا تقبل توبته“ اس کی توبہ بھی نہ قبول کی جائے۔ مزید برآں فرماتے ہیں صحیح مذہب یہی ہے گستاخ رسول کو قتل کر دیا جائے ”ولا بستان“ اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی یہی امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اور امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب ہے۔

﴿الصارم المسلول: ۳۰۳﴾

امام ابن نجیم حنفی علیہ الرحمہ:

بحر الرائق میں ہے جس شخص نے شیخین یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالی دی یا ان کی شان اقدس میں زبان طعن دراز کی تو وہ اپنے جرم کے باعث کافر ہو جائے گا اور اسے قتل کرنا واجب ہے اور سوال کا بھی جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ گستاخی کا ارتکاب کرنے کے بعد توبہ و رجوع کر کے تجدید ایمان کرے تو۔

هل تقبل توبته ام لا ﴿بحر الرائق، ۵: ۱۲۶﴾

کیا اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟

امام صدر الشہید حنفی علیہ الرحمہ اس کا جواب دیتے ہیں:

لا تقبل توبته واسلامه و نقتله ﴿بحر الرائق، ۵: ۱۲۶﴾

اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی نہ ہی اس کا اسلام (کہ حد قتل کو ساقط کر سکے) ہم اسے بہر صورت قتل کریں گے۔

مزید برآں فرماتے ہیں کہ یہی مشہور فقیہ ابو الیث السمرقندی علیہ الرحمہ اور امام الاصول ابو نصر الدبوسی علیہ الرحمہ کا مذہب ہے اور مختار مذہب بھی یہی ہے۔

امام عثمان بن کنایہ مالکی علیہ الرحمہ:

اجل مالکی آئمہ سے ہیں، امام مالک علیہ الرحمہ سے روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ اپنی کتاب ”المبسوط“ میں فرماتے ہیں۔ ﴿الشفاء، ۲: ۹۳۶﴾

مسلمانوں میں سے جس کسی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اسے قتل کر دیا جائے گا یا اسے زندہ سولی پر چڑھایا جائے گا اس کی توبہ نہ قبول کی جائے گی اور امام کو اسے زندہ سولی دینے اور قتل کرنے میں اختیار ہے جو چاہے کرے۔

امام اصبح مالکی علیہ الرحمہ:

امام اصبح مالکی علیہ الرحمہ نے شاتم رسول کے متعلق فرمایا:

يقتل على كل حال اس ذلك او اظهره ولا بستان لان توبته لا تعرف۔ ﴿الشفاء، ۲: ۹۳۷﴾

گستاخ رسول کا بہر حال قتل کیا جائے گا خواہ وہ گستاخی کو چھپائے یا ظاہر کرے اس کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی کیونکہ اس کی توبہ قبول کرنے کی کوئی مثال پائی ہی نہیں جاتی۔

شیخ ابوبکر فارسی شافعی علیہ الرحمہ:

شیخ ابوبکر فارسی شافعی علیہ الرحمہ نے عظمت و رفعت، حرمت و ناموس رسالت ﷺ کی پاسبانی کرتے ہوئے شان رسالت ﷺ میں گستاخی و بے ادبی کا ارتکاب کرنے والے کو حد اُقتل کرنے اور اسکی توبہ قبول نہ ہونے کا قول کرتے ہوئے اس پر اجماع امت کا دعویٰ کیا ہے، فرماتے ہیں۔

ولو قذی نبیا من الانبياء ولو تعريضا يقتل حدا لان القتل حد قذی النبی و حد القذی لا بسقط بالتوبته و ادعی

فیہ الاجماع۔ ﴿شروح روض الطالب من اسنی المطالب، ۴: ۱۲۲﴾

اگر کسی شخص نے جملہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی پر گواشاہ و کنایہ ہی سہی، تہمت لگائی تو اسے حد اُقتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ پر تہمت لگانے کی حد قتل کرنا ہے اور یہ حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتی، شیخ ابوبکر فارسی شافعی نے اس مسئلے میں اجماع امت کا دعویٰ کیا ہے۔

امام عبد اللہ بن الحکم فقیہ مصری علیہ الرحمہ:

امام عبد اللہ بن الحکم فقیہ مصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

من سب النبی من مسلم او کافر قتل ولم یستب۔ ﴿الشفاء - ۲: ۹۳۷﴾

جس شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، اسے توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جائے گا۔

باب نمبر 5:

تذکرہ غازیان ناموس رسالت

غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ

سوامی دیانند کے ایک چیلے مہاشہ کرشن (ایڈیٹر ”پرتاب“ لاہور) نے ایک نہایت ہی دل آزار کتاب ”رنگیلارسل“ لکھی جس میں اس ننگ انسانیت نے رسالت مآب ﷺ کے متعلق اتنی دل آزار باتیں لکھیں کہ پڑھنے اور سننے سے ہر مسلمان مرجانے کی دعا کرے۔ اس کتاب میں قرآن کریم کی آیات اور احادیث قدسی کی غلط تاویلات کی گئی تھیں، وہ مسلمانوں کے ایمان کی پختگی سے بھی واقف تھا اس لئے اس نے مسلمانوں کے غم و غصے سے بچنے کی خاطر اپنے بجائے پروفیسر پنڈت چمپو پتی لال ایم اے کا فرضی نام بطور مصنف تحریر کر دیا تھا تاکہ اس کے خلاف کوئی اخلاقی یا قانونی کارروائی نہ کی جاسکے تاہم اس کتاب پر راج پال ناشر ہسپتال روڈ لاہور کا نام و پتہ درست لکھا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے ازراہ اخلاق اس سے ایسی ہزل کتاب کے تلف کرنے کی درخواست کی مگر اس نے ہندوؤں کی پشت پناہی کے باعث مسلمانوں کے اس جائز مطالبے پر غور کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس پر مسلمانوں نے 153 الف کے تحت اس پر فرقہ وارانہ منافرت

پھیلانے کے الزام میں مقدمہ دائر کر دیا۔ مسٹر لوئیس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے راج پال کو چھ ماہ قید کی سزا دی مگر اس نے اس فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی، جہاں دشمن اسلام اور حد درجہ متعصب چیف جسٹس سر شادی لال کی ذاتی سفارش پر جسٹس کنور دلیپ سنگ مسیح نے ملزم کو رہا کر دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کسی پیغمبر بالخصوص آقائے کائنات ہادی برحق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی توہین (نعوذ باللہ) کوئی جرم نہیں۔ اس پر غیور مسلمان انتہائی جوش میں آ گئے۔

غازی خدا بخش:

آپ کے والد کا اسم گرامی محمد اکرم تھا۔ معروف کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ رہائش اندرون یکی دروازہ لاہور میں تھی۔ بڑے خوبصورت جوان تھے۔ آپ کا جسم فربہ، رنگ سرخ و سپید، قد لمبا اور مضبوط و توانا تھا۔ پیشہ کے لحاظ سے شیر فروش تھے۔ جلد سازی کا بھی کام کر لیتے تھے۔

ملعون راجپال نے رگیلا رسول نامی کتاب لکھی جس سے مسلمانوں میں سخت غیظ و غضب پایا جاتا تھا۔ ایک دن آپ نے ناموس رسالت ﷺ پر تقریریں تو حالات سے آگاہی ہوئی۔ یہ سن کر تڑپ اٹھے کہ خبیث راجپال نے اس کے آقا و مولا ﷺ پر کتاب لکھ کر انتہائی درجہ کی توہین کی ہے۔

24 ستمبر 1927ء کی صبح جہنمی راجپال اپنی دکان پر بیٹھا کاروبار میں مصروف تھا کہ غازی خدا بخش اکو جہا آئے اور اس پر تیز دھار چاقو سے حملہ کر کے اسے مضروب کر دیا۔ وہ بد بخت تیزی سے اٹھا اور جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑا ہوا اور قتل ہونے سے بچ گیا۔ پولیس نے غازی خدا بخش اکو جہا کو زبردفعہ 307 الف تعزیرات ہند گرفتار کر لیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور سی۔ ایم۔ ی او گوی کی عدالت میں مقدمہ سماعت شروع ہوئی۔ غازی خدا بخش نے اپنی جانب سے وکیل صفائی مقرر کرنے سے انکار کر دیا۔ راجپال مستغیث نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا۔

مجھ پر حملہ کتاب کی اشاعت اور مسلمانوں کے ایجنسی ٹیشن کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ ملزم خدا بخش مجھے جان سے مار دے گا۔

اور کچھ کہنا چاہتے ہو۔ جج نے پوچھا۔

راجپال بولا: حملہ کے وقت ملزم نے چلا کر کہا تھا کہ کافر کے بچے! آج تو میرے ہاتھ آیا ہے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

اس پر جج نے غازی خدا بخش استفسار کیا تو آپ نے گرجدار آواز میں کہا:

میں مسلمان ہوں، ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ میرا فرض ہے۔ میں اپنے آقا و مولا ﷺ کی توہین ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔

پھر لعین راجپال کی طرف اشارہ کر کے کہا:

اس نے میرے رسول مکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، اس لئے میں نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا لیکن یہ کم بخت اس وقت میرے

ہاتھ سے بچ نکلا۔

اقرار جرم کے بعد غازی خدا بخش کو جہاں کو سات سال قید سخت جس میں تین ماہ قید تنہائی بھی شامل تھی، کی سزا سنائی گئی۔ اور میعاد قید کے اختتام پر پانچ پانچ ہزار روپے کی تین ضمانتیں حفظ امن کے لئے داخل کرنے کا حکم دیا۔

غازی عبد العزیز:

راج پال کو جہنم واصل کرنے کیلئے غازی عبد العزیز خان کو ہاٹ سے لاہور 19 اکتوبر 1927ء کو آیا اور لوگوں سے دریافت کرتے کرتے اس بذات ناشر کی دکان پر پہنچ گیا۔ اتفاق سے اس وقت راج پال دکان میں موجود نہیں تھا۔ اس کی جگہ اس کے دوست جتندر داس اور سوامی ستیانند بیٹھے تھے۔ غازی موصوف نے سوامی ستیانند کو راج پال سمجھا اور میان سے تلوار نکال کر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد خود ہی چلا کر کہہ دیا کہ میں نے موذی کا خاتمہ کر دیا ہے۔ میرے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ غازی عبد العزیز نے عدالت میں یہ بیان دیا:

میرا نام عبد العزیز ہے۔ میں غزنی کا رہنے والا ہوں۔ میرے وطن کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے سلطان محمود غزنوی جیسا مجاہد، مبلغ اور بت شکن پیدا کیا تھا جس نے اس برصغیر پر کم و بیش سترہ حملے کر کے کفر والحاد کا خاتمہ کیا تھا اور اس بت کدہ کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ یہی وہ بت شکن ہے جس کے سامنے سومنات کے پجاریوں نے دولت کے انبار لگا دیئے تھے اور کہا تھا کہ مہاراج یہ ساری دولت لے لیں مگر ہمارے بتوں کو کوئی گزند نہ پہنچائیں۔ لیکن اسلام کے اس فدائی نے بلا جھجک کہا تھا کہ مسلمان بت شکن ہے، بت فروش نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے سومنات کے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ اور ڈاکٹر اقبال نے اس کے استغنا اور ایمان کامل پر فخر کرتے ہوئے کہا:

قوم اپنی جو زر و مال جہاں پر مرتی
بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی

یہی وہ غازی تھا جس نے سنا تھا کہ ملتان میں ایک قرامطہ فرقہ ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلواتا ہے، لیکن دراصل کافر اور بت پرست ہے۔ ان کی ریاکاری کی انتہاء یہ ہے کہ وہ فرقہ نماز تو باقاعدگی سے اور باجماعت پڑھتا ہے لیکن سامنے نعوذ باللہ حضرت رسول کریم ﷺ کی ایک فرضی شبیہ بنا کر رکھتا ہے۔ محمود غزنوی یہ اندوہناک رپورٹ ملتے ہی بگولے کی طرح یہاں پہنچا تھا اور اس نے قرامطی داؤد حاکم ملتان کا خاتمہ کر کے وہاں اسلام کا پرچم لہرایا تھا۔ مجھے خواب میں سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے حکم دیا تھا کہ جاؤ اور اس ملعون کے پرچے اڑا کر ثواب دارین حاصل کرو۔ مجھے افسوس ہے کہ اصل خبیث کو میں جہنم واصل نہ کر سکا۔

غازی کا پر مغز اور عالمانہ خطبہ سن کر ہر مسلمان شخص عیش عیش کر رہا تھا۔ فرنگی حکومت کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ایم بی اوگلوئی نے قانونی تقاضوں اور کچھ مصالحتوں کی بنا پر عبد العزیز خان غزنوی کو شہادت کا اعزاز بخشنے کے بجائے صرف چودہ سال قید کی سزا دی۔

پے در پے حملوں کی وجہ سے راج پال نے خود کو ہر وقت خطرہ میں محسوس کیا۔ اس کا کاروبار بھی متاثر ہونے لگا۔ اس نے حکومت سے استدعا کی کہ جان کی حفاظت کا بندوبست کیا جائے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے پولیس کے دو ہندو سپاہی اور ایک سکھ حوالدار اس کی نگہداشت پر مامور کر دیئے۔

راج پال نے پہرے کی زندگی کو حراست کی زندگی سمجھا۔ چنانچہ وہ لاہور سے دوسرے شہروں میں تفریح کے لئے چلا گیا اور دو چار ماہ کے بعد واپس آ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ اب معاملہ رفع دفع ہو چکا ہوگا اور اب مسلمانوں کے جذبات سرد ہو چکے ہوں گے۔ اس نے کتب فروشی کا کاروبار پھر شروع کر دیا اور پولیس کی امداد طلب نہ کی۔

غازی علم الدین شہید تعارف و تعلیم و تربیت:

غازی علم الدین 8 ذیقعدہ 1366ھ 4 دسمبر 1908ء بروز جمعرات محلہ چابک سواراں محلہ سرفروشان لاہور میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا پیدائشی مکان اسی بازار کے مغربی کنارے پر ہے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم تکیہ سادھواں کی مسجد سے اور بازار نوہریاں اندرون اکبری دروازہ بابا کالو کے مکتب سے حاصل کی۔ ان کے والد کا نام میاں طالع مند تھا جو کسب معاش کی خاطر نجار، یعنی لکڑی کا کام کرتے تھے ان کا سلسلہ نسب سات پشتوں سے برخوردار (بھائی لہنا سنگھ) سے جاملتا ہے۔ حضرت برخوردار پہلے سکھ مت کے پیرو تھے۔ شہنشاہ جہانگیر کے زمانے میں انہوں نے مسلمان علماء کی صحبت میں رہ کر اسلام قبول کیا اور دینی تعلیم حاصل کر کے ساری عمر تبلیغ اسلام میں بسر کی۔

غازی صاحب کے والد میاں طالع مند ایک چابک دست فنکار تھے۔ غازی علم الدین یکم جنوری 1928ء کو اپنے والد صاحب کے ساتھ کوہاٹ چلے گئے اور وہیں بازار میں فرنیچر کا کاروبار کرنے لگے۔ مارچ 1929ء میں ان کے بڑے بھائی میاں محمد الدین کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ غازی صاحب نومولود بھتیجی کو دیکھنے کیلئے لاہور آئے۔ انہی دنوں ان کی مگنی ان کے ماموں کی بیٹی سے ہوئی۔

بہار کا موسم تھا۔ 16 اپریل 1929ء بروز ہفتہ وہ اپنے دوستوں کے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ یکا یک ان کے کانوں میں آواز آئی۔

ہے کوئی جاننا جو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ناموس کی حفاظت کرے۔

غازی صاحب نے فرط محبت سے لبریز ہو کر پکارا:

”لبیک یا ام المؤمنین لبیک“

گستاخ رسول کا خاتمہ:

غازی علم الدین نے ایک تیز چہرہ ہاتھ میں لیا۔ تقریباً ایک بجے کے بعد دوپہر راج پال کی دکان واقع ہسپتال روڈ نزد مزار قطب الدین ایبک لاہور پہنچے۔ اتفاق سے وہ موذی اس وقت دکان میں لیٹا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے لکھا اور کہا: اپنے جرم کی معافی مانگو۔ دلاڑی کتاب کو فوراً تلف کرنے کا وعدہ کرو اور آئندہ ایسی کمینہ حرکتوں کے کرنے سے توبہ کرو۔ ورنہ مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ راج پال نے غازی علم الدین کے اس انتباہ کو محض گیدڑ بھبکی سمجھا اور یہ خیال کیا کہ یہ از خود واپس چلا جائے گا۔ اس لئے وہ خاموش بیٹھا رہا۔ اس پر غازی علم الدین نے بھرپور وار کیا کہ وہ بغیر آواز نکالے جہنم رسید ہو گیا۔ اس وقت دکان پر راج پال کے دو ملازم بھگت رام اور کیدار ناتھ بھی موجود تھے جو کتابوں کی ترتیب دے رہے تھے۔ انہوں نے غازی کا اعلان بھی سنا اور حملہ کرتے بھی دیکھا، مگر ان پر ایسی بیبت طاری ہو گئی کہ وہ بت بن کر کھڑے رہے لیکن اپنے آقا کو بچانے کے لئے ایک قدم بھی نہ بڑھ سکے۔

غازی موصوف وہاں سے دو یار تن کے ٹال پر پہنچے۔ نکلا چلا کر اپنے ہاتھوں کو راج پال کے ناپاک لہو سے صاف کیا۔ پانی پی رہے تھے کہ یکا یک راج پال کے قتل کا شور برپا ہو گیا۔ شور و غل سن کر اطمینان سے کھڑے ہو گئے اور با آواز بلند اعلان کیا کہ اس نابکار راج پال کا قاتل میں ہی ہوں اور میں نے اس کا قتل فرط عشق رسول ﷺ میں کیا ہے۔

اس قتل کی اطلاع کیدار ناتھ نے انارکلی پولیس میں درج کرائی۔ کیدار ناتھ اور بھگت رام کے بیانات یعنی گواہان کی حیثیت سے لئے گئے۔ پرمانند اور نانک چند نے غازی علم الدین کو قتل کے اعلان کے وقت پکڑا تھا انہوں نے بھی اپنے بیانات درج کرائے۔ آتم رام دکاندار انارکلی نے بھی بیان دیا کہ میں چاقو وغیرہ بیچتا ہوں۔ علم الدین نے یہ چھرا مجھ سے خریدا تھا۔ میں خون آلود چھرے اور اپنے گاہک علم الدین کو پہچانتا ہوں۔

پولیس نے راج پال کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوا دیا۔ خون آلود بستر اور چٹائی کا پارسل بنا کر سر بمبر کیا اور علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت میں بھیج دیا۔ چونکہ ملزم اقبالی تھا، اس لئے مقدمے کی تفتیش اور چالان میں نہ تو کوئی دقت پیش آئی اور نہ کوئی رکاوٹ۔ اس واقعہ کے بعد سارے شہر کے ہندوؤں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دفعہ 144 نافذ کر کے ہندو مسلم کشیدگی پر قابو پانے کی کوشش کی۔ راج پال کی ارتھی کا ایک جلوس نکالا گیا اور رام باغ نزد بادامی باغ نذر آتش کر کے راکھ دریائے راوی میں بہادی گئی۔

سیشن کورٹ کا فیصلہ:

اس دور کے دفاتر میں ہندوؤں کی اکثریت تھی، انہوں نے مقدمے کا چالان ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر لوئیس کی عدالت میں پیش کر دیا۔ سول سرجن نے عدالت میں پیش ہو کر بتایا کہ مقتول کی موت پیٹ میں چھرا گھونپنے سے ہوئی۔ زخم کی گہرائی ساڑھے چھ انچ اور چوڑائی پونے چار انچ تھی۔ اس وار سے مقتول کی آنتیں بھی کٹ گئی تھیں۔ لوئیس نے غازی علم الدین پر فرد جرم عائد کر کے بیان لیا اور بغیر صفائی کے مقدمہ سیشن جج کے سپرد کر دیا۔

اگرچہ سیشن کورٹ میں ایسے مقدمات کی سماعت کے لئے کم از کم ایک سال کے بعد باری آتی ہے لیکن یہ مقدمہ ایک ہفتے بعد ہی سماعت کے لئے پیش کر دیا گیا۔ مسٹر ٹیپ سیشن جج تھا۔ مسٹر سلیم بار ایٹ لاء نے معقول اور مدلل دلائل پیش کئے، لیکن عدالت نے غازی علم الدین پر دفعہ 302 فرد جرم عائد کر کے 22 مئی 1929ء کو پھانسی کی سزا کا حکم سنایا۔ اس وقت غازی علم الدین کی عمر 21 سال تھی۔ مسلمانوں نے لاہور میں کئی جلسے منعقد کئے کہ سیشن جج کے فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی جائے۔ اس کے لئے عوام نے جوش و خروش سے چندہ دیا۔ نامی گرامی مسلمان وکلاء نے فیصلے کی نقل کا بغور مطالعہ کیا اور اپیل دائر کر دی۔

قائد اعظم کا وکالت کرنا:

مسٹر محمد علی جناح بیرسٹریٹ لاء ان دنوں بمبئی میں وکالت کرتے تھے۔ انہیں اس مقدمے کے لئے طلب کیا گیا۔ لاہور کے ماہر قانون فرخ حسین بیرسٹریٹ لاء نے ان کی معاونت کی۔ مقتول راج پال کی طرف سے بے لال کپور اور سرکار کی طرف سے دیوان رام

لال پیش ہوا۔ براڈ ولے اور جان اسٹون ہائی کورٹ پنجاب نے آپ کی سماعت کی۔

مسٹر جناح نے فاضلانہ بحث کی اور کئی ٹھوس دلائل پیش کئے اور عدالت کو بتایا کہ پیغمبر ﷺ کی ذات پر رقیق حملے کرنا اور اس طرح عوام کے مختلف فرقوں میں نفرت پھیلانا زبردفعہ 35 الف جرم ہے۔ کتاب ”رنگیلا رسول“ انتہائی دلازار ہے۔ اسے پڑھ کر کوئی بھی مسلمان اپنے پیغمبر ﷺ کی عصمت کا بدلہ لئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ملزم کا یہ قتل اشتعال انگیزی پر مبنی ہے، اس لئے ملزم غازی علم الدین کے خلاف زیر دفعہ 302 قتل عمد کی بجائے 308 قتل بوجہ اشتعال کاروائی کی جانی چاہئے اور ملزم کو موت کے بجائے سات سال قید کی سزا کا مستوجب سمجھنا چاہئے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ سزا دفعہ 304 کے تحت پھانسی کی بجائے دس سال قید ہے۔

15 جولائی 1929ء کو فرنگی ججوں نے فریقین کے وکلاء کے دلائل سننے کے بعد غازی علم الدین کی اپیل خارج کر دی اور سیشن جج کے فیصلے کو برقرار رکھا۔ شام کو جب غازی علم الدین کو ہائی کورٹ کا فیصلہ جیل میں سنایا گیا تو انہوں نے مسکرا کر کہا: شکر الحمد للہ! بزدلوں کی طرح قیدی بن کر جیل میں گلے سڑنے کی بجائے تختہ دار پر چڑھ کر شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، پیغمبر خدا، ہادی برحق، رسالت مآب ﷺ پر اس حقیر سی جان کو قربان کر دینا موجب صد ہزار ابدی سکون و راحت ہے۔ خدا میری اس ادنیٰ اور پر خلوص قربانی کو قبول فرمائے۔

اگرچہ مسلمان فرنگی حکومت کے اس رویے سے مایوس تھے لیکن اس خیال سے کہ حجت پوری کرنا اور آخری دم تک چارہ کرنا اسلامی شعائر میں سے ہے۔ انہوں نے پر یوی کونسل لندن میں اپیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ مسلمانوں نے ایک بار پھر جی بھر کر چندہ دیا۔ دراصل یہ ایک فرد کی موت کا سوال نہیں تھا بلکہ پیغمبر خدا ﷺ کی عزت کا معاملہ تھا۔ اس اپیل کا مسودہ مسٹر محمد علی جناح کی نگرانی میں تیار ہوا لیکن پر یوی کونسل لندن نے اپیل نام منظور کر دی اور دفعہ 153 الف کی وضاحت اور دفعہ 304 کے جزو اشتعال انگیز قتل کے معاملے کو گول کر دیا۔ انگریزی حکومت ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتی تھی۔ یہ فیصلہ غازی علم الدین کو سنایا گیا تو انہوں نے کہا:

کاتب تقدیر نے شہادت کا رتبہ پانا میری قسمت میں روز اول سے لکھ دیا ہے۔ یقیناً میری قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ہے۔ ان شاء اللہ اب مجھے دربار رسالت ﷺ میں حاضری دینے سے کوئی طاقت نہیں روک سکے گی۔

غازی علم الدین شہید کے کارنامے پر قادیانی رد عمل:

قادیانی جماعت کے بانی آنجنمانی مرزا قادیانی کے بڑے بیٹے اور قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین نے غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ کے سنہرے کارنامے پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا:

اسی طرح اس قوم کا جس کے جوشیلے آدمی قتل کرتے ہیں، خواہ انبیاء کی توہین کی وجہ سے ہی وہ ایسا کریں، فرض ہے کہ پورے زور کے ساتھ ایسے لوگوں کو دبائے اور ان سے اظہار برأت کرے۔ انبیاء کی عزت کی حفاظت قانون شکنی کے ذریعہ نہیں ہو سکتی، وہ نبی بھی کیا نبی ہے جس کی عزت کو بچانے کے لئے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں۔ جس کے بچانے کے لئے اپنا دین تباہ کرنا پڑے۔ یہ سمجھنا کہ محمد رسول اللہ کی عزت کے لئے قتل کرنا جائز ہے، سخت نادانی.....

وہ لوگ (غازی علم الدین شہید، ناقل) جو قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں، وہ بھی مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں اور جو ان کی پیٹھ ٹھونکتا ہے، وہ بھی قوم کا دشمن میرے نزدیک تو اگر یہی شخص (راجپال کا) قاتل ہے جو گرفتار ہوا ہے تو اس کا سب سے بڑا خیر خواہ وہی ہو سکتا ہے جو اس کے پاس جاوے اور اسے سمجھائے کہ دنیاوی سزا تو تمہیں اب ملے گی ہی، لیکن قبل اس کے کہ وہ ملے، تمہیں چاہئے خدا سے صلح کرلو۔ اس کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ اسے بتایا جائے کہ تم سے غلطی ہوئی ہے۔

﴿خطبہ جمعہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد 16 نمبر 82 ص 7-8 مورخہ 19 اپریل 1929ء﴾
اس قبیل کا دوسرا فتنہ پرور شخص وکیل ابو جہل، فخر ابولہب، ترجمان سلمان رشدی بھاری نثر ادتنازعہ مصنف وحید الدین خان، غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ کی توہین و تضحیک کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اگر ناموس رسول کی حفاظت کا طریقہ یہی ہو جو غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ نے اختیار کیا تو یقیناً یہ مقصد حاصل نہیں ہوا، کیونکہ اس قتل کے بعد شردھانند نے اس ملک کی اکثریت کے درمیان قومی ہیرو کی حیثیت اختیار کر لی۔ ملک کی تاریخ میں ان کو شہید کا مقام دیا گیا۔ 1947ء میں ہندوستان آزاد ہوا تو راجدھانی دہلی کے ممتاز مقام (چاندنی چوک) پر ان کا بلند و بالا مجسمہ عین شاہراہ پر نصب کر دیا گیا وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے کسی عمل کو ناموس رسول ﷺ کے نام پر بے فائدہ جان دے دینا تو کہہ سکتے ہیں مگر اس کو ناموس رسول ﷺ کی حفاظت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ قربانی نہیں بلکہ نادانی ہے جس کا تعلق نہ عقل سے ہے اور نہ اسلام سے۔

﴿شتم رسول کا مسئلہ از حدی الدین ص 71-72﴾

حال ہی میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بینچ نے قادیانیوں کے خلاف اپنے تاریخ ساز فیصلے میں لکھا:
کلمہ ایک اقرار نامہ ہے جسے پڑھ کر غیر مسلم اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے، یہ عربی زبان میں ہے اور مسلمانوں کے لئے خاص ہے جو اسے نہ صرف اپنے عقیدہ کے اظہار کے لئے پڑھتے ہیں بلکہ روحانی ترقی کے لئے بھی اکثر اس کا ورد کرتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کے معنی ہیں: خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ اس کے برعکس قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ کا بروز ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ”ایک غلطی کا ازالہ“ (اشاعت سوم، ربوہ صفحہ 4) میں لکھا ہے:

☆ سورہ الفتح کی آیت نمبر 29 کے نزول میں محمد ﷺ کو اللہ کا رسول کہا گیا ہے..... اللہ نے اس کا نام محمد رکھا۔

﴿مندرجہ ”روحانی خزائن“، ص 207، جلد 18﴾

☆ روزنامہ ”بدر“ (قادیان) کی اشاعت 25 اکتوبر 1906ء میں قاضی ظہور الدین اکمل سابق ایڈیٹر Review of religions کی ایک نظم شائع ہوئی تھی، جس کے ایک بند کا مفہوم اس طرح ہے: ”محمد ﷺ پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ ہم میں دوبارہ آگئے ہیں، جو کوئی محمد ﷺ کو ان کی مکمل شان کے ساتھ دیکھنے کا متمنی ہو، اسے چاہئے کہ وہ قادیان جائے۔“

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

یہ نظم مرزا صاحب کو سنائی گئی تو اس نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔ ﴿روزنامہ ”الفضل“ قادیان، 22 اگست 1944ء﴾

☆ علاوہ ازیں ”اربعین“ (جلد 4 صفحہ 17) میں اس نے دعویٰ کیا ہے:

”سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں، اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔

﴿مندرجہ روحانی خزائن، ص 445-446، جلد 17﴾

☆ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱ مندرجہ ”روحانی خزائن“ ص ۲۵۹، جلد ۱۶ میں اس نے اعلان کیا:

جو کوئی میرے اور محمد ﷺ کے مابین فرق کرتا ہے، اس نے نہ تو مجھے دیکھا ہے نہ جانا ہے۔

☆ مرزا غلام احمد نے مزید دعویٰ کیا ہے:

میں اسم محمد کی تکمیل ہوں یعنی محمد، محمد کا ظل ہوں۔ ﴿دیکھئے حاشیہ ”حقیقت الوحی“ ص ۶۷ مندرجہ ”روحانی خزائن“ ج ۲۲﴾

☆ سورہ الجمعہ (۶۲) کی آیت نمبر ۳ کے پیش نظر جس میں کہا گیا ہے:

”(وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول، خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے

اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے) میں ہی آخری نبی اور اس کا بروز ہوں اور خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے محمد

کی تجسیم بنایا۔ ﴿دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ، شائع شدہ از ربوہ، ص 11-10 مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۱۲، جلد ۱۸﴾

☆ میں وہ آئینہ ہوں جس میں سے محمد کی ذات اور نبوت کا عکس جھلکتا ہے۔

﴿نزول المسیح ص ۴۸، شائع شدہ قادیان اشاعت 1909ء دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ، ص ۸، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۱۸﴾

☆ اوپر جو کچھ کہا گیا اس کی روشنی میں مسلمانوں میں اس بات پر عمومی اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ جب کوئی احمدی کلمہ طیبہ

پڑھتا ہے یا اس کا اظہار کرتا ہے تو وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد ایسا نبی ہے، جس کی اطاعت واجب ہے اور جو ایسا نہیں کرتا،

وہ بے دین ہے، بصورت دیگر وہ خود کو مسلمان کے طور پر پیش کر کے لوگوں کا دھوکا دیتے ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ یا تو وہ مسلمانوں کی

تضحیک کرتے ہیں یا اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات، صورت حال کی رہنمائی نہیں کرتیں۔ اس لئے جیسی بھی

صورت حال ہو، ارتکاب جرم کو ایک نہ ایک طریقہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

☆ مرزا غلام احمد نے نہ صرف یہ کہ اپنی تحریروں میں رسول اکرم ﷺ کی عظمت و شان کو گھٹانے کی کوشش کی بلکہ بعض مواقع پر

ان کا مذاق بھی اڑایا۔ حاشیہ گولڑویہ، ص ۱۶۵، مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۶۳، جلد ۱۷ میں مرزا صاحب نے لکھا کہ:

☆ پیغمبر اسلام اشاعت دین کو مکمل نہیں کر سکے، میں نے اس کی تکمیل کی۔

ایک اور کتاب میں کہتا ہے:

☆ رسول اکرم ﷺ بعض نازل شدہ پیغامات کو نہیں سمجھ سکے اور ان سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئیں۔

﴿دیکھئے ”ازالہ اوہام“، لاہور طبع، ص ۳۲۶﴾..... ﴿مندرجہ ”روحانی خزائن“، ص ۴۷۲-۴۷۳، جلد ۳﴾

اس نے مزید دعویٰ کیا:

☆ رسول اکرم ﷺ تین ہزار معجزے رکھتے تھے۔ ﴿تخفہ گولڑویہ، ص ۶۷، مندرجہ روحانی خزائن، ص ۱۵۳، جلد ۱﴾

☆ جب کہ میرے پاس دس لاکھ نشانیاں ہیں۔ ﴿براہین احمدیہ، جلد ۵، ص ۵۷..... روحانی خزائن، ص ۷۲، جلد ۲﴾

☆ نشان معجزہ، کرامت ایک چیز ہے۔ ﴿براہین احمدیہ، جلد ۵، ص ۵۰، مندرجہ ”روحانی خزائن“، ص ۶۳، جلد ۲﴾

مزید یہ کہ

☆ رسول اکرم ﷺ نصاریٰ کا تیار کردہ پیر کھاتے تھے جس میں وہ سور کی چربی ملاتے تھے۔

﴿الفضل، قادیان، ۲۲ فروری ۱۹۲۲ء﴾

مرزا بشیر احمد نے اپنی تصنیف ”کلمۃ الفضل“ (صفحہ ۱۱۳) میں لکھا:

☆ مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ ﷺ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی

کہلائے، پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر بڑھایا کہ نبی کریم ﷺ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔

اس طرح اور بہت سی تحریریں موجود ہیں لیکن ہم اس ریکارڈ کو مزید گراں بار نہیں کرنا چاہتے۔

”ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وہ ہر نبی کو مانتا اور اس کا احترام کرتا ہے۔ اس لئے اگر نبی کی شان کے خلاف کچھ کہا جائے تو اس

سے مسلمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی، جس سے وہ قانون شکنی پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ اس کا انحصار جذبات پر ہونے والے حملے کی سنگینی پر

ہے۔ ہائی کورٹ کے فاضل جج نے مرزائیوں کی کتابوں سے بہت سے حوالے نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے دوسرے

انبیائے کرام خصوصاً حضرت (عیسیٰ علیہ السلام) کی بھی بڑی توہین کی اور ان کی شان گھٹائی۔ حضرت عیسیٰ کی جگہ وہ خود لینا چاہتا تھا۔ ہم اس

سارے مواد کو نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد ایک جگہ رقمطراز ہے:

☆ جو معجزات دوسرے نبیوں کو انفرادی طور پر دیئے گئے تھے، وہ سب رسول اکرم ﷺ کو عطا کئے گئے، پھر وہ سارے معجزے

مجھے بخشے گئے کیونکہ میں ان کا بروز ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے نام آدم، ابراہیم، موسیٰ، نوح، داؤد، یوسف، یونس، سلیمان اور عیسیٰ مسیح ہیں۔

﴿ملفوظات، جلد سوم، ص ۲۷۰، شائع شدہ ربوہ﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے:

☆ حضرت مسیح کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین نانیاں اور دادیاں آپ کی زنا کار اور کبھی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ ﴿ضمیمہ انجام آتھم، حاشیہ ۷.....﴾ (مندرجہ روحانی خزائن، ص ۲۹۱، جلد ۱۱)

☆ اس کے برعکس اللہ کی پاک کتاب (قرآن حکیم) حضرت عیسیٰ، ان کی والدہ اور خاندان کی بڑائی بیان کرتی ہے۔ دیکھئے سورہ آل عمران (۳) کی آیات ۳۳ تا ۴۵، ۴۷ تا ۵۷، سورہ مریم (۱۹) کی آیات ۱۶ تا ۳۲) کیا کوئی مسلمان قرآن کے خلاف کچھ کہنے کی جسارت کر سکتا ہے اور جو ایسی حماقت کرے، کیا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ ایسی صورت میں مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکار کیسے مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا غلام احمد پر اس کی مذکورہ بالا تحریروں کی بناء پر توہین مذہب ایکٹ مجریہ 1679ء کے تحت عیسائیت کی توہین کے جرم میں کسی انگریزی عدالت میں ملزم قرار دے کر سزا دی جاسکتی تھی، مگر ایسا نہیں کیا گیا۔

☆ جہاں تک رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کا تعلق ہے، مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے:

”ہر مسلمان کے لئے جس کا ایمان پختہ ہو، لازم ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین، اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔ ﴿صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان﴾

کیا ایسی صورت میں کوئی، کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا قادیانی نے تخلیق کیا ہے سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟

☆ ہمیں اس پس منظر میں احمدیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر احمدیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہئے اور اس رد عمل کے بارے میں سوچنا چاہئے جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا تھا۔ اس لئے اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دیدی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور رشدی تخلیف کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں، حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا (تفصیلات کے لئے منیر رپورٹ دیکھی جاسکتی ہے) رد عمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائش دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے، جس کے نتیجے میں جان و مال کا نقصان ہو سکتا ہے۔

جناب جسٹس عبدالقدیر چودھری

جناب جسٹس ولی محمد خان

جناب جسٹس محمد افضل لون

جناب جسٹس سلیم اختر

(S.C.M.R August 1993)

پیر سیال اور غازی علم الدین شہید:

اس فیصلے کے بعد وہ انتہائی خوش و خرم رہنے لگے۔ 14 اکتوبر 1929ء کو صبح سویرے اس کو میانوالی ڈسٹرکٹ جیل میں منتقل کیا گیا۔ وہاں کافی نامی گرامی لوگ ملاقات اور زیارت کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ سجادہ نشین سیال شریف نے بھی ملاقات کی۔ پیر صاحب غازی کے جمال و جلال سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ کوئی خاص بات تو نہ کر سکے، البتہ سورۃ یوسف پڑھنے لگ گئے۔ پیر صاحب ایک اچھے قاری اور حافظ تھے لیکن سورۃ یوسف کے پڑھنے کا یارا نہ پاسکے اور وفور جذبات سے بار بار رکنے لگے۔ اس پر غازی علم الدین نے حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا کہ آپ بسم اللہ شریف پڑھ کر ایک دفعہ پھر سے شروع کریں۔ پیر صاحب نے دوبارہ تلاوت کا آغاز کیا لیکن اس دفعہ بھی روانی نہیں تھی۔ اکثر گلوگر ہو کر رک جاتے اور کسی اور عالم میں پہنچ جاتے۔ غازی علم الدین جو قرآن شریف نہیں پڑھے ہوئے تھے اور سورۃ یوسف پہلے ہرگز نہیں آتی تھی، پیر صاحب کو صحیح لقمے دیتے رہے اور سورۃ یوسف پڑھنے میں پوری پوری مدد کی۔ پیر صاحب ملاقات کر کے باہر آئے تو وہ استعجاب سے بول نہیں سکتے تھے۔ صرف اتنا ہی فرمایا: میں علم الدین کے لبادے میں کوئی اور ہستی پاتا ہوں۔ کون کہتا ہے کہ غازی علم الدین پڑھ اور جاہل ہیں۔ انہیں علم لدنی حاصل ہے اور وہ کائنات کے اسرار و رموز سے واقف ہیں۔

وارڈن جیل نواب دین کا بیان ہے کہ غازی علم الدین کو 31 اکتوبر 1929ء کو تختہ دار پر چڑھانا تھا اور 30/31 کی درمیانی شب کو میں ان کے کمرے کا نگران تھا۔ غازی نے وہ ساری رات سجدوں اور تلاوت میں گزار دی۔ صبح کے چار بجے میں نے دیکھا کہ کوٹری بدستور مقفل ہے۔ لیکن غازی اندر موجود نہیں ہیں۔ میں پریشان ہو گیا کہ انہیں اس کوٹری سے کوئی نکال کر لے گیا ہے اور اب میں حکام جیل کو کیا جواب دوں گا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو اس امر سے مطلع کیا اور کہا کہ اگر کوئی سازش ہوئی ہے تو غازی کہیں دور نہیں جاسکتے کیونکہ ابھی ابھی وہ سر بسجود تھے۔ میں جونہی ایک چکر لگا کر آیا تو انہیں غائب پایا۔ اس پر سب نے اندر غور سے جھانکا لیکن کوٹری خالی تھی۔ ہم انہیں ادھر ادھر باہر تلاش کر رہے تھے کہ یکایک ان کا کمرہ روشنی سے منور ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ وہ مصلے پر بیٹھے ہیں، ایک نورانی صورت بزرگ ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں۔ اب ہم نے جونہی اندر جھانکا تو بزرگ غائب تھے اور غازی علم الدین تسبیح پڑھ رہے تھے۔ جمعرات 26 جمادی الثانی 1348ھ (31 اکتوبر 1929ء) کو مجسٹریٹ نے غازی صاحب سے آخری خواہش دریافت کی۔ انہوں نے کہا: صرف دو رکعت نماز شکر ادا کرنے کی اجازت دی جائے۔

انہوں نے دو رکعت نفل پڑھے اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے تختہ دار پر چڑھ گئے۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے گئے۔ سر پر ٹوپ چڑھا دیا گیا اور آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ مگر انہوں نے کہا: اے نادانو! تم یہ کیا کر رہے ہو۔ وہ دیکھو میری روح کے استقبال کے

لئے تو سینکڑوں فرشتے آئے ہوئے ہیں۔ پروانہ شمع رسالت ﷺ کو تختہ دار پر کھینچ کر واصل باللہ کر دیا گیا۔

برائے سال وفاتش بگفت ہاتف غیب
شہید عشق محمد کبیر علم الدین

ترجمہ: تاریخ شہادت کے لئے غیب سے آواز آئی کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرنے والے شہیدوں میں علم الدین کا رتبہ

بہت بڑا ہے۔

گورنر کی سازش اور ڈاکٹر اقبال کی ہمت:

ناعات اندیش گورنر نے فنا فی الرسول غازی کو ایک مردہ و بے بس قوم کا فرد سمجھ کر ان کی پاک میت کو قیدیوں کے قبرستان میں ایک حیوان کی طرح کسی گڑھے میں دبا دیا۔ جنازہ تو درکنار فن تک نہیں دیا گیا۔ ان کی میت کو دبایا جا رہا تھا کہ پاس کھڑے ہوئے ایک نمبر دار قیدی نے درود شریف اور کلمہ شہادت پڑھ کر اپنی چادر غازی علم الدین پر ڈال دی۔ جونہی یہ خبر لاہور میں پہنچی۔ پوری مسلمان قوم گھروں سے باہر نکل آئی اور کاروبار بند کر دیا۔ فدائیان اسلام شہید کی میت حاصل کرنے کے لئے بے تاب تھے۔ 4 نومبر 1929ء کو مسلمانوں کا ایک وفد ڈی مونٹ مورنسی گورنر پنجاب سے ملا اور اپنا مطالبہ پیش کیا۔ گورنر نے سب سے پہلا اور اہم سوال یہ کیا، اگر نعش کے آنے پر لاہور میں ہندو مسلم فساد ہو گیا تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

ڈاکٹر اقبال نے جھٹ کہا: اگر کوئی ایسی بات ہوگئی تو آپ میری گردن اڑا دیجئے گا۔ گورنر نے چند شرائط کے ساتھ میت کو مسلمانوں

کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔

سفر آخرت:

13 نومبر 1929ء کو مسلمانوں کا ایک وفد میانوالی پہنچا۔ دوسرے دن علی الصبح شہید کی نعش کو گڑھے سے نکال کر بصدا احترام ڈپٹی کمشنر بنگلے پر لایا گیا۔ وہاں ایک صندوق میں بند کیا گیا۔ یہ صندوق سید مراتب علی شاہ گیلانی نے بنوایا تھا۔ اس کے اندر جست لگا ہوا تھا اور جست پر روئی کی دبیز تہ تھی۔ سرہانے نرم و ملائم تکیے رکھے ہوئے تھے۔ جن لوگوں نے شہید کی میت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ان کا بیان ہے کہ دو ہفتے گزر جانے کے باوجود میت مبارک میں ذرا بھر تعفن نہیں تھا۔ جسم صحیح سالم تھا۔ چہرے پر جلال و جمال کا امتزاج تھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ گڑھے سے ایک مسخوڑ کن خوشبو آ رہی تھی۔ بہر حال میت مبارک کو بذریعہ اسپیشل ٹرین 14 نومبر 1929ء کو 5 بج کر 35 منٹ پر لاہور چھاؤنی سے ذرا پرے نہر کے پل کے پاس اتارا گیا۔ محکمہ جیل نے وہ صندوق جس میں حرمت رسول مقبول ﷺ کا شیدائی استراحت فرماتا تھا، مسلم لیگ کے نمائندوں سر محمد شفیع اور ڈاکٹر اقبال کے حوالے کر کے رسید لی۔

سید حبیب مدیرو مالک اخبار سیاست ایک جید عالم اور مسلمانوں کے مقبول رہنما تھے۔ مدیر کے آنے پر ڈاکٹر محمد اقبال نے پوچھا کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف کسے حاصل ہونا چاہئے؟ سید حبیب نے کہا کہ یہ شہید کے والد بزرگوار میاں محمد طالع مند کا حق ہے۔ میاں طالع مند نے کہا اگر یہ حق مجھے حاصل ہے تو میں اسے ڈاکٹر اقبال کو تفویض کرتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے سید حبیب کے مشورے سے

سن رسیدہ اور عالم بے بدل مولانا سید دیدار علی شاہ الوری کا نام تجویز کیا لیکن وہ اس وقت تک تشریف نہیں لاسکے تھے چنانچہ ان کے بجائے قاری محمد شمس الدین خطیب مسجد وزیر خان نے پہلی نماز جنازہ پڑھائی۔ دوسری نماز جنازہ سید محمد دیدار علی شاہ نے تیسری سید احمد شاہ اور باقی نمازیں مختلف علمائے کرام نے پڑھا کر فرض کفایہ ادا کیا۔ غازی علم الدین شہید کے جنازے میں تقریباً چھ لاکھ مسلمان شریک تھے اور جنازے کا جلوس تقریباً ساڑھے پانچ میل لمبا تھا۔

مولانا سید دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمہ اور ڈاکٹر محمد اقبال نے میت کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارالوگوں نے فرط عقیدت سے قبر کے اندر اتنے پھول پھینکے کہ میت ان میں چھپ گئی۔ اس کے بعد اینٹوں سے تعویذ کو بند کیا گیا اور کلمہ شہادت و کلمہ تمجید پڑھ کر قبر پر مٹی ڈالی گئی۔

غازی عبد القیوم علیہ الرحمہ

اللہ کے رسول ﷺ کی محبت عین ایمان ہے مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی شان اقدس میں ادنیٰ سی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ آج تک جس شخص نے بھی ادنیٰ گستاخی کی، اسے انہوں نے معاف نہیں کیا اور اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچا کر ہی چھوڑا ہے۔ لاہور کے ایک ہندو راجپال نے ایک گستاخانہ کتاب ”رنگیلا رسول“ لکھی تو اس وقت لاہور ہی کے ایک غیرت مند نوجوان غازی علم الدین آگے بڑھے اور اس ہندو کو اس کی گستاخی کا مزہ چکھا دیا۔ راجپال کو قتل کرنے کے جرم میں اس عاشق رسول ﷺ کو عدالت عالیہ سے سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی عزت و حرمت پر جان دے کر ابدی زندگی حاصل کر لی۔

غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ کی محبت اور زبانوں پر اس مرد مجاہد کے تذکرے ہیں لیکن غازی عبد القیوم کا کارنامہ عوام و خواص کی نظروں سے اوجھل ہے، ان کے نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ آئیے! اب ہم ”غازی عبد القیوم شہید علیہ الرحمہ“ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ آپ کا نام غازی عبد القیوم خان آپ کے والد محترم کا نام عبد اللہ خان قوم پٹھان آپ ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔

ابتدائی زندگی و تعلیم:

غازی عبد القیوم خان کو بچپن ہی سے مذہبی تعلیم کا شوق تھا۔ چھٹی جماعت پاس کر کے گاؤں کے علمائے کرام سے پڑھنا شروع کر دیا۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے۔ اسکول چھوڑ کر قرآن مجید کی تعلیم کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے، صوم و صلوة کی آخری وقت تک پوری پابندی کرتے رہے۔

1932ء میں ان کے والد عبد اللہ خان صاحب انتقال کر گئے۔ ان کی چھ بہنیں تھیں جو کہ اچھے گھرانوں میں بیاہی گئیں، ایک بھائی جوان سے بڑے ہیں، ان کا نام ہمایوں خان ہے جو محکمہ امداد باہمی میں بحیثیت ہیڈ کلرک، سپرنٹنڈنٹ ملازمت کر کے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ جب ان کی عمر 21-22 سال کی ہوئی تو 1934ء میں ان کی شادی کرادی گئی۔ شادی کے چند ماہ بعد ان کو کراچی جانے کا شوق پیدا ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے حقیقی چچا رحمت اللہ خان وہاں پہلے سے مقیم تھے اور وکٹوریہ گاڑیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ چنانچہ یہ کراچی چلے

گئے اور اپنے چچا کے ہاں ٹھہرے، وہاں بھی ان کا زیادہ تر وقت صدر کی مسجد میں تلاوت قرآن، ذکر اللہ اور نوافل وغیرہ عبادات میں گزرتا تھا۔ اسی دوران انہوں نے مسجد میں چسپاں ایک اشتہار پڑھا، واقعات پڑھ سن کر ان کو جوش آگیا، دوسرے ہی دن بازار سے ایک چاقو خریدا اور نتھورام ہندو کی آئندہ پیشی کا انتظار کرنے لگے۔

گستاخ رسول نتھورام کا حشر:

”روزگار فقیر“ کے مؤلف فقیر سید وحید الدین صاحب اس واقع کی پوری تفصیل ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

یہ 1933ء کے اوائل کا ذکر ہے، جب سندھ صوبہ بمبئی میں شامل تھا، ان دنوں آریہ سماج حیدر آباد (سندھ) کے سیکرٹری نتھورام نے ”ہسٹری آف اسلام“ کے نام کی ایک کتاب شائع کی جس میں آقائے دو جہان، سرکارِ دو عالم ﷺ کی شانِ اقدس میں سخت دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا گیا، مسلمانوں میں اس کتاب کی اشاعت کے سبب بڑا اضطراب پیدا ہوا، جس سے متاثر ہو کر انگریزی حکومت نے کتاب کو ضبط کیا اور نتھورام پر عدالت میں مقدمہ چلایا گیا، جہاں اس پر معمولی سا جرمانہ ہوا اور ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔ عدل و انصاف کی اس نرمی نے نتھورام کا حوصلہ بڑھا دیا اور اس نے وی ایم فیرس جوڈیشل کمشنر کے یہاں ماتحت عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی۔ کمشنر کی عدالت نے اس گندہ دہن، شاتمِ رسول کی ضمانت منظور کر لی۔ اس سے مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ بہت مضطرب اور فکر مند تھے کہ توہینِ رسول ﷺ کے اس فتنے کا سد باب آخر کس طرح کیا جائے۔ ہزارے کا رہنے والا عبدالقیوم نام کا ایک نوجوان تھا جو کراچی میں وکٹوریہ گاڑی چلاتا تھا۔ جو مارکیٹ کی کسی مسجد میں اس نے اس واقعہ کی تفصیل سنی اور یہ معلوم کر کے کہ ایک ہندو نے حضور سرور کائنات ﷺ کی توہین کی ہے، اس کے غم و اضطراب اور اندوہ و ملال کی کوئی حد نہ رہی۔ ستمبر 1934ء کا واقعہ ہے کہ مقدمہ اہانتِ رسول ﷺ کے ملزم نتھورام کی اپیل کراچی کی عدالت میں سنی جا رہی تھی، عدالت دو انگریز ججوں کے بیچ پر مشتمل تھی۔ عدالت کا کمرہ وکیلوں اور شہریوں سے بھرا ہوتا تھا۔ غازی عبدالقیوم نہایت اطمینان کے ساتھ دوسرے تماشائیوں کے ساتھ وکلاء کی قطار کے پیچھے نتھورام کی برابر والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ عین مقدمے کی سماعت کے دوران وہ اپنا تیز دھار چاقو لے کر نتھورام پر ٹوٹ پڑا اور اس کی گردن پر دو بھر پورا کئے۔ نتھورام چاقو کے زخم کھا کر زور سے چیخا اور زمین پر لڑکھڑا کر گر پڑا۔ غازی عبدالقیوم نے پولیس کی گرفت سے بچنے اور فرار ہونے کی ذرہ برابر کوشش نہیں کی۔ اس نے نہایت ہنسی خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ انگریز جج نے ڈائس سے اتر کر اس سے پوچھا:

تم نے اس شخص کو کیوں قتل کیا؟

غازی عبدالقیوم نے عدالت میں آویزاں جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ تصویر تمہارے بادشاہ کی ہے۔ کیا تم اپنے بادشاہ کی توہین کرنے والے کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دو گے؟ اس ہندو نے میرے آقا اور شہنشاہ کی شان میں گستاخی کی ہے جسے میری غیرت برداشت نہیں کر سکی۔

غازی عبدالقیوم پر مقدمہ چلا۔ اس نے اقبال جرم کیا۔ آخر کار سیشن جج نے اسے سزائے موت کا حکم سنایا۔ غازی عبدالقیوم نے

فیصلہ سن کر کہا:

”جج صاحب! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے موت کی سزا دی۔ یہ ایک جان کس گنتی میں ہے، اگر میرے پاس ایک لاکھ جانیں بھی ہوتیں، تو ناموس رسول ﷺ پر بچھا کر دیتا۔“

اس فیصلے کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی۔ دیندار مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ غازی عبدالقیوم کا قانونی دفاع کرنے کے لئے سامنے آ گیا۔ سید محمد اسلم بار ایٹ لا کو عبدالقیوم کی پیروی کی سعادت حاصل ہوئی، لیکن اس مرد مجاہد (عبدالقیوم) نے پہلی ہی ملاقات میں اپنے قانونی مشیر پر واضح کر دیا کہ میں نے ماتحت عدالت میں جو اقبالی بیان دیا ہے، اس کے خلاف کچھ کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہیں کروں گا۔ سید محمد اسلم نے مقدمے کی تیاری جاری رکھی اور شہادتوں کے سلسلے میں ڈاکٹر اقبال وغیرہ کو بطور گواہ طلب کرانے کی درخواست کی تاکہ وہ اسلامی نقطہ نظر واضح کر سکیں، لیکن عدالت نے یہ درخواست مسترد کر دی۔ مقدمہ صفائی کی ساری بنیاد اس نکتے پر رکھی گئی تھی کہ

یہ ایک مسلمان کا ایمان و عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ناموس رسول ﷺ پر حملہ کرے، تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے۔ اپیل کی سماعت جسٹس دادیہا مہتا (Dadiba Mehta) اور 9 ارکان جیوری کے سامنے شروع ہوئی۔ جیوری چھ انگریزوں، دو پارسیوں اور ایک گوانی عیسائی ممبر پر مشتمل تھی۔ عدالت کے باہر کم و بیش 25 ہزار مسلمانوں کا ایک بڑا ہجوم فیصلے کا منتظر تھا۔ ایڈووکیٹ جنرل کے دلائل کے بعد غازی عبدالقیوم کے پیروکار سید محمد اسلم نے صفائی کا موقف پیش کیا۔ انہوں نے مقدمے کے بنیادی نکات اور اقدام قتل کے محرکات پر تین گھنٹے تک مدلل بحث کی۔ ان کی تقریر کے بعض حصے اس قدر اہم تھے کہ انہیں قانون و انصاف کی تاریخ میں ہمیشہ زریں حروف میں لکھا جائے گا۔

انہوں نے اشتعال کے قانونی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے یہ نکتہ پیش کیا: سوال یہ نہیں ہے کہ عبدالقیوم کا اقدام ملک کے قانون کے خلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ عبدالقیوم نے یہ اقدام انتہائی اشتعال کے عالم میں کیا ہے، تو کیوں نہ اسے وہ کم سے کم سزا دی جائے جس کی اجازت دفعہ 302 کے تحت دے رکھی ہے۔ اگر موجودہ قانون زمین کے چھوٹے سے ٹکڑے یا کسی عورت کے معاملے میں قاتل کو اشتعال کی رعایت دیتا ہے تو رعایت کا یہ اصول عبدالقیوم کے مقدمے میں کیوں قابل قبول نہیں ہے جب کہ ایک مسلمان کے لئے ناموس رسول ﷺ پر حملے سے زیادہ اور کوئی اشتعال انگیزی نہیں ہو سکتی۔ وکیل صفائی کی تقریر کے دوران میں جج نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ کے اس اظہار خیال سے فرقہ وارانہ کشیدگی میں اضافہ نہیں ہوگا؟ سید محمد اسلم نے اس موقع پر جواب دیا:

جناب والا! مسلمان، حکومت اور ہندو اکثریت کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے ہیں کہ ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی محبت کیا حیثیت رکھتی ہے اور اس بارے میں مسلمانوں کے جذبات کیا ہیں، مگر ان دونوں نے ذرا توجہ نہیں دی۔ اب مجھے عدالت میں یہ واضح کرنے کا موقع مل رہا ہے کہ جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے، وہ ناموس رسالت ﷺ کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور قوت کو ختم کر کے رہے گا۔ اس معاملے میں مسلمان کو تعزیرات ہند کی پرواہ ہے نہ پھانسی کے پھندے کی۔

غازی عبدالقیوم کے پیروکار سید محمد اسلم نے اقدام قتل کیلئے اشتعال کے مفہوم کی اہمیت پر جو قانونی نکتہ پیش کیا تھا، اگر وہ تسلیم کر لیا جاتا، تو ناموس رسالت ﷺ پر حملہ کرنے کی مذموم تحریک ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی اور آئندہ کوئی اس جسارت کا تصور بھی نہ کر سکتا۔ لیکن عدالت عالیہ نے یہ اپیل خارج کر دی۔ غازی عبدالقیوم کے لئے سزائے موت بحال رہی۔ پر جوش اور مضطرب مسلمانوں کے لئے یہ وقت بڑی آزمائش کا تھا۔ بالآخر فروری 1936ء میں کراچی کے مسلمانوں نے ایک وفد ڈاکٹر اقبال کے پاس لاہور بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ وہ وفد لاہور پہنچا اور میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مقدمے کی روداد تفصیل کے ساتھ سنائی۔ اس کے بعد عرض کیا کہ آپ وائسرائے سے ملاقات کریں۔ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لائیں اور انہیں اس پر آمادہ کریں کہ غازی عبدالقیوم کی سزائے موت عمر قید میں بدل دی جائے۔ وفد نے اصرار کے ساتھ کہا کہ آپ نے سعی و توجہ کی تو پوری توقع ہے کہ غازی عبدالقیوم کی جانب سے رحم کی اپیل حکومت ہند ضرور منظور کر لے گی۔

رحم کی اپیل پر ڈاکٹر اقبال کا جواب:

ڈاکٹر اقبال وفد کی یہ گفتگو سن کر دس بارہ منٹ تک بالکل خاموش رہے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ وفد کے ارکان منتظر تھے توقع یہی تھی کہ جواب اثبات میں ملے گا کہ ایک عاشق رسول ﷺ کا معاملہ ہے۔ اس سکوت کو پھر ڈاکٹر اقبال ہی کی آواز نے توڑا۔ انہوں نے کہا: کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے؟ ارکان وفد نے کہا: نہیں اس نے تو ہر عدالت میں اپنے اقدام کا اقبال اور اعتراف کیا ہے۔ اس نے نہ تو بیان تبدیل کیا اور نہ لاگ لپیٹ اور ایچ پیج کی کوئی بات کہی۔ وہ تو کھلے خزانے کہتا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے۔ مجھے پھانسی کے پھندے سے بچانے کی کوشش مت کرو۔

وفد کی اس گفتگو کو سن کر اقبال کا چہرہ متمتا گیا۔ انہوں نے برہمی کے لہجے میں کہا: جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر و ثواب کی راہ میں کیسے حائل ہو سکتا ہوں؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لئے وائسرائے کی خوشامد کروں، جو زندہ رہا تو غازی ہے اور مر گیا تو شہید ہے۔

ڈاکٹر اقبال کے لہجے میں اس قدر تیزی تھی کہ وفد کے ارکان اس سلسلے میں پھر کچھ اور کہنے کی جرأت نہ کر سکتے۔ وفد کراچی واپس ہو گیا۔

غازی عبدالقیوم کو جس دن پھانسی دی گئی۔ کراچی کی تاریخ میں وہ دن مسلمانوں کے جوش و اضطراب کا یادگار دن تھا۔ دلوں میں یہ جذبہ موجزن تھا کہ کاش، یہ شہادت ہمیں میسر آتی۔

لاہور میں غازی علم الدین اور کراچی میں غازی عبدالقیوم کے ان واقعات کا اقبال نے بہت زیادہ اثر قبول کیا تھا اور اپنے اس قلبی تاثر کو تین شعروں میں بیان کر دیا۔ یہ اشعار ”لاہور اور کراچی“ کے عنوان سے ”ضرب کلیم“ میں شائع ہو چکے ہیں مگر غازی عبدالقیوم کے لئے رحم کی درخواست کے اس واقعہ کی روشنی میں ان اشعار کا مفہوم کچھ اور زیادہ ابھرتا ہے۔

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر

آہ! اے مرد مسلمان تجھے کیا یاد نہیں حرف لاتدع مع اللہ الہا اخر

لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں نے وقت جنازہ جلوس نکالے۔ لاکھوں نے ان کے نماز جنازہ میں شرکت کی، ناموس رسول ﷺ پر اپنی جان نچھاور کرنے والے اس شہید کو بڑی عزت و تکریم کے ساتھ میوہ شاہ کے علاقہ قبرستان میں ایک خاص چار دیواری کے اندر دفن کیا گیا۔

غازی مرید حسین شہید علیہ الرحمہ

آپ کا اسم گرامی مرید حسین، ایم ایچ اور اسیر تخلص کرتے تھے۔ 1915ء میں بھلہ شریف تحصیل چکوال کے معزز کہوٹ قریش گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام نامی عبداللہ خان اور والدہ ماجدہ کا اسم مبارک غلام عائشہ تھا۔ چوہدری عبداللہ بھلہ کے نمبردار اور باوقار بزرگ تھے۔ بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے اکلوتے فرزند سے نوازا تھا۔ اس لئے اپنی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور کی بڑی محبت اور شفقت سے پرورش کی۔ مرید حسین ابھی پانچ برس کے تھے کہ والد بزرگوار کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ والدہ بڑی جہاندیدہ اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ اس لئے اپنے مرحوم سرتاج کی یادگار اکلوتے اور لاڈلے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی۔

قرآن حکیم اور دوسری دینی کتب کی تدریس کے لئے سید محمد شاہ صاحب خطیب و امام مسجد جامع بھلہ شریف کی خدمات حاصل کی گئیں۔ عام تعلیم کے لئے آپ کو قریبی قصبہ کریالہ کے اینگلو سنسکرت مڈل سکول میں داخل کر دیا گیا۔ آپ شروع سے ہی ذہین اور محنتی تھے۔ مڈل اچھے نمبروں پر پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی اسکول چکوال میں زیر تعلیم رہے۔ 31-1930ء میں میٹرک میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ گوالی تعلیم کا شوق اور وسائل رکھتے تھے لیکن گھر کی ذمہ داری اور گاؤں کی نمبر داری کے بوجھ سے مجبور ہو کر سلسلہ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔

خاندانی شرافت، دینی تعلیم اور نیک سیرت والدہ کی تربیت نے آپ کو اسلام کا سچا شیدائی بنادیا۔ مذہب سے گھرے لگاؤ کا ہی اثر تھا کہ کسی انسان کو دکھی دیکھتے تو بے قرار ہو جاتے۔ ہندوؤں کی ستم ظریفی اور مسلمانوں کی زبوں حالی نے آپ کو خدمت خلق کے کاموں کی طرف مائل کر دیا۔ زندگی کی بے ثباتی اور خدمت خلق کی اہمیت کا اظہار ایک شعر میں یوں کرتے ہیں۔

زندگی اس دار فانی کی مگر کچھ بھی نہیں

خدمت خلق خدا نہ کی اگر کچھ بھی نہیں!

تعلیم سے فارغ ہونے اور نمبر داری کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد خاموشی سے عوامی فلاح و بہبود اور خدمت خلق خدا میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ غلامی کا دور تھا۔ نمبرداروں سے حکومت برطانیہ کے کارندے جو سلوک روا رکھتے اور توقعات وابستہ کرتے تھے، مرید حسین جیسا غیور مرد مومن اسے کب برداشت کر سکتا تھا۔ ویسے بھی آپ کی نیک طبیعت دنیاوی نمود و نمائش سے نفور تھی۔ جلد ہی نمبر داری سسٹم کی خرابیوں سے باخبر ہو گئے اور اس جنجال اور غلامی کے جوئے سے گلو خلاسی کرا لی۔ یکسو ہو کر اصلاح قوم اور فلاح ملت اسلامیہ میں مصروف ہو

گئے۔ آپ کے ماموں ماسٹر غلام سرور صاحب اور چچا زاد بھائی چودھری خیر مہدی صاحب کا بیان ہے کہ غازی صاحب صوم و صلوة کے سختی سے پابند اور ہمیشہ با وضو رہنے کے عادی تھے۔ نماز با جماعت کی پابندی کی یہ حالت تھی کہ اللہ اکبر کی آواز کان میں پڑتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور خانہ خدا میں پہنچ جاتے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ کھانا کھا رہے ہیں اور اذان کی آواز سن کر کھانا وہیں چھوڑ دیا اور مسجد پہنچ گئے۔

بھلہ سے چکوال صرف پانچ میل دور ہے، آپ اکثر چکوال جاتے رہتے۔ وہیں علامہ عنایت اللہ خان المشرقی کی مشہور خاکسار تحریک کی عسکریت سے متاثر ہوئے اور خاکسار بن گئے لیکن آپ کی عشق رسالت ﷺ میں ڈوبی ہوئی روح کو کما حقہ سکون میسر نہ آیا۔ روحانیت کی پیاس آپ کو حضرت پیر خواجہ عبدالعزیز صاحب چشتی چاچڑ شریف ضلع سرگودھا کے پاس لے گئی۔ خواجہ چاچڑوی (پیر صاحب سیال شریف کے مرید) کے دست حق پرست پر بیعت کر کے ان کے حلقہ مریداں میں شامل ہو گئے۔

غازی صاحب کے ہاں مولانا ظفر علی خان کے اخبار ”زمیندار“ کا مطالعہ معمول تھا۔ آپ آریہ سماج اور دوسری ہندو تحریکوں، پارٹیوں اور انجمنوں کی اسلام دشمنی کی خبریں اکثر پڑھتے اور دل ہی دل میں کڑھتے رہتے۔ ادھر بھلہ اور کریالہ کے متمول ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی غیر متعصب اور دریدہ دہن ہندو بیویوں سے سخت متنفر ہو گئی۔ یہ نفرت یہاں تک بڑھی کہ آپ نے راج پال لاہوری اور نتھورام سندھی کی شان رسالت ﷺ میں گستاخیوں کے بعد ہندوؤں سے ہر قسم کا تعلق منقطع کر لیا۔ حتیٰ کہ ان کی بسوں میں سفر کرنا بھی چھوڑ دیا۔ اور جہاں بھی جانا ہوتا، پیدل جاتے۔ اسی طرح اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر مسلمانوں کی اپنی دکانیں کھلوا دیں اور مقامی مسلمانوں کی ایک انجمن بنا کر ہندوؤں کا معاشرتی بائیکاٹ کر دیا۔ اس پر ہندوؤں نے جن میں بھائی پرمانند (کریالہ) جیسے بڑے بڑے سیاسی لیڈر بھی شامل تھے، سرکاری دباؤ ڈلوا کر غازی صاحب کو رام کرنے کی کوششیں کیں۔ لیکن غازی صاحب نے نہ ڈرنا تھا نہ ڈرے۔ تحریک کو جاری رکھا اور اس طرح قیام پاکستان سے بہت پہلے بھلہ کریالہ میں پاکستان بنا دیا۔

1935 میں بیس 20 سالہ مرید کی شادی محترمہ امیر بانو (متوفی 1943ء) ہمیشہ چودھری خیر مہدی نمبردار بھلہ سے انجام پائی۔

شادی کے چند روز بعد آپ کو خواب میں جناب سرور کو نین ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، جس کا ذکر آپ نے بعد میں اپنے پنجابی کلام میں بھی کیا۔ اس دیدار نے پاک دل و پاکباز مرید حسین کی زندگی میں عظیم انقلاب برپا کر دیا۔ آپ حضور پاک ﷺ کے فراق میں ہر گھڑی بے چین و بیقرار رہنے لگے۔ مولانا جلال الدین رومی کے الفاظ میں آپ کی یہ کیفیت تھی کہ

من فارغم از ہر دو جہاں مرا عشق تو بس است

یا یوں سمجھئے کہ حضرت بابا شاہ مراد خان پوری (وفات 1702) کی زبان فیض ترجمان میں

عجب توئی کہ ترا حسن بے نظیر آمد

عجب منم کہ مرا عشق در خمیر آمد

کاراگ الا پتے اور کبھی یوں کہتے

جان من از عشق تو!

من در جہاں دیوانہ ام

ادھر آپ کی حالت یہ تھی کہ بقول ولی دکنی

اے نور جان و دیدہ تیرے انتظار میں

مدت ہوئی پلک سوں پلک آشنا نہیں!

ادھر قدرت خداوندی نے آپ کے عشق کی آزمائش کا سامان پیدا کر دیا۔ 1936ء کی بات ہے کہ ایک روز چکوال میں آپ نے روزنامہ ”زمیندار“ میں پلول کا گدھا کے عنوان سے ایک المناک خبر پڑھی۔ سچے عاشق رسول ﷺ تھے، تن بدن میں آگ لگ گئی اور کیوں نہ لگتی۔ کوئی بھی مسلمان ایسی گستاخی کو کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ خبر میں بتایا گیا تھا کہ شفا خانہ حیوانات پلول ضلع گوڑگانواں کے انچارج ڈاکٹر رام گوپال لعین نے انسانیت کے محسن اعظم ﷺ کی شان میں شرمناک دریدہ ہنی و گستاخی کرتے ہوئے اپنے شفا خانے کے ایک گدھے کا نام سرور کو نین ﷺ کے نام نامی اسم گرامی پر رکھنے کی جسارت کر رکھی ہے۔

ہندوستان بھر میں جس کلمہ گونے یہ خبر پڑھی یا سنی، اس کا خون کھول اٹھا۔ مسلمانوں کے وہ زخم جو سوامی شردھانند، راج پال لاہوری اور نتھورام سندھی نے پیغمبر اسلام ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کر کے، 1926، 1929، 1933ء میں لگائے تھے، ہرے ہو گئے۔ اخبارات میں احتجاجی بیانات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لیکن سرکار برطانیہ پر صرف اتنا اثر ہوا کہ اس گستاخ زمانہ ڈاکٹر کو پلول سے ہندوؤں کے قصبہ ناروند ضلع حصار تبدیل کر دیا۔ مسلمانوں کے دل فگار آؤر آنکھیں اشکبار تھیں۔ وہ اپنا رنج و الم کس سے بیان کرتے۔ ہندو اور فرنگی سامراج نے مسلم آزاری اپنا وطیرہ بنا رکھا تھا۔ رہ رہ کر ان کو غازی عبدالرشید، غازی علم الدین لاہوری اور کراچی کے غازی عبدالقیوم کی یاد آنے لگی۔ مسلمانوں کی دلازاری کی مذکورہ خبر پڑھ کر عاشق رسول ﷺ مرید حسین کی حالت کیا تھی، اس کے کماٹھ بیان سے زبان قلم قاصر ہے۔ اتنا جانتے ہیں کہ آپ پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں کیا کیا راز و نیاز کی باتیں ہوئیں، پیر چاچڑ، مرید بھلہ اور منشی تقدیر کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ صاحبزادہ محمد یعقوب صاحب (موجودہ گدی نشین چاچڑ شریف) نے راقم الحروف کو بتایا ہے کہ مرید حسین حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کو مل کر باہر نکلے تو آنسو پونچھ رہے تھے۔ ہم نے ان سے بہتیرا پوچھا لیکن انہوں نے کچھ نہ بتایا اور چاچڑ شریف لے گئے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، رام گوپال مسلمانوں کے شدید احتجاج کی وجہ سے پلول سے ناروند تبدیل کیا جا چکا تھا۔ آپ اپنے مرشد سے ملتے اور پھرتے پھرتے غریب الوطنی اور بے سروسامانی کے عالم میں سفر کی مشکلات کا مقابلہ کرتے منزل پر پہنچ گئے۔ ڈاکٹر رام گوپال ہٹا کٹا اور قد آور تھا۔ آپ دبلے پتلے اور نحیف و زار لیکن عشق رسالت ﷺ اور جذبہ ایمانی سے انتہائی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رام گوپال کو لٹکا را۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کی، ہسپتال عملہ اور اس کی بیوی بچے بھی اسے بچانے کے لئے لپکے لیکن آپ نے جان ہتھیلی پر رکھ کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا اومو ذی اٹھ! اج محمد دا پروانہ آ گیا ای۔ یہ کہتے ہوئے چھوٹے سے خنجر کے ایک ہی وار سے محبوب خدا کے دشمن

ناپاک کو واصل جہنم کر دیا۔ یہ 8 اگست 1936ء کا واقعہ ہے، اس دن آپ مسلمانوں کی نظر میں مرید حسین سے غازی مرید حسین بن گئے۔ رام گوپال کو جہنم رسید کرنے کے بعد آپ نے اپنے آپ کو خود ہی گرفتاری کے لئے پیش کر دیا البتہ اس کے لئے ایک شرط رکھی اور وہ یہ تھی کہ کوئی کافران کے قریب نہ آئے چنانچہ ناروند میں متعین ایس ایچ او چودھری احمد شاہ کہوٹ (والد بزرگوار چودھری محمد افضل کہوٹ) سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج چکوال و حال سی ایس پی آفیسر و چیف کمشنر رائے شماری حکومت پاکستان نے آپ کو ہتھکڑی پہنائی اور ڈسٹرکٹ جیل حصار بھیج دیئے گئے۔ اخبارات میں پورے ہندوستان کے ہندو پولیس نے اس واقعہ کو خوب اچھا لاجبکہ پلول کے واقعہ پر اسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

سرکاری مشینری جو مسلمانان ہند کے معاملے میں انتہائی بے حس و حرکت ثابت ہوئی تھی تیزی سے حرکت میں آگئی۔ حصار میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا۔ جلال الدین قریشی بیرسٹریٹ لاء اور دوسرے متعدد مسلمان وکلاء نے غازی صاحب کی طرف سے مقدمے کی بلافیس وکالت کی۔ قانونی مویشگان فیوں سے فائدہ اٹھا کر آپ با آسانی بچ سکتے تھے لیکن آپ رسول پاک ﷺ کے سچے عاشق تھے۔ جھوٹ بول کر جان بچانا شیوہ مردانگی کے خلاف اور عشق رسالت ﷺ کی توہین سمجھتے تھے۔ اس لئے ہر موقع پر رام گوپال کے قتل کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا۔ نتیجہ آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔

چودھری خیر مہدی صاحب اور دوسرے عزیزوں نے ہائی کورٹ لاہور میں اپیل دائر کی لیکن آپ کے اعتراف قتل کی وجہ سے سیشن کورٹ کا فیصلہ بحال رہا۔

شہادت کا دن مقرر ہونے پر آپ کو اپنے آبائی ضلع جہلم کی جیل میں لایا گیا۔ یہاں ایک غیر مسلم قیدی آپ سے اس قدر متاثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔ غازی صاحب نے اس نو مسلم کا نام غلام رسول رکھا۔ غلام رسول کو بھی سزائے موت کا حکم ہو چکا تھا۔ اس لئے اس نے وصیت کی کہ اس کی میت جہلم کے مشہور احراری جناب عبداللطیف کے سپرد کی جائے اور وہ اسلامی طریقہ سے اسے جنازہ پڑھ کر جہلم کے قبرستان میں دفن دیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

شمع محمدی کے پروانے غازی مرید حسین کا یوم شہادت بھی قریب آ گیا۔ آپ جام شہادت نوش کر کے سردار دو جہاں اور فخر کون و مکان کے حضور حاضری دینے کے لئے بے تاب تھے۔ آخر خدا خدا کر کے 18 رجب المرجب مطابق 24 ستمبر 1937ء جمعہ المبارک کا دن تھا۔ صبح کے نو بج رہے تھے کہ عبداللہ کا نور نظر اور غلام عائشہ کا لخت جگر مسکراتا ہوا تختہ دار پر نمودار ہو کر ناموس رسالت مآب ﷺ پر قربان ہو گیا۔ شہادت کے قریب آپ کی آخری آرزو کیا تھی؟ آپ ہی کے ایک شعر میں ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

یا الہی اس اسیر خستہ جان کو دار پر
خواہش دیدار احمد ﷺ کے دیگر کچھ بھی نہیں

شہادت کے بعد تختہ دار پر چڑھانے والوں نے آپ کے لواحقین کو بتایا کہ غازی صاحب شہادت کے وقت بڑے مطمئن اور مسرور نظر آتے تھے۔ کلمہ شہادت اور درود شریف کا ورد کر رہے تھے کہ آپ کو چپ ہونے کے لئے کہا گیا لیکن آپ نے فرمایا:

”میں اپنا کام کر رہا ہوں آپ اپنا کام کریں۔“

چنانچہ غازی درود و سلام پڑھتے ہوئے دیکھتے ہی دیکھتے جام شہادت نوش کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔
الحاج چودھری حاجی خان صاحب نمبر دار ساکن کھوتھیاں (سلطان آباد) تحصیل چکوال جو اس زمانے میں جہلم کچہری کے عرائض نویس تھے، کا بیان ہے کہ جہلم شہر میں مسلمانوں کا ٹھٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ شہر کے علاوہ دور دراز کے دیہات و قصبات سے بھی مسلمان جوق در جوق آئے اور آپ کے جنازے میں شرکت کی۔

جہلم سے بھلہ کریالہ تقریباً پچھتر میل ہے۔ اس طویل راستے پر سڑک کے کنارے متعدد مقامات پر فرزندان توحید اور جانثاران رسالت پر وانے عاشق خیر الوریٰ پر عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ جہلم کے علاوہ دینہ، سوہاؤہ کھوتھیاں اور بھلہ شریف میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ بھلہ میں جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد شمار سے باہر تھی۔ آخر کار بعد نماز جمعہ تقریباً چار بجے آپ کو بھلہ شریف کے نزدیک ”غازی محل“ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ حضور ﷺ کے شیدائی نے آپ پر قربان ہو کر عشق کا حق ادا کر دیا۔ اور زندہ جاوید ہو گئے۔

بنا کردند خوش رستمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

غازی محل بھلہ شریف میں ہر سال 18 رجب المرجب کو آپ کا یوم شہادت بڑی عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ ہم جناب محمد سفیر قادری صاحب کے نہایت مشکور ہیں جنہوں نے غازی مرید حسین علیہ الرحمہ سے متعلق اہم معلومات بھیجیں۔ (سجاد حیدر قادری)

غازی میاں محمد شہید علیہ الرحمہ

ضلع چکوال کی سرزمین اس لحاظ سے بڑی خوش قسمت ہے کہ اس صدی کے ربع اول میں اس نے دو عظیم جانثاران رسول ﷺ پیدا کئے۔ پہلا عاشق رسول ﷺ غازی مرید حسین شہید ہے، جس نے 8 اگست 1936ء کو ایک کمینہ خصلت گستاخ رسول ﷺ رام گوپال کو اس کے انجام تک پہنچایا، اور دوسرا فدائی مصطفیٰ ﷺ غازی میاں محمد شہید ہے جس نے چرن داس نامی ایک مردود و گمراہ سپاہی کو کفر کردار تک پہنچایا۔ حرمت رسول ﷺ پر قربان ہونے والے ان دونوں خوش قسمتوں کو شہادت کا عظیم رتبہ حاصل ہوا۔ آج اس مبارک صحبت میں ثانی الذکر (غازی میاں شہید علیہ الرحمہ) کا ذکر جمیل مقصود ہے۔

میاں محمد 1915ء میں قصبہ تلہ گنگ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام نامی صوبیدار غلام محمد تھا، جو اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم چھڑی تو صوبیدار غلام محمد کو اپنی پلٹن کے ساتھ ملک سے باہر جانا پڑا۔ اسی دوران میاں محمد پیدا ہوئے۔ اس وقت ان کے والد عراق میں تھے۔ بیٹے کی ولادت کی خبر سنی تو جی چاہا کہ فوراً اڑ کر تلہ گنگ پہنچیں اور نو مولود کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں، کیونکہ یہ بچہ شادی کے سات سال بعد بڑی دعاؤں کے بعد پیدا ہوا تھا۔ لیکن اللہ کا کرنا صوبیدار غلام محمد 1919ء تک جنگ کے اختتام تک وطن واپس نہ آ سکے۔ اس عرصہ میں وہ اپنی پلٹن کے ساتھ عراق، شام، فلسطین اور استنبول وغیرہ میں فوجی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

میاں محمد پانچ سال کے تھے کہ ان کے والد ماجد گھر لوٹے اور پہلی بار اپنے جگر گوشہ کو دیکھا۔ بار بار گود میں اٹھاتے اور پیار کرتے۔

پھر چند روز بعد انہیں پرائمری سکول میں داخل کر دیا۔ پرائمری کے بعد وہ ہائی سکول میں داخل ہو گئے، لیکن ساتویں جماعت تک پڑھنے کے بعد ان کا جی تعلیم سے اچاٹ ہو گیا۔ 15 سال کے ہوئے تو ڈرائیوری سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ایک ٹرانسپورٹ کمپنی میں ملازم ہو گئے اور تلہ گنگ سے میانوالی جانے والی ایک بس چلانے لگے، لیکن بہت جلد اس سے بھی جی بھر گیا۔ 1931ء میں کوئٹہ چلے گئے اور ایک ٹھیکیدار کے ساتھ بطور منشی کام کرنے لگے۔ یہ کام بھی پسند نہ آیا تو 1932ء میں گاؤں واپس آ گئے۔ 1933ء میں انڈین نیوی میں بھرتی ہو گئے۔ اسی ملازمت کے دوران پھوپھی زاد بہن ”نیک اختر“ کے ساتھ ان کی شادی ہو گئی۔ انڈین نیوی میں نوکری کرتے ابھی بمشکل ڈیڑھ برس ہی گزرا تھا کہ کھیل کے دوران ایک ساتھی کی بدکلامی کی وجہ سے بگڑ گئے اور ہاکی سے اسے پیٹ ڈالا۔ آرمی ایکٹ کے تحت مقدمہ چلا اور وہ ملازمت سے برطرف کر دیئے گئے۔

2 جنوری 1935ء کو وہ بلوچ رجمنٹ میں بطور سپاہی بھرتی ہوئے اور ابتدائی ٹریننگ کراچی میں مکمل کرنے کے بعد اسی سال اکتوبر میں مدراس چھاؤنی بھیج دیئے گئے۔ اصل میں یہی وہ جگہ تھی جہاں قدرت نے ان سے ایک غیر معمولی کام لینا تھا اور جس کے لئے وہ مختلف مقامات پر پھرتے پھرتے بالآخر یہاں پہنچے تھے۔

میاں محمد کو بچپن ہی سے آنحضور ﷺ کی ذات گرامی سے والہانہ لگاؤ تھا، انہیں بہت سی نعتیں یاد تھیں، جنہیں وہ اکثر تنہائی میں یار دوستوں میں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ وہ بڑے خوبصورت نعت خوان تھے اور ہمیشہ نفیس اور عمدہ لباس زیب تن کئے رہتے۔ ان کو دیکھنے والوں نے ان کا حلیہ کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔ لمبا قد، دلکش خدو خال، سرخ و سپید رنگ، باریک ہونٹ، گھنی بھوئیں، ناک معیار حسن کے عین مطابق پیشانی چوڑی، آنکھیں چمکدار، خوبصورت سی چھوٹی داڑھی اور خاص ادا کی مونچھیں جن سے مردانہ وجاہت ٹپکتی تھی۔ سر پر کلاہ اور خوبصورت پگڑی۔ غرض پیکر حسن تھے۔

16 مئی 1937ء کی شب کا ابھی آغاز ہوا تھا۔ مدراس چھاؤنی میں ڈیوٹی سے فارغ فوجی سپاہی مختلف گروپوں میں بیٹھے، خوش گپیوں میں مشغول تھے۔ انہی میں ایک طرف چند مسلمان نعت رسول کریم ﷺ سننے میں محو تھے۔ اتفاق سے جو شخص نعت شریف سن رہا تھا، وہ ایک ہندو تھا، یہ بڑی خوش الحانی اور عقیدت مندی کے ساتھ نعت شریف پڑھ رہا تھا۔ قریب ہی ایک ہندو ڈوگرے سپاہی نے جب ایک ہندو کو اس طرح عقیدت مندی کے ساتھ نعت پڑھتے سنا تو وہ مارے تعصب کے جل کر کباب ہو گیا۔ اس نے با آواز بلند آنحضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے نعت پڑھنے والے ہندو سے مخاطب ہو کر کہا:

”محمد کو..... کرو، کسی اور کا ذکر کرو۔ تو کیسا ہندو ہے۔ تو تو ہندو دھرم کا مجرم ہے۔ تیرا پاپ معاف نہیں کیا جاسکتا۔“

مسلمان سپاہیوں نے ڈوگرے سپاہی کی یہ بدزبانی سنی، تو صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئے، لیکن میاں محمد اپنے آقا کی شان میں یہ گستاخی سن کر رٹ پ اٹھے اور ڈوگرے سپاہی سے کہا:

تیرے ہم مذہب کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ وہ حضور محمد ﷺ کے نام مبارک سے اطمینان حاصل کرے، اس لئے وہ گا کر سرکار ﷺ کی نعت پڑھ رہا ہے، تجھے اپنے خبث باطن کی وجہ سے یہ بات پسند نہیں، تو تو یہاں سے چلا جا۔ خبردار آئندہ ایسی بکواس نہ کرنا۔

یہ سن کر ڈوگرہ سپاہی بولا: میں تو بار بار ایسا ہی کہوں گا۔ تم سے جو ہو سکتا ہے، کر لو۔ یہ بیہودہ جواب سن کر میاں محمد کا خون کھول اٹھا۔ ایک ہندو ڈوگرے نے ان کی حمیت ایمانی کو لکا راتھا۔ انہوں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا: آئندہ اپنی ناپاک زبان سے ہمارے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کا جملہ کہنے کی جرأت نہ کرنا، ورنہ یہ بدتمیزی تجھے بہت جلد ذلت ناک موت سے دوچار کر دے گی۔

بدقسمت ڈوگرے سپاہی نے پھر ویسا ہی تکلیف وہ جواب دیا اور کہا: مجھے ایسی گستاخی سے روکنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ یہ سن کر میاں محمد سیدھے اپنے حوالدار کے پاس گئے، یہ بھی ہندو تھا۔ آپ نے اس سے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا اگر چرن داس (ہندو ڈوگرہ) نے برسر عام معافی نہ مانگی، تو اپنی زندگی پر کھیلنا مجھ پر فرض ہو جاتا ہے۔

ہندو حوالدار نے اس نازک مسئلے پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ صرف یہی کہا کہ میں چرن داس کو سمجھا دوں گا۔

غازی میاں محمد، حوالدار کی یہ سرد مہری دیکھ کر سیدھے اپنی بیرک میں پہنچے۔ اب وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کر چکے تھے۔ انہوں نے نماز عشاء ادا کی اور پھر سجدے میں جا کر گڑ گڑاتے ہوئے دعا کی:

”میرے اللہ! میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ تیرے محبوب کی شان میں گستاخی کرنے والے کا کام تمام کر دوں۔ یا اللہ! مجھے حوصلہ عطا فرما۔ ثابت قدم رکھ۔ مجھے بھی اپنے محبوب کے عاشقوں میں شامل کر لے۔ میری قربانی منظور فرما لے۔“

نماز سے فارغ ہو کر میاں محمد گارڈ روم گئے۔ اپنی رائفل نکالی۔ میگزین لوڈ کیا اور باہر نکلتے ہی چرن داس کو لکار کر کہا: کم بخت اب بتا، نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے پر، میں باز پرس کا حق رکھتا ہوں یا نہیں؟

یہ سن کر شاتم رسول چرن داس نے بھی جو بندوق اٹھائے ڈیوٹی دے رہا تھا، پوزیشن سنبھالی اور رائفل کا رخ میاں محمد کی طرف موڑا، لیکن اگلے ہی لمحے ناموس رسالت ﷺ کے شیدائی کی گولی چرن داس کو ڈھیر کر چکی تھی۔ رائفل کی دس گولیاں اس کے جسم سے پار کرنے کے بعد غازی میاں محمد نے سنگین کی نوک سے اس کی منہ پر پے در پے وار کئے۔ سنگین سے وار کرتے ہوئے وہ کہتے جاتے تھے اس ناپاک منہ سے تو نے میرے پیارے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔

جب غازی کو مردود چرن داس کے جہنم واصل ہونے کا یقین ہو گیا، تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے خطرے کی گھنٹی بجائی اور بگلر سے کہا کہ وہ مسلسل بگل بجائے۔ جب سب پلٹن جمع ہو گئی تو غازی نے کمانڈنگ افسر سے کہا کہ کسی مسلمان افسر کو بھجواتا کہ میں رائفل پھینک کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دوں۔ آپ کی گرفتاری کے لئے آپ ہی کے علاقے کے ایک مسلمان جمعدار عباس خان کو بھیجا گیا۔ گرفتاری کے بعد انگریز کمانڈنگ افسر نے غازی موصوف سے پوچھا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا:

”چرن داس نے ہمارے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور بدکلامی کی تھی۔ میں نے اس کو روکا، لیکن وہ باز نہ آیا۔ میں نے اس کو ہلاک کر دیا۔ اب آپ قانونی تقاضے پورے کریں۔“

اگلے روز 17 مئی 1937ء کو غازی میاں محمد کو مقدمے کی تفتیش کے لئے پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ ابھی آپ دس دن پولیس

کی حراست میں رہے تھے کہ کمانڈر انچیف (جی ایچ کیو دہلی) کا حکم آیا کہ میاں محمد پر فوجی قانون کے تحت مقدمہ چلایا جائے۔ غالباً حکام کو خدشہ تھا کہ شاید سول عدالت میں مقدمہ کا فیصلہ حکومت کی منشا کے خلاف ہو۔

فوجی حکام کی خواہش تھی کہ مقدمے کے فیصلے تک غازی صاحب کے والدین کو کوئی اطلاع نہ دی جائے، لیکن صوبیدار ملک غلام محمد کو کسی طرح فوجی حکام کی اس سازش کی اطلاع ہو گئی اور وہ فوراً مدراس پہنچ گئے۔ عدالتی چارہ جوئی اور مقدمے کے پیچیدگیوں سے بچنے کے لئے مدراس کے معروف مسلمان ایڈووکیٹ سید نور حسین شاہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ نور حسین شاہ نے قانون کا امتحان لندن سے پاس کیا تھا اور ایک عرصہ تک وہیں پریکٹس بھی کی تھی، انہوں نے بڑی دیانتداری اور فرض شناسی سے اس عظیم کام کا آغاز کیا، لیکن کیس ابھی ابتدائی مراحل میں تھا کہ کسی سنگ دل نے محافظ کی موجودگی میں ایڈووکیٹ موصوف کو چھرا گھونپ دیا۔ زخم کاری اور مہلک تھا، جس سے وہ رحلت کر گئے۔

ان کے بعد یہ مقدمہ اصغر علی ایڈووکیٹ نے اپنے ہاتھ میں لیا، یہ بھی لندن کے تعلیم یافتہ تھے، انہوں نے بھی بڑی جانفشانی اور لگن کے ساتھ کیس کی تیاری میں حصہ لیا اور پیشیوں کے معاوضہ میں کبھی کسی رقم کا مطالبہ نہ کیا۔ فوجی حکام چاہتے تھے کہ غازی صاحب کو ذہنی مریض قرار دے کر سزا دی جائے تاکہ کیس کو مذہبی رنگ بھی نہ ملے اور ہندو بھی خوش ہو جائیں۔ اس مقصد کے تحت غازی صاحب کو گورنمنٹ مینٹل ہسپتال مدراس میں داخل کر دیا گیا۔ ایک ماہ بعد ڈاکٹر نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ میں نے پورا مہینہ میاں محمد کو اپنی خصوصی نگرانی میں رکھا ہے، نفسیاتی جائزہ بھی لیا ہے، کئی بار چھپ کر بھی معائنہ کیا ہے۔ لیکن اس عرصہ میں ایک بار بھی میں نے انہیں فکر مند یا کسی سوچ میں گم نہیں پایا جیسا کہ پاگل اکثر گم سم رہتے ہیں) ایک ماہ میں ان کا وزن بھی بڑھ گیا ہے، اگر ان کو یہ فکر ہوتی کہ قتل کے مقدمہ میں میرا کیا حشر ہوگا، تو ان کا وزن کم ہو جاتا۔ یہ کسی غم و فکر میں مبتلا نہیں۔ جب چرن داس ایک ہی گولی لگنے سے مر گیا تھا تو پھر ساری گولیاں چلانے اور سنگین سے پے بہ پے زخم لگانے کی ضرورت نہ تھی، اور ایسی حالت میں جبکہ کوئی دیکھنے والا بھی نہ تھا۔ یہ آسانی سے فرار بھی ہو سکتے تھے، لیکن ایسا نہیں کیا گیا، میرا میڈیکل تجزیہ یہی بتاتا ہے کہ میاں محمد نے قتل کا ارتکاب مذہبی جذبات براہیختہ ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔

16 اگست کو غازی صاحب کا جنرل کورٹ مارشل شروع ہوا۔ پانچ دن کا روائی ہوتی رہی۔ کل اٹھارہ گواہوں کے بیانات قلمبند ہوئے۔ تین ڈاکٹروں کی شہادت بھی ریکارڈ پر آئی۔ جرح کے دوران انہوں نے یہ متفقہ موقف اختیار کیا کہ غازی محمد نے جو کچھ کیا ہے، ہماری رائے میں وقوعہ کے وقت وہ اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکا۔ لیکن غازی صاحب اپنے ابتدائی بیان پر ڈٹے رہے اور کہا: میں نے جو کچھ کیا ہے، خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ یہی میرا فرض تھا۔ چرن داس نے میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی۔

کورٹ مارشل کے دوران ان کے وکیل نے رائے دی کہ وہ یہ بیان دیں کہ میں نے گولی اپنی جان بچانے کی غرض سے چلائی تھی، کیونکہ چرن داس بھی مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا، لیکن غازی نے سختی کے ساتھ اس تجویز کو مسترد کر دیا اور کہا کہ میری ایک جان تو کیا، ایسی ہزاروں جانیں بھی ہوں، تو سرکارِ دو عالم ﷺ کی حرمت پر نچھاور کر دوں۔

میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور ﷺ پر

میری ہزار جان ہو، قربان مصطفیٰ ﷺ

23 ستمبر 1937ء کو پلٹن میں غازی میاں محمد کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا، جس کا جواب غازی نے مسکرا کر دیا۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

اسی میں ہوا اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

15 اکتوبر 1937ء کو وائسرائے ہند کے پاس اپیل کی گئی، جو مسترد ہو گئی۔ پھر پریوی کونسل لندن میں اپیل دائر کی گئی جو مختصر سماعت کے بعد رد کر دی گئی۔ اپیلیں مسترد ہو جانے کے بعد فوجی حکام نے 12 اپریل 1938ء کو سزا پر عمل درآمد کا فیصلہ کیا۔ ادھر حراست میں غازی کا معمول تھا کہ نماز کے علاوہ ہمہ وقت قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ اس دوران رمضان شریف کا مہینہ آیا، جو انہوں نے جاگ کر گزارا۔ وہ رات دن نوافل اور درود شریف پڑھتے۔ عید کے روز غازی نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ عید کی نماز عید گاہ میں مسلمانوں کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہیں۔ بڑی رد و قدح کے بعد جیل کے چند غیر متدین مسلمان فوجی افسروں کی ضمانت پر حکام نے اس کی اجازت دی۔ غازی کی سزائے موت کی خبر اب تک پورے ہندوستان میں مشہور ہو چکی تھی، حکام نے بہت کوشش کی کہ نماز عید کے موقع پر مسلمانوں کو غازی کی آمد کا علم نہ ہو، لیکن عید گاہ میں موجود نمازیوں کو اس کا علم ہو گیا۔ نقص امن کا خطرہ پیدا ہونے لگا تو غازی موصوف کھڑے ہو گئے اور مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”پیارے بھائیو! اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرو۔ آپس میں بھائیوں کی طرح اور پر امن رہو۔ میں پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ مجھ میں اس کے سوا کوئی خوبی نہیں کہ میرے ہاتھوں سے شان رسول ﷺ پر ناروا حملہ کرنے والے ایک مردود کو قراقرظ سزا ملی ہے۔ تاجدارِ مدینہ ﷺ کی شان میں ذرا سی توہین بھی برداشت نہیں کی جاسکتی۔ آئندہ بھی کسی گستاخ نے یہ حرکت کی تو ناموس رسالت ﷺ پر فدا ہونے کے لئے ہزاروں جانثار مقتل کی طرف بڑھیں گے۔ تمام بھائی دعا کریں کہ اللہ کریم راضی ہو، اور بارگاہ رسالت ﷺ میں مجھنا چیز کی جان جیسی یہ حقیر قربانی قبول ہو جائے۔“

آخری تحریر:

شہادت سے چار روز قبل (7 اپریل 1938ء) غازی میاں محمد نے اپنے حقیقی بھائی ملک نور محمد کو ایک خط لکھا، اس میں بعض وصیتیں لکھیں۔ آپ نے لکھا:

”خداوند کریم کی رضا پر راضی رہنا۔ ہر حال میں صبر کرنا۔ کسی پر تمہارا غم ظاہر نہ ہو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا دل اس قدر خوش ہے کہ جس کا اندازہ کوئی دوسرا آدمی نہیں کر سکتا، میری دلی آرزو یہی تھی، جو اللہ کریم نے پوری کر دی۔ میں گناہ کے سمندر میں غرق تھا کہ میرے مالک نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ اس مالک کی مہربانی کا ہزار ہزار شکریہ“۔ (پھر اپنی اہلیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:) بندہ کی عیال (بیوی) کو واضح ہو کہ میں آپ سے نہایت خوش اور راضی ہوں۔ تم نے کبھی کوئی ایسی غلطی نہیں کی، جس کے لئے تمہیں معافی کا

خواستگار ہونا پڑے۔ میری شہادت پر بجائے رونے دھونے کے اپنے رب کو یاد کرنا۔ نماز پڑھنا۔ اپنے رب کی بندگی کرنا اور میرے لئے بخشش کی دعا کرنا۔“

وقت شہادت آ پہنچا:

پھانسی کے انتظامات کا جائزہ لینے کے لئے 3/10 بلوچ رجمنٹ کا ایک افسر کراچی سے مدراس پہنچا۔ اس نے غازی صاحب سے پوچھا، کوئی آخری خواہش ہو، تو بتاؤ۔ فرمایا: ساقی کوثر کے ہاتھوں سے جام پی کر سیراب ہونا چاہتا ہوں۔

غازی صاحب کا باڈی گارڈ دستہ چھ سپاہیوں، ایک انگریز افسر اور بیرے پر مشتمل تھا جن لوگوں نے آخری وقت آپ کی زیارت کی، ان کا کہنا ہے کہ چہرے پر سرور کی تازگی اور آنکھوں میں خمار کی چمک پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی تھی۔ والدین سے آخری ملاقات ہنس ہنس کر باتیں کرتے رہے۔ والدہ اپنے تئیس سالہ جواں سال بیٹے کا دیوانہ وار کبھی سرچو متیں، کبھی منہ، والد نے بہ ہزار مشکل اپنے آپ کو سنبھالے رکھا، اسی رات 11 اپریل کو، انہیں مدراس سول جیل لے جایا گیا۔ رات بھر آپ عبادت میں مشغول رہے۔ تہجد کے بعد غسل فرمایا۔ سفید لباس زیب تن کیا۔ نماز فجر ادا کی۔ پھر آپ کو تختہ دار کی طرف لے جایا گیا۔ تختہ دار پر کھڑے ہوتے ہی آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے عرض کیا:

سرکار ﷺ! میں حاضر ہوں۔“

پھانسی کا پھندہ آپ کے گلے میں ڈال دیا گیا۔ تختہ دار کھینچ دیا گیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ پر برستا ہوا نور کچھ اور فزوں ہو گیا۔ فضا کی عطربیزی کچھ اور بڑھ گئی۔ ڈاکٹر نے معائنہ کر کے کہا: بے قرار روح حقس غصری سے پرواز کر گئی۔ یہ 12 اپریل 1938ء کی صبح تھی۔ وقت پانچ بج کر پینتالیس منٹ۔

غازی عامر چیمہ شہید علیہ الرحمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله ﷺ

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے نور کو سب سے پہلے پیدا فرما کر اس نور سے ساری کائنات کو پیدا فرمایا اور پھر آپ ﷺ کا ذکر ہمیشہ کیلئے بلند فرمادیا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

ورفعنا لك ذكرك O

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ عرض گزار ہیں:

ورفعنا لك ذكرک کا ہے سایہ تجھ پر
 بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا
 تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
 جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
 عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
 یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا
 مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
 نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

ایک اور مقام پر فرمایا:

وللاخرة خير لك من الاولى 0

ترجمہ کنز الایمان: اور بے شک پچھلی (گھڑی) تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔

واقعی جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے، آپ ﷺ کی عظمت و شان میں اضافہ ہو رہا ہے، ذکر بلند سے بلند تر ہو رہا ہے اور آپ ﷺ کے غلاموں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ آج دنیا کا کوئی خطہ اور کوئی ملک ایسا نہیں جہاں آپ کے نام لیوا نہ پائے جاتے ہوں۔

اجالا بڑھتا جاتا ہے اندھیرا چھٹتا جاتا ہے
 محمد مصطفیٰ ﷺ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

متعصب یہودی عیسائی اس حقیقت کو تسلیم کرنے کی بجائے اوجھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہیں۔ گذشتہ سال امریکی فوجیوں کی طرف سے قرآن پاک کی بے حرمتی کے افسوسناک واقعات منظر عام پر آئے تو اس مرتبہ عیسوی سال کے آغاز میں ہی ڈنمارک وغیرہ یورپی ممالک کے اخبارات میں توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت کی گئی۔

ڈاکٹر اقبال کے بقول ان کے بڑوں نے ایک مرتبہ بل بیٹھ کر تجزیہ کیا کہ یہ جو مسلمان عرب سے نکل کر ساری دنیا پر چھائے جا رہے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ اور اس کا حل کیا ہے۔ انہوں نے علامہ کے الفاظ میں کہا:

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں کبھی
 روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
 اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

نصرانی و یہودی:

لابی نے ٹیلیوژن، کیبل، ڈش انٹینا وغیرہ نیز بے غیرت، بے حیا صحافت و فلموں اور دیگر ذرائع سے ہمارے اسلامی معاشرہ کو بے حد متاثر کیا ہے۔ ﴿لیکن وہ مسلمان کے بدن سے روح محمد ﷺ نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ نبی آخر الزمان ﷺ کی محبت ہر ہر مسلمان کی دینی ایمانی متاع عزیز ہے اور اس میں اتنا والہانہ انداز پایا جاتا ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اس پر کٹ مرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔﴾ مسلمان مشرق کا رہنے والا ہو یا مغرب کا۔ جنوب کا رہنے والا ہو یا شمال کا۔ اسلامی ملک کا شہری ہو یا کسی غیر مسلم ریاست کا باشندہ اس کی اپنے پیغمبر اسلام ﷺ سے والہانہ محبت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اپنے رسول کی عزت و حرمت پر اپنا تن من دھن قربان کر دے۔

گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر دنیا بھر کے مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا۔

ع..... نیل کے ساحل سے لے کر تاجکاک کا شجر

پوری دنیا میں شان مصطفوی ﷺ و ناموس رسالت ﷺ کے ہمہ گیر مظاہرے ہوئے اور عالمی میڈیا

نعرہ رسالت یا رسول اللہ! لبیک یا رسول اللہ!

کے نعروں سے گونج اٹھا۔ پاکستان و ہندوستان کے مٹھی بھر جو لوگ یا رسول اللہ کے نعرے لگانے والوں کو (معاذ اللہ) مشرک و بدعتی قرار دیتے تھے، ان کے جلوسوں میں بھی لبیک یا رسول اللہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ چنانچہ اس موقع پر یہ بات ہی روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی، یا رسول اللہ کہنا شرک و بدعت نہیں بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک سب دنیا کے مسلمانوں کا یہی نعرہ ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک برحق اور قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ دیوبندی مکتب فکر کے ہفت روزہ ضرب مؤمن کراچی (۲۴ فروری ۲۰۰۶ء) کے مطابق مصر کے مظاہرہ میں بینرز پر ”فداک یا رسول اللہ“ نمایاں نظر آ رہا ہے۔ حرمین طہیین و دیگر کئی عرب ممالک کے احباب کی اطلاع کے مطابق وہاں اکثر مقامات پر

فداک ابی و امی یا رسول اللہ

کے پوسٹر آویزاں کئے گئے۔

پاکستان بھر میں بھی توہین آمیز خاکوں کے خلاف زبردست احتجاج ہوا۔ جماعت اہل سنت پاکستان، تحفظ ناموس رسالت محاذ، عالمی تنظیم اہلسنت، تنظیم المدارس، انجمن طلباء الام، سنی تحریک وغیرہ کے زیر اہتمام بڑے بڑے جلوس نکالے گئے۔ اس سلسلہ میں لاہور میں کئی علماء کرام سنی تنظیموں کے قائدین اور مدارس اہلسنت کے بیسیوں طلباء کو ناحق گرفتار کیا گیا۔ جن میں سید محمد محفوظ مشہدی، سید محمد عرفان مشہدی، سید محمد مختار رضوی، مولانا خادم حسین رضوی، سید محمد صفدر شاہ، انجینئر محمد سلیم اللہ نمایاں ہیں۔ اسی سلسلہ میں تنظیم المدارس کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی حال ہی میں تقریباً دو ماہ کی قید بھگت کر رہا ہوئے ہیں۔ تحریک تحفظ ناموس رسالت کے دوران بعض دلچسپ و ایمان افروز واقعات بھی رونما ہوئے۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں: توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاج کے دوران سرگودھا میں پولیس کی شیلنگ سے دو سالہ بچہ محمد دانش شہید ہو گیا تو خوش نصیب بیٹے کی خوش نصیب ماں نے اپنی خوش نصیبی کا اظہار و اعلان کرتے ہوئے کہا: میرا بیٹا

(دانش) ناموس رسالت ﷺ پر قربان ہو گیا۔ کاش! میں بھی بچے کے ساتھ مرجاتی اور (انشاء اللہ) اپنے تمام بیٹے ناموس رسالت ﷺ پر قربان کر دوں گی۔
 ﴿روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۸، فروری ۲۰۰۶ء﴾

صوبائی دارالحکومت لاہور میں پرندے بھی ہڑتال پر چلے گئے؟ استنبول چوک پر پرندوں کیلئے موجود گندم کے کئی کلو دانو میں مال روڈ کی ویرانی کے باوجود کسی پرندے نے دلچسپی نہ لی۔ اولڈ کیمپس کے سامنے رکھی گئی بھنیوں کی توپ کے پاس کوئی نیک دل شہری ایک طویل عرصے سے پرندوں کیلئے ہر صبح کئی کلو گندم وغیرہ کے دانے بکھیر رہا ہے۔ قومی مجلس مشاورت کی طرف سے ہڑتال کی اپیل پر اس وقت دلچسپ منظر دیکھنے کو ملا جب استنبول چوک پر ہڑتال کے باعث تمام تر ویرانی کے باوجود کوئی پرندہ دانہ دنکا چلنے کو موجود نہ تھا۔

﴿روزنامہ پاکستان لاہور، ۴ مارچ ۲۰۰۶ء﴾

یوں تو دنیا بھر کے مسلمانوں نے اپنی ہمت و بساط کے مطابق اس گستاخانہ حرکت پر احتجاج کیا اور مختلف ممالک میں کئی عشاق مظاہروں کے درمیان شہید و زخمی بھی ہوئے لیکن پاکستان کے ضلع گوجرانوالہ سے تعلق رکھنے والے انجینئر غازی محمد عامر عبدالرحمن چیمہ تمام سے بازی لے گئے جنہوں نے سخت سیکورٹی کے باوجود گستاخانہ خاکے شائع کرنے والے ایک ایڈیٹر پر دیار غیر میں حملہ کر کے عالم کفر کو ورطہ حیرت میں مبتلا کر دیا۔ برلن میں محمد عامر چیمہ کی میزبان ماموں زاد بہن کے بقول ”ہمیں بالکل بھی اندازہ نہیں ہوا کہ وہ اس طرح کا کوئی پروگرام بنا رہا ہے۔ ہاں! اس میں ہم نے بعض تبدیلیاں نوٹ کی تھیں۔ نماز وہ پہلے بھی پڑھتا تھا لیکن اس مرتبہ وہ نماز کی سخت پابندی کر رہا تھا۔ اتنی پابندی کی کھانا لگا ہوتا تو وہ کہتا: ”باجی! نماز کا وقت ہو گیا ہے، پہلے نماز پڑھ لوں“۔ جمعہ کے روز علاقے کے مسلمانوں نے گستاخی کرنے والے اخبار کے دفتر کے سامنے مظاہرہ کیا لیکن محمد عامر اس میں شریک نہیں ہوا وہ مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے چلا گیا اور کافی وقت لائبریری میں گزارا۔ شام کو وہ میرے شوہر سے بڑے تجسس کے ساتھ پوچھتا رہا: مظاہرہ کیسا تھا؟ کتنے لوگ تھے؟ اس کا کوئی اثر ہو گا؟ میں میاں سے کہتی تھی کہ عامر کچھ بدلا بدلا سا لگتا ہے لیکن ہمیں کوئی وہم و گمان تک نہ تھا کہ اس کے دل میں کیا ہے؟

پیدائش و تعلیم:

محمد عامر عبدالرحمن چیمہ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ بمطابق ۴ دسمبر ۱۹۷۷ء حافظ آباد (اس وقت ضلع گوجرانوالہ کی تحصیل) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۹۳ء میں جامعہ ہائی سکول ڈھوک کشمیر یاں راولپنڈی سے میٹرک کیا پھر راولپنڈی کے ہی ایک کالج سے ایف ایس سی کرنے کے بعد فیصل آباد میں نیشنل آف ٹیکسٹائل انجینئرنگ سے ۲۰۰۰ء میں ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں ایک دو کالجوں میں بحیثیت لیکچرار بھی مقرر ہوئے۔

سرکار دو عالم ﷺ سے عقیدت:

اسی دوران غازی محمد عامر نے ٹیکسٹائل کی ایک فرم میں تیس ہزار کی جاب کی اور وہ نوکری صرف اس لئے چھوڑ دی کہ اس فیکٹری میں ایک ٹائل ایسی لگی تھی، جس پر اسم محمد ﷺ سے ملتی جلتی شبیہ تھی۔ عامر نے فیکٹری مالک کو کہا کہ اس ٹائل کو یہاں سے ہٹا دیں عمل نہ ہونے پر اس نے وہ نوکری ہی چھوڑ دی۔

کسی عاشق نے کیا خوب فرمایا:

تعظیم جس نے کی ہے محمد کے نام کی
اللہ نے اس پہ آتش دوزخ حرام کی

انگوٹھے چومنا:

پیر محمد افضل قادری امیر عالمی تنظیم اہلسنت کے بقول، غازی محمد عامر عبدالرحمن شہید کے والد نے بتایا کہ محمد عامر کو سرکارِ دو عالم ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ جب بھی آپ کا نام نامی اسم گرامی سنتا تو تین مرتبہ انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگاتا اور درود شریف پڑھتا۔ مذکورہ واقعات سے غازی محمد عامر چیمہ کے مسلک و مشرب کا آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے لیکن روزنامہ انصاف راولپنڈی ۱۴ مئی کے مطابق شہید کے والد چوہدری نذیر احمد چیمہ نے اعلان کیا کہ میرا بیٹا اور ہمارا پورا خاندان یا رسول اللہ کے نعرے لگانے والے اہلسنت و جماعت ہیں۔

جرمن روانگی:

۲۶ نومبر ۲۰۰۴ء کو محمد عامر ماسٹر آف ٹیکسٹائل مینجمنٹ کا کورس کرنے جرمنی چلے گئے۔ غازی محمد عامر نے اس یونیورسٹی کے تین سمسٹر مکمل کر لئے تھے اور ابھی آخری سمسٹر باقی تھا کہ ۲۰ مارچ ۲۰۰۶ء کو توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے اخبار ”ڈائی ویلٹ“ کے چیف ایڈیٹر پر حملہ کرنے کی پاداش میں گرفتار کئے گئے جبکہ اہل خانہ کو ۶ اپریل کو اطلاع ملی اور ۳ مئی ۲۰۰۶ء کو جرمن پولیس کے ہاتھوں برلن جیل میں تشدد کی وجہ سے شہید ہو گئے۔

تشدد کیوں کیا گیا؟

اخباری اطلاع کے مطابق دوران تفتیش جب ایک جرمن اہلکار نے حضور ﷺ کے بارے میں گستاخانہ گفتگو کی تو محمد عامر چیمہ شہید ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے اور تو کچھ نہ کر سکا البتہ اس گستاخ کے منہ پر تھوک دیا، جس پر مشتعل ہو کر جرمن پولیس نے عامر پر وحشیانہ تشدد کیا، جس کے نتیجے میں محمد عمر عبدالرحمن چیمہ کی شہادت واقع ہوئی۔

خودکشی کا بیہودہ الزام:

بعد ازاں جرمن پولیس نے محمد عامر پر خودکشی کا الزام لگا کر بے غیرتی کی اتہا کر دی۔ کالم نگار ڈاکٹر محمد اجمل نیازی کے بقول جرمن شاتم رسول پر غازی علم دین شہید کی طرح چھری سے حملہ کرنے والے نوجوان کو پتہ تھا کہ اس کے اپنے ساتھ کیا ہوگا۔ شہید ہونے کا یقین اس کو تھا۔ وہ شہید ہے، اسے خودکشی کی کیا ضرورت تھی؟ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی علیہ الرحمۃ عشق رسول کی پاداش میں سزائے موت کے منتظر تھے تو ان کی شلوار میں آزار بند بھی نہ رہنے دیا گیا کہ کہیں وہ خودکشی نہ کر لیں۔ مولانا نیازی نے مسکرا کر کہا کہ غلامی رسول میں شاندار موت کے انتظار سے زیادہ با اعتماد اور بے قرار لمحہ کیا ہوگا؟ میں خودکشی کیوں کروں گا، میں اس موت کو گلے سے لگاؤں گا جو ہزار زندگیوں سے زیادہ بیش بہا ہے۔ ﴿روزنامہ نوائے وقت ۱۴ مئی﴾

﴿﴾ شہید ہونے کے بعد غازی محمد عامر کو کئی دن جرمی میں رکھا گیا اور پھر ۱۴ ربیع الآخر ۱۳ مئی بروز ہفتہ شہید کا تابوت لاہور ایئر پورٹ پر پہنچا۔ اس کے بعد سرکاری ہیلی کاپٹر میں گوجرانوالہ کینٹ اور یہاں سے بانی روڈ محمد عامر کے آبائی گاؤں سارو کی چیمہ آمد ہوئی۔

ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

محمد عامر عبدالرحمن چیمہ علیہ الرحمہ کے نعرہ شہادت سے دنیا گونج اٹھی اور ہر طرف شہید کی شہادت کی دھوم مچ گئی تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس آقا ﷺ کے گستاخ کو واصل جہنم کرنے کیلئے عامر نے اس پر حملہ کیا اور اس کی پاداش میں اسے اذیتیں دے دے کر شہید کیا گیا، اس کے آقا ﷺ کو اپنے عاشق جانثار کی خبر نہ ہو۔ بقول شخصے:

بندہ مٹ جائے نہ آقا یہ وہ بندہ کیا ہے؟

بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے؟

عاشق مصطفیٰ:

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی اسی چیز کو بدیں الفاظ بیان کیا ہے کہ:

فریاد امتی جو کرے حال زار میں

ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

مزید فرمایا:

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے

اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

چودہ سو سال:

بعد بھی محمد عامر شہید کی شہادت پر یہ حقیقت واضح ہو گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کے آقا و مولیٰ ﷺ بحیات حقیقی زندہ ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ نبی غیب دان و حاضر و ناظر ہیں اور حالات حاضرہ و اپنے غلاموں اور عاشقوں کو کو آف سے باخبر ہیں اور انہیں اپنے لطف و کرم سے نوازتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ہی کیا خوب فرمایا ہے:

اپنے کرم کا جب وہ صدقہ نکالتے ہیں

ہمسوں کو پالتے ہیں اور ایسا ہی پالتے ہیں

بقول عرفان صدیقی کالم نگار روزنامہ نوائے وقت لاہور محمد عامر عبدالرحمن شہید کے نیک دل اور پاکباز استاد کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور وہ تھم تھم کر، رک رک کر پروفیسر نذیر چیمہ کو اپنا خواب سنارہے تھے۔ ﴿﴾ میں نے خواب میں ایک بڑا ہی مقدس اور پاکیزہ اجتماع دیکھا، ہر سونور کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔ پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں کسی نے کہا کہ حضور ﷺ بھی قریب ہی ہیں لیکن آپ ﷺ کا رخ انور دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ﴿﴾ پھر حضور ﷺ کی مشکبار آواز سنائی دی عامر آ رہا ہے صحابہ کرام کھڑے ہو گئے اور ایک

خاص سمت دیکھنے لگے۔ پھر رحمت دو عالم ﷺ نے بلند آواز میں پکارا: حسن حسین! دیکھو کون آیا ہے؟ میں اسے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں اور اس کا خیال رکھنا۔ ﴿روزنامہ نوائے وقت، ۴ مئی﴾

القلم پشاور لکھتا ہے کہ محترم جناب محمد یحییٰ علوی صاحب گورنمنٹ جامعہ فار بوائز اور اپنڈی کے سابق استاد ہیں اور اس اسکول میں عرصہ دراز تک عربی، اردو اسلامیات کی تدریس کر چکے ہیں۔ موصوف عامر چیمہ شہید کے استاذ بھی رہے ہیں۔ عامر شہید کی شہادت کے بعد آپ نے ایک مبارک خواب دیکھا جو خود آپ کی زبانی نذر قارئین ہیں۔ ﴿الحمد للہ میرا معمول ہے کہ ہر شب جمعہ کو کم از کم ۵ سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر سوتا ہوں۔ ۴ مئی کو نماز عشاء ادا کرنے کے بعد جب میں مسجد سے نکلا تو ایک دوست نے بتایا کہ پروفیسر نذیر چیمہ صاحب کا بیٹا عامر جو گستاخ رسول پر حملے کے جرم میں جرمنی میں گرفتار تھا، شہید کر دیا گیا ہے۔﴾ یہ خبر سن کر مجھے بہت صدمہ ہوا اور عامر کی یادیں دل میں بسائیں۔ میں نے اپنا معمول پورا کیا اور سو گیا۔ صبح سے کچھ دیر پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے میدان میں بہت زیادہ قمقمے جگمگا رہے ہیں اور ہر طرف روشنی ہی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ اس روشنی کو دیکھ کر مجھے یہ خیال ہوا کہ یقیناً یہ روشنی دنیا کی نہیں ہے۔ ﴿اسی دوران میں نے دیکھا کہ اس روشن میدان میں ایک طرف ایک بلند سیڑج سجا ہوا ہے اور اس پر حضور پر نور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی موجود ہیں۔﴾ اسی اثناء میں میدان کی دوسری طرف سے عامر شہید آتے ہیں اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے آقا ﷺ کی طرف بڑھتے ہیں۔ آقا ﷺ عامر کو اپنی طرف آتا دیکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور آغوش مبارک وا کر کے فرماتے ہیں: مرحبا اے میرے بیٹے! بس اسی لمحے قریبی مسجد سے اذان فجر بلند ہوئی اور میری آنکھ کھل گئی۔

قبائے نور میں سچ کے لہو سے با وضو ہو کر
وہ پہنچے بارگاہ رب العالمین میں سرخرو ہو کر

﴿ہفت روزہ القلم پشاور ۶ ۲۰۰۶ء﴾

غازی علم دین اور غازی محمد عامر چیمہ میں عجیب مناسبت:

غازی محمد عامر کی والدہ محترمہ کے بقول عامر بہت ہی نیک بچہ تھا، جب کبھی بھی توہین رسالت کے بارے میں کوئی خبر چھپتی تو وہ بہت بے چین ہو جایا کرتا تھا۔ اب میں سوچتی ہوں کہ وہ اکثر غازی علم دین شہید کا ذکر کرتا تھا جیسے وہ اس کی پسندیدہ (آئیڈیل) شخصیت ہو۔

خدا کی قدرت:

غازی علم دین کو اپنا آئیڈیل بنانے والا محمد عامر چیمہ ناموس رسالت پر قربان ہو کر خود سارے مسلمانوں کا آئیڈیل بن گیا۔ غازی علم دین اور غازی محمد عامر چیمہ میں کئی چیزیں قدرے مشترک ہیں۔ ایک تو شاتم رسول کو جہنم واصل کرنے کی کوشش اور دوسرا ان کی تاریخ پیدائش، دونوں ہی ۴ دسمبر کو پیدا ہوئے پھر دونوں کا نام ”ع“ سے شروع ہوتا ہے ایک اور مناسبت یہ ہے کہ غازی علم دین کے وکلاء نے کہا تھا کہ آپ صرف اتنا بیان دے دیں کہ میں گھر سے قتل کرنے کا ارادہ کر کے نہیں آیا تھا۔ یہ فعل وقتی اشتعال اور اضطراری حالت میں ہوا

ہے۔ غازی علم دین شہید نے کہا تھا کہ ”زندگی میں کام کی تو ایک ہی تو نیکی کی ہے میں اسے کیسے ضائع کروں؟“ عامر شہید نے بھی جرمن عدالت میں اپنے تحریری بیان میں کہا کہ میں نے اخبار ڈائیو لیٹ کے ایڈیٹر ہیزک بروڈر پر قاتلانہ حملہ کیا ہے یہ شخص میرے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کا ذمہ دار تھا اور اگر مجھے آئندہ بھی موقع ملا تو میں اس شخص کو قتل کر ڈالوں گا۔ ﴿بحوالہ روزنامہ پاکستان، ۳۰ مئی﴾

اور ایک مناسبت گوجرانوالہ کی بھی ہے۔ غازی علم دین کو ۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو ساڑھے نو بجے شب سنٹرل جیل لاہور سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس، دوسار جنٹ اور چار سپاہیوں کی حراست میں بذریعہ موٹر کار پہلے گوجرانوالہ بھیجا گیا اور وہاں سے ساڑھے بارہ بجے رات کی گاڑی میں میانوالی روانہ کیا گیا جبکہ غازی محمد عامر چیمہ کو بھی ۱۳ مئی کو لاہور ایئر پورٹ سے بذریعہ ہیلی کاپٹر گوجرانوالہ کینٹ لایا گیا اور پھر وہاں سے بائی روڈ پولیس افسران کی نگرانی میں سارو کی چیمہ روانہ کیا گیا۔

دونوں غازیوں نے ہی بڑی مقبولیت حاصل کی۔ گذشتہ ماہ گوجرانوالہ کے نواح میں ایک گھر جڑواں بچے پیدا ہوئے تو گھر والوں نے ایک کا نام علم دین اور دوسرے کا نام محمد عامر رکھا۔

عامر بھائی سے چند باتیں:

عامر بھائی! السلام علیکم! مبارک ہو کہ تم صرف ایک مہینے میں امت مسلمہ کی آنکھوں کا تارا، جنت کے مہمان اور زمانے کے غازی اور شہید بن گئے۔ ﴿﴾ ہاں تمہارے ماں باپ کو حق ہے کہ تم پر ناز کریں امت مسلمہ کو حق ہے کہ تم پر فخر کریں اور نوجوانوں کا حق ہے کہ وہ تمہیں اپنا آئیڈیل بنائیں۔ ﴿﴾ عامر بھائی! میں نے تمہیں نہیں دیکھا مگر مجھے یوں لگتا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان برسوں سے یاری ہے اور ہم ایک دوسرے کے پرانے دوست ہیں۔ ﴿﴾ دراصل تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے یاری کر کے ہم سب کو دلوں کو جیت لیا ہے۔ اب تم زندہ رہو گے۔ ان شاء اللہ اور تمہیں کوئی نہیں مار سکے گا۔ ہاں عامر! اب تم سب مسلمانوں کے بیٹے اور بھائی بن گئے ہو۔ شعراء تمہاری شان میں درد بھرے قصیدے لکھیں گے اور عورتیں اپنے بچوں کو تمہارے جیسا بنانے کیلئے رب کے حضور سجدے والی دعائیں کریں گی۔

عامر بھائی! ہم نہیں بھولیں گے کہ تمہیں بہت ستایا گیا۔ ہاں اللہ پاک کی قسم! ان سسکیوں اور آہوں کو نہیں بھلایا جائے گا جو تمہارے گلے سے بلند ہوئی ہوں گی۔ امت مسلمہ! جیسی بھی ہے الحمد للہ بے حس نہیں ہے۔ ظالم لوگ تمہارے چاقو سے ڈر گئے۔ تمہارے بیانات اور عزائم نے ان کو ہلا کر رکھ دیا۔ تب انہوں نے تمہیں ستایا، تمہیں تڑپایا، اور تمہیں تکلیف کا نشانہ بنایا۔ ہائے عامر! کاش زمین کے ایک چپے پر بھی اسلامی حکومت قائم ہوتی تو تمہاری آہوں کا برسر عام حساب مانگا جاتا۔ عامر! تمہارے جیسے نوجوان ہر جگہ اسی طرح ستائے جاتے ہیں۔ اسی طرح تڑپائے جاتے ہیں۔ ﴿﴾ مکہ کا ریگستان زمانے کے بلال پر گرم رہتا ہے مگر انجام بہت اچھا ہوتا ہے۔ مکہ میں اذان گونجتی ہے اور بلال مسجد نبوی کا مؤذن، بدر کا مجاہد، مکہ کا فاتح اور کعبہ کا منادی بن جاتا ہے۔

عامر بھائی! جو کچھ تم پر بیٹا ہے مجھے اس کا احساس ہے کیونکہ میں بے شمار بھیانک مناظر کا گواہ ہوں اور میرا دل بہت ساری تلخ یادوں کے ساتھ جینے پر مجبور ہے مگر عامر ایک بات سچی ہے کہ میں تم سے تعزیت نہیں کروں گا ہاں تم اگر کسی گوری کافرہ کے عشق میں مبتلا ہو

چکے ہوتے تو میں ضرور تعزیت کرتا، تم یورپ کی رنگینیوں کا شیدائی بن چکے ہوتے تو میں ضرور تعزیت کرتا، تم کسی نائٹ کلب میں ناچ رہے ہوتے تو میں ضرور تعزیت کرتا مگر اب کس بات پر تعزیت کروں؟ تمہیں مارا گیا تو یہ مار تمہارے لئے آخرت کا تمغہ بن گئی۔ عامر! تمہیں ڈرایا دھمکایا گیا تو تمہارے خوف کے ہر لمحے پر جنت نے تمہارے بوسے لئے اور جب تمہیں گرایا گیا تو تم نے بلندیوں کی طرف سفر کا مزہ پایا۔ تم تو ناموس رسالت کی موجودہ تحریک کے بانی بن گئے۔ تمہارا خون اور تمہارا جسم اس عمارت کی بنیادیں بن گئے جو عمارت ضرور بلند ہوں گی۔ اے عامر! تم اللہ پاک کی طرف سے اتنی ہی زندگی لائے تھے مگر تم خوش نصیب نکلے کہ تمہیں زندگی کے بعد حقیقی زندگی مل گئی اور تم ماشاء اللہ امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ ﴿عامر بھائی! ہم نے ایک صحابی کا قصہ پڑھا۔ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی شکل و صورت سے بھی غلاموں جیسے تھے..... وہ شہید ہو گئے، کسی دوست نے آواز دے کر پوچھا! کتنی شادیاں ہوئیں؟ انہوں نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتا دیا..... ہاں اصل دو لمبے تو تم ہو اور سہرا تمہارے ہی لئے لکھا جانا چاہئے۔ دنیا کی شادیاں تو تکلفات اور رسومات کی آگ میں جل رہی ہیں، ان میں تو غفلت اور پریشانی زیادہ ہیں..... ان میں تو فضول خرچیاں اور بے شمار سوائیاں شامل ہو گئی ہیں مگر تمہاری شادی بہت اچھی اور بہت مبارک ہے۔ ہاں میں شاعر ہوتا تو تمہارے لئے سوا شعرا والا سہرا لکھتا اور پھر اسے خوب مزے لے لے کر پڑھتا! عامر یار! کیا کروں مجھے تو تم پر رشک آ رہا ہے۔ اتنی جلدی اور اتنا آسان سفر اور اتنی خوبصورت منزل..... اللہ پاک ہمیں شہادت سے محروم نہ فرمائے عامر سچ بتاتا ہوں اگر یہ دعا قبول ہو گئی تو پھر میں تم سے ملوں گا۔ تمہیں سینے سے لگاؤں گا تمہاری پیشانی کا بوسہ لوں گا اور تمہیں مبارکباد دوں گا۔﴾ ماخوذ بقلم سعدی ﴿

محمد عامر چیمہ کی نجی زندگی کے بارے میں ایک اہم انٹرویو

شہید ناموس رسالت محمد عامر عبد الرحمن چیمہ نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کیلئے جان کا نذرانہ دے کر جو عظیم مرتبہ حاصل کیا، عامر چیمہ یقیناً اس کے اہل تھے۔ محمد عامر کی سابقہ زندگی میں اس کے معمولات عادات، اطوار، جذبات و خیالات اس بات کی طرف پہلے ہی اشارہ کر رہے تھے۔ بچپن سے ہی سادہ لوح، حلیم طبع، سنجیدہ، تعلیم کو ہر چیز پر فوقیت دینے والے، دکھی انسانیت کیلئے ہمدردی کے جذبات رکھنے والے، انتہائی ملنسار محمد عامر چیمہ کی خاموش طبیعت کے اندر ایک ایسا طوفان چھپا ہے جو غفلت میں پڑی امت کیلئے انقلابی سوچ اور بیداری کو جنم دے گا۔ شہادت کا عظیم رتبہ پانے والے محمد عامر چیمہ کی ذاتی زندگی کے حوالے سے ان کی بہنوں سے ہونے والی گفتگو قارئین کیلئے پیش خدمت ہے:

س: نماز، روزہ اور تلاوت پر کس حد تک کاربند تھا؟

ج: نماز باقاعدگی سے پڑھتا تھا، روزے باقاعدگی سے رکھتا تھا، رمضان میں تلاوت کرتا تھا۔

س: روزمرہ کے معمولات کیا تھے؟

ج: صبح جلدی اٹھتا، نماز پڑھ کے پھر سو جاتا تھا۔ کبھی کبھار چہل قدمی کرتا تھا پھر ناشتہ کر کے دوبارہ سوتا تھا۔

س: کوئی ایسی عادت جو سب سے زیادہ پسند ہو؟

- ج: کسی کو تکلیف نہیں دیتا تھا، بہنوں اور والدین کا خیال رکھتا تھا۔
- س: بچپن میں کس حد تک شرارتی یا سنجیدہ تھا؟
- ج: سوچ میں گم رہنے والا سنجیدہ شخص تھا، شرارتی نہیں تھا۔
- س: پڑھائی میں کیسا تھا؟
- ج: بہت زیادہ لائق، اساتذہ کا پسندیدہ سٹوڈنٹ تھا۔
- س: اس کا سب سے پسندیدہ مضمون (نصابی) کونسا تھا؟
- ج: ریاضی اور فزکس سب سے زیادہ پسندیدہ تھے، کیمسٹری بھی پسند تھی۔
- س: اس کا پسندیدہ مشغلہ کیا تھا؟
- ج: مطالعہ کرنا، غیر نصابی و تاریخی و اسلامی کتابیں اور لٹریچر پڑھتا تھا۔
- س: اس کا پسندیدہ پھل کونسا تھا؟
- ج: آم سب سے زیادہ پسند تھا۔
- س: پسندیدہ ڈش کون سی تھی؟
- ج: دال چاول شوق سے کھاتا تھا۔
- س: پسندیدہ رنگ کونسا تھا؟
- ج: سفید رنگ کا شوقین تھا۔
- س: پسندیدہ لباس کونسا تھا؟
- ج: شلوار قمیص زیادہ پسند تھی۔
- س: دوستوں کو زیادہ وقت دیتا تھا یا اہل خانہ کو؟
- ج: گھر میں زیادہ وقت دیتا تھا، دوست بہت کم اور سلجھے ہوئے تھے۔
- س: پاکستان کے بارے میں کیا خیالات تھے؟
- ج: پاکستان کو اسلامی ریاست کے طور پر دیکھنا چاہتا تھا۔
- س: شادی کا پروگرام کیا تھا؟
- ج: شادی کا جولائی ۲۰۰۶ء میں جرمن سے واپسی کے بعد پروگرام تھا، رشتہ ڈھونڈ رہے تھے۔
- س: پسند کی شادی کرنا چاہتا تھا یا والدین کی مرضی سے؟
- ج: والدین پر چھوڑ رکھا تھا۔

- س: شہادت کے بارے میں کبھی اپنے خیالات کا اظہار کیا؟
- ج: والد سے اکثر ذکر کرتا تھا کہ انسان کو آخرت کا سامان کرنا چاہئے۔
- س: سب سے زیادہ خوش کب نظر آتا تھا؟
- ج: عام طور پر خوش ہی رہتا تھا۔
- س: کس چیز سے خوفزدہ ہوتا تھا؟
- ج: کبھی خوفزدہ نہیں دیکھا۔
- س: کن چیزوں پر رنجیدہ ہوتا تھا؟
- ج: غیرت کے معاملے پر بہت محتاط تھا اور رنجیدہ ہوتا تھا۔
- س: جرمنی میں قیام پر کبھی اداسی کا اظہار کیا؟
- ج: کبھی اظہار نہیں کیا، لیکن گھر والوں کے جدائی میں اداس ہوتا تھا۔
- س: موسم کون سا پسند تھا؟
- ج: سردی کا موسم۔
- س: اپنے ارد گرد کھی اور غریب لوگوں کیلئے کیا جذبات تھے؟
- ج: غریبوں کیلئے بہت ہمدردی رکھتا تھا، صدقہ خیرات باقاعدگی سے کرتا تھا۔
- س: اس کے تعلیمی نتائج کیسے رہتے تھے؟
- ج: ہمیشہ آؤٹ سٹینڈنگ میٹرک سے بی ایس سی تک فرسٹ ڈویژن تھی۔
- س: کیا سکول و کالج میں غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیتا تھا؟
- ج: کبھی حصہ نہیں لیا۔
- س: سیر و تفریح کا شوق تھا؟
- ج: تفریح کیلئے سفر نہیں کرتا تھا، صرف رشتہ داروں سے ملنے کیلئے سفر شوق سے کرتا تھا۔
- س: دوستی کا معیار کیا رکھتا تھا؟
- ج: سلام دعا سب سے رکھتا تھا، لیکن سنجیدہ اور قابل لوگوں سے دوستی پسند کرتا تھا۔
- س: کبھی کسی سے جھگڑا کیا؟
- ج: کسی سے جھگڑتا نہیں تھا، لیکن اگر کوئی گالی دے تو معاف نہیں کرتا تھا۔
- س: مستقبل میں کیا بننا چاہتا تھا؟

ج: جرمنی سے تعلیم مکمل کر کے فیصل آباد ٹیکسٹائل یونیورسٹی میں تدریسی فرائض انجام دینا چاہتا تھا۔

س: میوزک کا شوقین تھا یا نہیں؟

ج: میوزک نہیں سنتا تھا۔

س: فارغ اوقات میں کیا کرتا تھا؟

ج: ابو کے کالج کی لائبریری سے کتابیں لا کر پڑھتا تھا۔

س: جرمنی جا کر اس کے معاملات یا عادات میں کیا تبدیلی آئی؟

ج: کوئی تبدیلی نہیں آئی، یورپ جا کر بھی نہیں بدلا۔

س: آخری مرتبہ گھر والوں سے کیا بات ہوئی اور کس بات پر زور دیا؟

ج: ۲۸ فروری ۲۰۰۶ء کو امی سے فون پر بات ہوئی۔ پھر ۵ مارچ ۲۰۰۶ء کو فون پر بات ہوئی تھی، چھوٹی بہن کی شادی جلد

کرنے پر زور دیا۔ ﴿روزنامہ انصاف ۲۲ مئی ۲۰۰۶ء﴾

زندہ باد ایسے مفتی احمد رضا خان زندہ باد

جماعت اسلامی کے داعی و حامی روزنامہ انصاف راولپنڈی (۱۴ مئی) کی رپورٹ کے مطابق عامر شہید چیمہ کی نماز جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ اس موقع پر چوہدری نذیر احمد چیمہ کے مرشد سید امیر افضل شاہ بھی تشریف فرما تھے۔ ﴿جنازہ نعرہ تکبیر اللہ اکبر، نعرہ رسالت یا رسول اللہ اور غازی عامر چیمہ تیری عظمت کو سلام جیسے نعروں سے گونجتی رہی غازی عامر چیمہ شہید کے والد نے اعلان کیا کہ ”میں میرا بیٹا اور ہمارا پورا خاندان ”یا رسول اللہ“ کے نعرہ لگانے والے اہلسنت و جماعت ہیں“۔

روزنامہ پاکستان:

۱۳ مئی کی رپورٹ کے مطابق جنازہ مبارکہ کے موقع پر ۵ لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی اور شہید مرحوم کو نعرہ تکبیر و رسالت کی گونج میں سپرد خاک کیا گیا۔

روزنامہ خبریں:

لاہور کی رپورٹ کے مطابق فضا نعرہ تکبیر و رسالت سے گونجتی رہی۔

مزید برآں:

نماز جنازہ کے بعد دعا بھی مانگی گئی اور مرحوم کی قبر پر بہت کثرت سے پھول اور پھولوں کی چادریں چڑھائی گئیں۔ بلکہ مرحوم کے جلوس جنازہ کے استقبال کیلئے گاؤں کو جھنڈیوں، پھولوں اور بینروں سے سجایا گیا اور سبیلیں لگائی گئیں اور رات کو مرحوم کی قبر پر چراغاں کیا گیا۔ رات کو لوگ قبر پر قرآن پڑھتے رہے اور صبح ختم قل شریف کے موقع پر ۲۰ ہزار افراد نے شمولیت کی۔ ﴿بحوالہ قومی اخبارات ۱۵ مئی﴾

روزنامہ سماج گوجرانوالہ (۱۵ مئی) کے مطابق شام ڈھلے جب اخبار نویسوں کی ایک ٹیم نے غازی محمد عامر چیمہ شہید کی جائے

مدفن کا دورہ کیا تو دیکھا کہ شہید کی قبر پر روشن چراغوں نے عجیب سماں باندھ رکھا تھا۔

ختم قل شریف:

کے بعد بھی شہید کی قبر پر زائرین کی آمد و رفت جاری ہے۔ بعض اوقات دور دراز مقامات سے عشاق حاضر ہوتے ہیں، دیکھیں پکوا کر لاتے ہیں یا مختلف اشیاء پر ختم شریف پڑھ کر تبرک تقسیم کرتے ہیں۔ ختم قل شریف کی طرح راولپنڈی میں شہید کی رہائش گاہ پر ختم دسواں کا بھی اہتمام کیا گیا اور کئی دن تک روزانہ گھر میں محفل میلاد ہوتی رہی اور سارو کی میں شایان شان طریقے سے ختم چہلم کی تقریب سعید بھی منعقد ہوئی۔ ﴿۲۰﴾ ربیع الآخر ۱۹ مئی بروز جمعہ گوجرانوالہ کے نامور عالم دین صاحبزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی نے شہید کے مزار شریف کے قریب اجتماعی جمعۃ المبارک کا اہتمام فرمایا اور عزیزان و احباب کے تعاون سے تقریباً ۱۲۵ خیمے لگوا کر جمعہ پڑھایا اور صلوٰۃ و سلام پڑھ کر شہید کے مزار پر اجتماعی طور پر حاضری دی اور دعا فرمائی۔

تعمیر مزار:

محمد عامر چیمہ شہید کے والد محترم چوہدری نذیر احمد چیمہ کے مشورہ سے مجاہد اہلسنت پیر محمد افضل قادری امیر عالمی تنظیم اہلسنت اور ان کے رفقاء کے زیر اہتمام محمد عامر شہید کے مزار کی تعمیر کا سلسلہ بڑی تیزی سے شروع ہے۔ روزنامہ انصاف ۱۳ جون کے مطابق شہید کے مزار کی تعمیر کیلئے ترکی کی دواہم شخصیات نے بھی پیشکشیں کی ہیں۔

المختصر:

نعرہ رسالت یا رسول اللہ بلند کرنا، جنازہ لے جاتے ہوئے کلمہ شہادت و درود و پاک کا ورد کرنا، نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا، ختم قل و ختم دسواں و ختم چہلم کا انعقاد کرنا، قبروں پر پھول چڑھانا اور اجتماعی حاضری دینا، یہ سب امور اہلسنت حنفی بریلوی کے معمولات میں سے ہیں۔

بہر حال:

مذہب اہلسنت و مسلک اعلیٰ حضرت کا فیضان جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ جاری و ساری رہے گا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ:

دین کے ایمان و حرمت کے نگہبان زندہ باد
زندہ باد اے مفتی احمد رضا خان زندہ باد
پھر پھر کے تیری راہ پر آجائیں گے گمراہ
محبوب خلایق پھر ترا در ہو کے رہے گا

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے:

سارو کی ضلع گوجرانوالہ میں واقع ہے اور وزیر آباد سے (رسول نگر جانے والی سڑک پر) ۱۴ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ وہی سارو کی ہے جہاں نائب اعلیٰ حضرت محدث اعظم پاکستان ابوالفضل حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد شریف لے

جانے سے قبل کچھ عرصہ قیام پذیر رہے اور مرکزی جامع مسجد پیر بلھے شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) میں امامت و خطابت فرماتے رہے۔ آپ کے منجھلے صاحبزادے غازی محمد فضل احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بھی ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ یکم جون ۱۹۵۰ء ساروکی میں ہوئی۔ آج کل ساروکی کا نام پوری دنیا میں شہید ناموس رسالت محمد عامر عبدالرحمن چیمہ شہید کی وجہ سے معروف و مشہور ہوا ہے۔

رسول پاک کے شیدائیوں میں نام لکھوا کر

منور اس وطن کا کونہ کونہ کر دیا تو نے

ترے جذبے کی ضو قائم رہے گی حشر تک عامر

وزیر آباد کی مٹی کو سونا کر دیا تو نے

فقیر راقم الحروف محمد داؤد رضوی کو بھی اپنے برادر اصغر صاحبزادہ محمد رؤف رضوی، سید امجد حسین بخاری، حافظ محمد رفیق رضوی اور محمد اشفاق رضوی کے ہمراہ ساروکی میں محمد عامر عبدالرحمن چیمہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ حکومت کی سختی اور لوگوں سے شہید کے تابوت کی آمد کا وقت بتانے سے گریز کے باوجود لوگ پروانہ وار جنازہ پڑھنے کیلئے ساروکی کی طرف رواں دواں تھے۔ معروف کالم نگار خوشنود علی خاں کے بقول ”یوں لگتا تھا جیسے ہفتہ کے روز سارے ملک کے سارے راستے ساروکی وزیر آباد ہی کی طرف جا رہے تھے“۔ کالم نگار محمد نعمان راشد میر کے بقول ۱۳ مئی ۲۰۰۶ء کا سورج آگ برسا رہا تھا، جاندار اس کی شدت وحدت سے خود کو بچانے کیلئے ٹھنڈے کمروں اور سائے دار جگہوں پر مصروف کار تھے مگر ساروکی چیمہ ایک ایسا گاؤں تھا جہاں ہزاروں مرد و خواتین، پیر و جوان شدت گرمی، جس اور موسم کی سختی کے باوجود رواں دواں اور متحرک دکھائی دے رہے تھے۔ گلی کو چوں اور بازاروں کو رنگارنگ و مختلف نعروں پر مشتمل بینروں اور جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا۔ ہر راستے میں پانی کی سبیلیں لگائی گئی تھیں۔ فضاء معطر معطر سی تھی، گاؤں کو جانے والے راستے پر لوگ ہی لوگ دکھائی دے رہے تھے۔ یہ اہتمام کسی شہنشاہ کے استقبال کیلئے نہیں تھا بلکہ اس انسان کیلئے تھا جو دنیاوی لحاظ سے کسی اونچے عہدے پر فائز نہ تھا۔ ﴿﴾ یہ سارا اہتمام و انتظام اس نوجوان کیلئے تھا، جس نے شان رسالت ﷺ میں گستاخی کرنے والے ایک اخبار کے ایڈیٹر کو چھریوں کے وار کر کے شدید زخمی کر دیا تھا اور جرمن پولیس نے جیل میں پابند سلاسل اس نوجوان کو وحشیانہ تشدد کر کے ہمیشہ کیلئے ابدی نیند سلا دیا تھا۔ یہ لوگ اسی شہید ناموس رسالت، عاشق رسول ﷺ محمد عامر عبدالرحمن چیمہ کے آخری دیدار اور نماز جنازہ میں شرکت کیلئے جوق در جوق وہاں پہنچ رہے تھے۔ شہید کے کچے مکان سے جب اس کا جسد خاکی اٹھایا گیا تو فضاء کلمہ شہادت کے ورد، نعرہ تکبیر و رسالت اور درود شریف سے گونج اٹھی۔ ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر مکتبہ فکر اور ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد اس شہید وفا کو خراج عقیدت و محبت پیش کر رہے تھے۔ تابوت پر ہزاروں من پھولوں کی پیتیاں نچھاور کی گئیں۔ ﴿﴾ گوجرانوالہ ٹانمر ۱۵ مئی ﴿﴾

بہر حال تقریباً ساڑھے گیارہ بارہ بجے جب شہید کا تابوت ساروکی پہنچا تو وہاں اخبارات کے مطابق سوگ کی بجائے جشن کی فضاء تھی، گاؤں کو جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا اور سبیلیں لگائی گئیں تھیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا؟ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کا جشن ولادت منانے والے غازی محمد عامر شہید کی تشریف آوری ہو رہی تھی۔ چنانچہ شہید کا تابوت نعرہ تکبیر و رسالت غلام ہیں غلام رسول کے غلام ہیں، غلامی رسول میں موت

بھی قبول ہے اور درود شریف و کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے جنازہ گاہ میں لایا گیا تو ماحول خوشبوؤں سے معطر ہو گیا اور سب نے کھڑے ہو کر ہاتھ بلند کر کے نعرہ رسالت لگاتے ہوئے عامر شہید کا استقبال کیا۔ روزنامہ انصاف (۱۴ مئی) کے مطابق صبح سے شدید گرمی تھی مگر جب عاشق رسول کی میت کو نماز جنازہ کیلئے لایا گیا اور جیسے ہی شہید کے جسد خاکی کو ایمبولینس سے باہر نکالا گیا تو ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکوں سے موسم خوشگوار ہو گیا اور ٹھنڈی ہوا اس وقت تک جاری رہی جب تک شہید کی نماز جنازہ ادا کی جاتی رہی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ شہید کی برکت سے ایسا ہوا ہے۔ گویا کہ

آئیاں ٹھنڈیاں ہواواں مدینے دیاں

یاد آئیاں فضاواں مدینے دیاں

اس موقع پر سید محمد محفوظ شاہ صاحب مشہدی، پیر محمد افضل قادری صاحب، پیر سید عظمت علی شاہ صاحب آستانہ عالیہ کیلیا نوالہ شریف، سید ضیاء الاسلام شاہ صاحب نارووالی شریف، سید محمد اجمل شاہ صاحب گیلانی، سید سعادت علی حسین شاہ صاحب آستانہ عالیہ نقشبندیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف، سید محمد حسین شاہ صاحب، صاحبزادہ محمد سعید احمد شاہ صاحب گجراتی، علامہ غلام نبی صاحب جماعتی، علامہ محمد رضا المصطفیٰ ظریف قادری، صاحبزادہ محمد عثمان قادری گجراتی، علامہ محمد غنصر القادری، مولانا محمد خالد حسین مجددی، مولانا محمد حنیف چشتی، مولانا محمد فاروق رضا ابن علامہ محمد حاکم علی رضوی، علامہ خادم حسین رضوی لاہور، پروفیسر صاحبزادہ محمد عبدالرحمن جامی، مولانا محمد سرور قادری گوندلوی، مولانا محمد صفدر رضا، مولانا محمد ضیاء اللہ قادری، مولانا محمد یسین نعیمی، محمد زاہد حبیب قادری کنویر سنی تحریک گوجرانوالہ، محمد یعقوب فریدی سمیت جماعت اہلسنت پاکستان، عالمی تنظیم اہلسنت، جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان، انجمن طلبہ اسلام سنی تحریک، سنی فورس، دعوت اسلامی کے بے شمار عہدیداران اور لاکھوں معتقدین موجود تھے۔ جلوس جنازہ کے راستے میں جماعت اہلسنت پاکستان اور جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان سمیت کئی تنظیموں کی طرف سے بینرز لگے تھے جن میں سے بعض پر لکھا تھا۔ ﴿﴾ عامر شہید! تجھے مدینے کی ہوائیں سلام کہتی ہیں۔ ﴿﴾ مبارک ہو تو نے بڑا رتبہ پالیا۔ عشق رسول میں تو نے سراپنا دیا تو نے کمال کر دیا۔ ﴿﴾ اے شہید ناموس رسالت! سارو کی کی زمین تجھے بوسہ دینے کیلئے بے تاب ہے۔ ﴿﴾ ایک بینر پر جلوس جنازہ کے شرکاء کو مخاطب کر کے لکھا گیا تھا:

شہید تم کو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارا الہو بھلانہ دینا

القصة مختصر:

شہید کے جنازہ کا عجیب پر کیف نورانی منظر تھا جب لاکھوں دیوانے تقریباً پونے ایک بجے پسینہ میں شرابور، عشق رسول ﷺ سے معمور، شہید کا جنازہ پڑھنے کی خوشی سے مسرور تھے۔

شہید کے چچا بشیر احمد چیمہ کے مطابق نماز جنازہ کیلئے اٹھارہ ایکڑ جبکہ مہمانوں کی گاڑیوں کی پارکنگ کیلئے تین ایکڑ اراضی تیار کی گئی۔

محمد عامر چیمہ کے جنازہ کی عزت و تکریم دیکھ کر میری زبان پر بار بار عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا شعر جاری

نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری

فدا ہو کہ تجھ پر یہ عزت ملی ہے

یعنی جو رسول پاک ﷺ کے نام پر قربان ہوتا ہے اور ان کی غلامی اختیار کرتا ہے۔ اس کی دنیا میں بھی عزت ہوتی ہے، قبر میں بھی عزت ہوتی ہے اور اسے آخرت میں بھی عزت و توقیر حاصل ہوگی۔

مغربی ذرائع ابلاغ کی حیرانگی:

معروف کالم نگار محمد عرفان صدیقی لکھتے ہیں کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے لیکن عامر چیمہ شہید جیسی موت کس کو نصیب ہوتی ہے؟ محمد عامر چیمہ شہید کی دعائے قل میں شرکت کیلئے سارو کی جاتے ہوئے سارو کی سے ذرا پہلے میں جسٹس (ر) افتخار چیمہ کے گھر رکا، جہاں سابق صدر رفیق تارڑ بھی موجود تھے۔ شہید کے جنازے کے منظر موضوع گفتگو تھا، اتنا بڑا اجتماع سارو کی کی فضاؤں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لوگ ننگے پاؤں دہکتی زمین پر دوڑے چلے آ رہے تھے۔ آسمان سے آگ برس رہی تھی لیکن عشق کی سرمستیوں نے انہیں اپنے آپ سے بے نیاز کر دیا تھا، وہ گر رہے تھے، بے ہوش ہو رہے تھے، پسینے میں شرابور تھے، پیاس سے ان کے ہونٹ چٹخنے لگے تھے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کے نمائندے جنوں کی کرشمہ سامانیاں دیکھ رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے کہ یہ لوگ کس سیارے کی مخلوق ہیں؟ بی بی سی کا نمائندہ بار بار منرل واٹر کی بوتل سے منہ لگا رہا تھا، بار بار پسینے سے تر چہرہ پونچھ رہا تھا۔ اس نے مائیک جسٹس (ر) محمد افتخار چیمہ کے سامنے کیا تو وہ بولے: تم لوگ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے، تمہارے پاس یہ تصور ہی نہیں کہ مسلمان رسول اکرم ﷺ سے کیسی محبت کرتے ہیں۔ ہمارے لئے اپنی جانیں، اپنے مال، اپنی اولادیں، ناموس رسالت ﷺ کے سامنے بیچ ہیں۔ تمہیں اندازہ نہیں کہ محمد عامر چیمہ سے لوگوں کی اس بے پایاں محبت کی وجہ کیا ہے؟

سارو کی سے واپس آتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ کیسے کیسے نام آوڑ دنیا سے جاتے ہیں تو ایک آنکھ بھی نم نہیں ہوتی اور کیسے کیسے کم نام، اپنی آخری ہچکی کے ساتھ ہی کبھی نہ غروب ہونے والا آفتاب جہاں تاب بن جاتے ہیں اور کروڑوں انسانوں کے دلوں میں خوشبوؤں کی طرح بس جاتے ہیں، کیا یہ اسم محمد ﷺ کا اعجاز ہے؟ ﴿روزنامہ نوائے وقت لاہور ۶ مئی ۲۰۰۶ء﴾

تدفین کے وقت بھی بے شمار علماء، احباب اہلسنت موجود تھے۔ اس دوران نعت خوانی ہوتی رہی اور درود سلام پڑھا جاتا رہا۔ اس موقع پر پیر محمد افضل قادری صاحب کے دریافت کرنے پر محمد عامر عبدالرحمن شہید کے چچا جان چوہدری بشیر احمد چیمہ نے سب لوگوں کی موجودگی میں اعلان کیا کہ ہم اہلسنت ہیں، بریلوی مکتبہ فکر سے ہمارا تعلق ہے۔ ہم میلاد منانے والے، ختم درود پڑھنے والے، اولیاء سے عقیدت رکھنے والے اور یارسول اللہ کا نعرہ بلند کرنے والے لوگ ہیں اور ہمارے بیٹے محمد عامر عبدالرحمن کے بھی یہی جذبات تھے۔ اسی لئے اس نے سرکار ﷺ کے نام پر جان قربان کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اف توبہ! جنازے پر بھی سیاست:

افسوس! کہ بعض سیاسی اور کالعدم تنظیموں کے رہنما شہید کے جنازہ کے سلسلہ میں بھی اپنی دوکانداری چمکانے سے باز نہ آئے حتیٰ کہ محمد عامر کی شہادت کی خبر سنتے ہی اخبارات میں شہید کے والدین کی مرضی کے بغیر اپنے طور پر شائع کرادیا کہ فلاں فلاں صاحب محمد عامر کا جنازہ پڑھائیں گے۔ چنانچہ شہید کے والد کا اخباری بیان بھی جاری ہوا کہ سیاسی لوگ ہمارے ساتھ ایسا نہ کریں۔ جنازہ کے وقت بھی کئی کالعدم تنظیمیں اسلحہ سمیت اسٹیج پر موجود تھیں اور علماء اہلسنت کو اسٹیج سے دور رکھنے کی ناکام کوشش کی جارہی تھی۔ بہر حال پیر محمد افضل قادری، مولانا محمد خالد حسن مجددی اور بعض دیگر علماء کارکنان کی جرأت و کوشش سے اہلسنت کا اسٹیج پر غلبہ ہو گیا اور شر پسند بد عقیدہ لوگ پسپائی پر مجبور ہو گئے اور شہید کا جنازہ پڑھانے کی سعادت ہی سنی بریلویوں کو حاصل ہوئی۔ اخباری پروپیگنڈا کرنے والوں کو منہ کی کھانی پڑی۔

﴿فالحمد للہ علی ذالک﴾

ممتاز حسین قادری

کی سیرت کی چند جھلکیاں

از قلم: دلپذیر اعوان قادری

0333-5818450

برادر غازی ممتاز حسین قادری صاحب

تاریخ پیدائش محمد علی قادری:

29/9/2011

گستاخ رسول کو نیست و نابود کرنے کا درس:

﴿1﴾..... 29-09-2010 ٹھیک 4 بجے محمد علی مکارو، محمد علی زور سے مکارو، محمد علی ان گستاخوں کو بہت زور سے اور غصے

سے مارو جنہوں نے ہمارے نبی پاک، سرکارِ دو عالم ﷺ کے خاکے بنائیں ہیں اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں۔

﴿2﴾..... یہ محمد علی کی پیدائش کا پہلا دن تھا اور ابھی وہ نوزائیدہ بچہ صرف 6 گھنٹوں کا تھا کہ اس کا باپ اور میرا چھوٹا بھائی اور

امت مسلمہ کا آج کا ہیر و ناموس رسالت ﷺ کا محافظ و مجاہد اور بارگاہ رسالت کا منتخب غلام، غازی ممتاز حسین قادری اپنے نوزائیدہ بچے کے دائیں ہاتھ کو بائیں طرف اور بائیں ہاتھ کو دائیں طرف لہرا لہرا کر اسے درس دے رہا تھا کہ گستاخان رسول کو نیست و نابود کر دو، انہیں واصل جہنم کر دو۔

﴿3﴾..... میں تقریباً (دلپذیر) 60 فٹ دور داخلی دروازے پر کھڑا یہ عجیب و غریب ماجرا اور جنگ ہوتے ہوئے سن اور دیکھ رہا

تھا اور ورطہ حیرت میں پڑا ہوا تھا۔

﴿4﴾..... اور جب مکالہ راتے ہوئے 6 گھنٹے کے نوزائیدہ بچے محمد علی قادری ولد غازی ممتاز حسین قادری کے چہرے پر غصے کے آثار نظر آنے لگے تو غازی صاحب مسکرانے لگے اور پھر نوزائیدہ کے جوش کو دیکھ کر غازی صاحب کی آواز میں بھی شدت آتی چلی گئی اور بچے کے چہرے کے تاثرات بھی عجب رخ اختیار کرتے چلے گئے۔

﴿5﴾..... اور میں اس عجیب و غریب جنگ کو دیکھ کر کانپ کر رہ گیا میں نے کوشش کی کہ باپ بیٹے عاشق اور غلام کے پاس جاؤں..... مزید نزدیک ہو جاؤں لیکن میرے پاؤں منوں بھاری ہو چکے تھے۔ میں بامشکل سیڑھیاں چڑھ کر کمرے میں داخل ہوا اور پھر مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ اور پھر میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ محمد علی 24-25 سال کا ایک لمبا ترنگا، خوب رو، مضبوط اور چاک و چوبند جوان تیز تیز کبھی ادھر بھاگ رہا ہے اور کبھی ادھر بھاگ رہا ہے۔ جو بھی اسے روک کر پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے کیا ہوا۔ لیکن نہ تو وہ کسی کی سنتا ہے اور نہ ہی کوئی جواب دیتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں قریب جاتا ہوں اور بازو سے پکڑ کر یہی سوال دہراتا ہوں کہ جناب قادری صاحب کیا ماجرا ہے؟ اور پھر میری آنکھ کھل جاتی ہے اور میرے کان میں اذان کی آواز آتی ہے۔

﴿6﴾..... جو ممتاز حسین قادری اپنے نوزائیدہ محمد علی کو ہاتھوں میں اٹھائے اس کے کان میں دے رہے ہیں۔

غازی صاحب کی ولادت کی بزرگ نے بشارت دی

﴿7﴾..... ممتاز صاحب کی پیدائش سے تقریباً 2 سال قبل 1983ء میں والد محترم الحاج ملک محمد بشیر کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ کمرے کے جنوبی کونے میں باریش نورانی چہرے والے بزرگ نماز پڑھ رہے ہیں، والد صاحب بتاتے ہیں کہ میں حیران و پریشان ہو گیا کہ شدید سردی کی وجہ سے نہ صرف کمرے کا دروازہ بلکہ کھڑکی بھی بند کر کے سویا تھا تو یہ بزرگ کیسے اور کہاں سے اندر تشریف لے آئے؟ میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ان بزرگوں نے سلام پھیرا اور جائے ناز سے اٹھ کر خاموشی سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر جانے لگے، بیرونی دروازہ میرے بیڈ کے ساتھ تھا۔ دروازے سے باہر جانے سے پہلے بزرگ رکے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: کہ بشیر صاحب! جہاں ہم نے نماز پڑھی ہے وہاں ایک اللہ کا ولی اور عاشق رسول پیدا ہوگا۔ جو آپ کا نام پاکستان اور پوری دنیا میں روشن کرے گا۔ اور اس کی ایک لاکھ سے مشرق سے مغرب، شمال سے جنوب چار سو کفر کے ایوانوں میں زلزلہ طاری ہو جائے گا اور پاکستان کی نہ صرف نظریاتی سرحدیں بلکہ جغرافیائی سرحدوں کو بھی دوام حاصل ہو جائے گا یہ فرمایا اور رخصت ہو گئے۔ میں بستر سے اٹھا نماز تہجد کا وقت ہو چکا تھا میں نے وضو کیا اور وہاں ہی جہاں بزرگ نے نماز پڑھی تھی نماز پڑھنا شروع کر دی۔ کیونکہ جائے نماز وہاں مستقل بچھی رہتی تھی۔ اس دن صبح بہت جلدی نمودار ہوئی اور میں اس دن کافی ہشاش بشاش تھا۔

﴿8﴾..... کچھ دن تو یہ بات مجھے یاد رہی لیکن پھر میں بھول گیا اور اپنے کام کاج اور مزدوری میں مشغول ہو گیا۔ اور پھر 1985ء کے سال کے پہلے مہینے کے پہلے دن یعنی 01-01-1985 کی صبح ممتاز صاحب کی پیدائش ہوئی۔ اور عجب بات یہ تھی کہ ان کی جائے پیدائش اسی کمرے کا وہی جنوبی کونا تھا۔ جہاں نورانی صورت والے بزرگوں نے نماز پڑھی تھی اور جہاں ممتاز صاحب کی ولادت کا

ذکر کیا تھا۔ یہ بات یاد آتے ہی میں بہت خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گیا۔ اور بہت بہت زیادہ خوش ہو گیا۔

﴿9﴾..... لیکن عجب بات یہ تھی کہ ممتاز کارنگ وروپ میرے دوسرے بچوں سے مختلف تھا۔ یعنی کہ میرے دوسرے بچے صاف رنگت کے مالک تھے جب کہ ممتاز کارنگ دھبا ہوا سانولہ تھا۔ اور بال بھی گھنگریالے تھے۔ میں یہ تضاد دیکھ کر مزید حیرت میں ڈوب گیا۔ اور اس نوزائیدہ کو اللہ رب العزت اور پیارے نبی ﷺ کا تحفہ جانتے ہوئے خوب مٹھائی تقسیم کی اور ختم قرآن اور میلاد کی محفل کا انعقاد کیا۔

ممتاز نے گھریلو حالات بھی ممتاز کر دیے

﴿10﴾..... جوں جوں ممتاز صاحب بڑے ہوتے گئے گھر کے حالات بہتر ہوتے گئے۔ ممتاز صاحب کی پیدائش سے پہلے میرے تمام بچے بے روزگار تھے۔ گھر کا سارا خرچہ مجھ ناتواں کے کندھوں پر تھا۔ میں دیہاڑی دار مزدور تھا۔ سارا دن ریت سیمنٹ میں مزدوری کرتا اور 10 بچوں + ممتاز صاحب 11 بچوں کو خون پسینے کی کمائی ہوئی رزق حلال کی روٹی کھلاتا۔

ممتاز صاحب کی پیدائش کے بعد جب اچانک میرے دو بچوں کو محکمہ PTCL میں نوکری ملی تو میری خوشی دیدنی تھی ایک تو اکٹھے ہی دو بچوں کو روزگار اور وہ بھی ایک اچھے محکمہ PTCL میں جہاں تنخواہ بہت اچھی تھی۔

﴿11﴾..... میرے ناتواں جسم میں ایک نئی جان پڑ گئی۔ میں اور زیادہ محنت سے کام کرنے لگا۔ ایک ویران۔ تنگ دست گھرانے میں خوشیوں کے شادیاں بننے لگے۔ ایک دوسرے کو ہنستا ہوا دیکھ کر ہم خوب ہنسنے مسکرانے لگے۔

﴿12﴾..... اور پھر تقریباً دو سال کے وقفے سے دو اور بچوں کو بھی اکٹھے ہی روزگار میسر آ گیا اب گھر کے حالات بدلنے شروع ہو گئے۔

﴿13﴾..... پہلے سردیوں میں رات کو آٹے والی بوری اوڑھ کر سوتے تھے اب رزائی آگئی تھی۔ بچوں کو بھی سردیوں میں سردی سے بچانے کے لئے آٹے والی بوریاں سی کر اوپر کرنے کے لئے دی جاتی تھی لیکن اب رضائیاں آگئی تھیں۔ پہلے روٹی لکڑی جلا کر پکاتے تھے اب گیس لگوالی تھی۔ سوکھی روٹی کے بجائے اب بچوں کو کھٹی والے پراٹھے ملنے لگے تھے۔ نئے بستر اور کچھ نئے برتن بھی آئے تھے۔ چند کرسیاں اور میز بھی خرید لئے گئے تھے۔

گھر کی کچی دیواروں اور چھت جو کہ مٹی کی تھی انہیں پختہ کرنے کا بھی انتظام ہو گیا تھا۔ غرض یہ کہ وہ سارے خواب جو ایک غریب محنت کش اپنی اولاد کے متعلق سوچ سکتا ہے پورے ہونا شروع ہو گئے تھے۔

﴿14﴾..... میرے ان تمام خوابوں کو تعبیر دینے والا وہ کالا سانولہ میرا آخری بچہ..... ممتاز حسین قادری تھا۔ یہ بات شاید میرے علاوہ نہ کوئی جانتا تھا اور نہ ہی سمجھ سکتا تھا۔

تعلیم و تربیت

﴿15﴾..... دونوں بڑے بچوں سفیر اعوان اور دلپزیر اعوان کی شادی کے بعد ممتاز صاحب کو علاقہ کے ایک اچھے انگلش میڈیم سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ لیکن کیا خبر تھی کہ وہ دوسرے پاؤں تک عربی میڈیم ہے۔

﴿16﴾..... پہلی کلاسوں میں ممتاز صاحب خاموش طبع اپنے کام سے کام رکھنے والے بغیر کسی کی مدد کے سکول کے لئے تیار ہو جانا اپنا ہوم ورک بغیر کسی کی مدد کے کر لینا جیسے مشاغل میں تھے۔

﴿17﴾..... جب کلاس پنجم میں پہنچے تو نعتیں پڑھنا شروع کر دی۔ محافل میں جانا شروع کر دیا۔ جسم اور لباس کو صاف رکھنا شروع کر دیا۔ خاموشی مزید بڑھتی چلی گئی۔

﴿18﴾..... جب ششم میں پہنچے تو قد کاٹھ میں سب سے اوپر جا رہے تھے اور کچیم شجیم بھی تھے۔ اب سر پر عمامہ شریف باندھنا شروع کر دیا۔ ہر وقت مسکراتے رہتے۔ کسی بات کا برا نہ مناتے۔

دنیاۓ اہلسنت کی عظیم روحانی شخصیت کا مرید ہونا

﴿19﴾..... جب دہم میں پہنچے تو امیر دعوت اسلامی، جناب مولانا الیاس قادری عطاری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے در پر بیعت ہو گئے اور دوسروں کو بھی امیر دعوت اسلامی سے بیعت ہونے کی ترغیب دینا شروع کر دی۔ جس کی بدولت گھر اور باہر کے بہت سے لوگ امیر دعوت اسلامی کے بیعت ہو گئے۔

﴿20﴾..... اب وہ دور شروع ہوا کہ انگریزی پڑھائی سے دل اچاٹ ہو گیا۔ زیادہ تر محافل میں شرکت کرتے۔ پڑھائی میں کم توجہ دیتے یہاں تک ایک دن مجھ سے کہا کہ مجھے سکول کے بجائے مدرسہ میں داخل کروادیں۔ اور اگر ممکن ہو تو مجھے مدرسۃ المدینہ کراچی بھجوا دیں۔

﴿21﴾..... لیکن وقت کی نزاکت اور حالات کے پیش نظر میں نے انہیں تعلیم جاری رکھنے کا کہا۔ اور دوسرے دیگر بھائیوں نے بھی پڑھائی جاری رکھنے کا کہا۔ بمشکل راضی ہوئے اور پھر میٹرک کرنے کے بعد انہیں سویڈش ٹیکنیکل کالج سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں سول مینیکل میں داخل کروادیا گیا۔ پہلا سال تو کالج میں بہت اچھا رہا لیکن دوسرے سال سے شکایتیں آنے لگی کہ بچہ غیر حاضر رہتا ہے۔ جب پوچھا گیا تو پتہ چلا کہ ممتاز صاحب کالج کے بجائے محافل میں چلے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے پڑھائی کا نقصان ہو رہا ہے۔ ابھی یہ معاملات چل ہی رہے تھے کہ پنجاب پولیس میں بھرتی کاشیڈول جاری ہوا۔

پولیس میں بھرتی ہونا

﴿22﴾..... اس وقت ممتاز صاحب 18 سال اور تقریباً 2 ماہ کے ہی تھے کہ راولپنڈی پولیس میں بھرتی ہو گئے۔ بعد میں جب ممتاز صاحب ایک سال کی ٹریننگ کے لئے لاہور چلے گئے تو مجھے تنہائی اور جدائی کا شدید احساس ہوا میں دوسرے بچوں سے چھپ کر اور انہیں بتائے بغیر لاہور ممتاز صاحب سے ملنے چلا جاتا۔ اور پھر واپسی پر بیگم اور بچوں کو اس لئے نہ بتاتا کہ وہ ناراض ہوئے کہ اتنا خرچہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جبکہ ممتاز ایک ماہ کے بعد چھٹی پر آ ہی جاتا ہے۔

بہر حال میں نے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔ جب تک کہ ممتاز صاحب کی ایک سال کی ٹریننگ ختم نہ ہو گئی۔

﴿23﴾..... ٹریننگ سے واپسی پر ممتاز صاحب نے پولیس کے مختلف سٹیشن پر ڈیوٹی کی۔ ہر پولیس آفیسر انہیں بہت پسند کرتا

تھا۔ کیونکہ ایک تو یہ وقت کے بہت پابند تھے۔ دوسرا ہمیشہ وردی میں رہتے باادب اور انتہائی ملفسار تھے۔ چوتھا ڈیوٹی اور فرائض میں قطعاً کوئی کوتاہی یا چوری نہ کرتے تھے یہاں تک کہ نماز کے اوقات میں جو وقت خرچ ہو جاتا وہ الگ سے ڈیوٹی ادا کر کے اپنا وقت پورا کر دیتے تھے۔ پولیس کے ہر جوان اور آفیسر کی خواہش تھی کہ ممتاز صاحب اس کے ساتھ رہیں۔

﴿24﴾..... لیکن ممتاز صاحب کی خواہش کیا تھی اور وہ کس کے ساتھ رہنا چاہتے تھے یہ شاید کوئی نہیں جانتا۔ جہاں تک میرے علم

میں ہے ان کا حلقہ احباب بہت کم تھا۔

کمانڈو کورس کرنا

﴿25﴾..... 2006ء میں ممتاز صاحب ایلٹ کورس (کمانڈو کورس) کرنے لاہور چلے گئے۔ وہاں انہوں نے انتہائی امتیازی

صلاحیتوں کے ساتھ کمانڈو کورس مکمل کیا۔

﴿26﴾..... ایک بات جوان کے کمانڈو کورس کے دوران مشہور ہوئی کہ ممتاز صاحب نشانہ باز بہت اچھے تھے۔ یہاں تک کہ

چلتے ہوئے اور بھاگتے ہوئے بھی اور آنکھیں بند کر کے بھی صحیح نشانہ لگا سکتے تھے۔ اس خوبی کی بنیاد پر کمانڈو تربیت دینے والے اساتذہ ان کی بہت قدر کرتے تھے اور آج بھی گا ہے بگا ہے خیریت پوچھتے رہتے ہیں۔

﴿27﴾..... دوران تربیت کمانڈو کورس ایک واقعہ سناتا ہوں۔ کمانڈو کورس کے آخر میں ایک آخری امتحان ہوتا ہے۔ جس میں دو

کمانڈو کو فوری طور پر لڑایا جاتا ہے جس میں وہ ایک دوسرے کا بازو بھی توڑ سکتے ہیں اور سر بھی پھاڑ سکتے ہیں۔ ان دو کمانڈو کو اس وقت تک کمانڈو کورس میں پاس نہیں کیا جاتا جب تک کہ دونوں میں سے کسی ایک کا بازو نہ ٹوٹ جائے یا پھر لڑائی کے دوران سر نہ پھٹ جائے۔ یا پھر دونوں زخمی نہ ہو جائیں۔ بہر حال دونوں میں سے کوئی ایک بھی شدید زخمی ہو جائے تو دونوں کمانڈو کو یہ کہہ کر پاس کر دیا جاتا ہے کہ انہیں نے حقیقی لڑائی لڑی ہے۔ جب ان کا وقت آیا تو جس صبح ان کی لڑائی تھی اس رات کو دوسرا کمانڈو ان کے پاس آیا اور ممتاز صاحب سے کہا کہ ممتاز صاحب! مجھے تو ہڈی تڑوانے سے اور سر پھاڑ سے بہت ڈر لگ رہا ہے کیونکہ کچھ ماہ بعد میری شادی ہے اگر دوران لڑائی آپ نے میرا سر یا بازو توڑ دیا تو میں تو شادی کے قابل نہیں رہوں گا اس لئے اگر آپ مہربانی فرمائیں تو کل صبح کی لڑائی میں آپ مجھے وار کرنے کا موقع دیں میں آپ کا سر یا بازو توڑنے کے بجائے ناک توڑ دوں گا اور یوں ہم دونوں پاس بھی ہو جائیں گے اور آپ کو شدید ضرب بھی نہیں آئے گی اور میری شادی بھی ہو جائے گی۔

﴿28﴾..... ممتاز صاحب نے کہا کہ بھائی شادی تو میری بھی ہو رہی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ تم سے بھی پہلے ہو رہی ہے اس

لئے میرا ناک توڑنے کے بجائے اگر آپ مہربانی فرما کر اپنا ناک تڑوا لیں تو ذرہ نوازی ہوگی۔ (واقعی ممتاز صاحب کی شادی تیار تھی۔

دلپذیر اعوان)

﴿29﴾..... یہ سن کر وہ کمانڈو مایوس ہو کر واپس لوٹ گیا۔

﴿30﴾..... صبح اکھاڑے میں جب دونوں کمانڈو زکوچھوڑا گیا تو لڑائی تقریباً 45 منٹ جاری رہی لیکن دونوں کمانڈو ز میں سے

کوئی ایک بھی دوسرے کو کاری ضرب لگانے میں جب کامیاب نہ ہوا تو استاد نے انہیں 15 منٹ کے بعد مزید 15 منٹ دیئے اور کہا کہ اگر ان 15 منٹوں میں کوئی زلٹ نہ آیا تو پھر آپ دونوں کی لڑائی دوسرے کمانڈوز سے کرائی جائے گی۔

﴿31﴾..... یہ سن کر دوسرا کمانڈو کچھ گھبرا گیا اور ممتاز صاحب سے ایک بار پھر درخواست کی کہ ممتاز بھائی! مہربانی فرمائیں۔ مجھے موقع دیں۔ اگر میں معذور ہو گیا تو میری شادی بہت لیٹ ہو جائے گی پلیز۔ ممتاز صاحب نے کمانڈو کی بات مان لی۔ اور اسے کہا کہ میں 30 سیکنڈ تک اپنا دفاع نہیں کروں گا ضرب لگانی ہے لگا لو۔ لیکن اس کے بعد وقت نہیں دوں گا۔

﴿32﴾..... یہ سنتے ہی دوسرے کمانڈو نے ممتاز صاحب کو تشکر بھری نگاہوں سے دیکھا اور پھر ان کے چہرے پر وار کر کے ان کی ناک کی ہڈی توڑ دی۔

﴿33﴾..... استاد نے دونوں کمانڈو کو پاسنگ ٹیفلیٹ جاری کر دیا اور ممتاز صاحب کو سٹچر پر ڈال کر ہسپتال روانہ کر دیا گیا۔

﴿34﴾..... اگلے دن ممتاز صاحب شام کو ہسپتال سے واپس سینٹر میں آ گئے۔ ان کی ناک پر پلستر ہوا تھا لیکن!

﴿35﴾..... جب انہوں نے اپنے دوسرے کمانڈو دوست کو بتایا کہ ان کے ناک کی ہڈی محفوظ رہی ہے۔ ٹوٹی نہیں۔ تو وہ کمانڈو حیران ہو گیا۔ کہنے لگا نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کل ہڈی ٹوٹنے کی آواز آئی تھی جسے سن کر استاد نے چیک بھی کیا تھا اور دونوں کو پاس بھی کر دیا تھا۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کی ہڈی بھی نہ ٹوٹی ہو اور آواز ٹوٹنے کی بھی آئی ہو؟

﴿36﴾..... ممتاز صاحب نے اپنے کمانڈو دوست کو بتایا کہ جب میں ہسپتال پہنچا ڈاکٹر نے مجھے چیک کیا تو کہنے لگا کہ ممتاز صاحب مبارک ہو آپ کی ہڈی ناک میں ہوا ہونے کی وجہ سے ٹوٹنے سے بچ گئی۔

جب آپ پروار ہوا تھا اور ناک ٹوٹنے کی آواز آئی تھی تو وہ آواز ہڈی ٹوٹنے کی نہیں تھی بلکہ آپ کی ناک میں موجود ہوا کی آواز تھی۔ جس کی وجہ سے ناک پر جب چوٹ لگی تو ہوا بھی خارج ہوئی آواز بھی آئی۔ اور ناک بھی پچک گئی۔ جو ظاہری طور پر ایسا لگ رہا تھا کہ آپ کی ناک ٹوٹ گئی ہے اگر میں بھی وہاں ہوتا تو میرا بھی پہلا مشاہدہ یہی ہوتا۔ آپ کو مبارک ہو آپ دونوں کمانڈو بروقت اپنی اپنی شادی رچا سکتے ہیں۔

شادی کی تیاریاں شروع

﴿37﴾..... اور پھر کمانڈو کورس سے واپسی پر ہم نے غازی ممتاز صاحب کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے شروع کر دی۔ کیونکہ یہ ہمارے گھرانے کی آخری شادی تھی۔

﴿38﴾..... ہمارے رسم و رواج کے مطابق شادیاں بڑے دھوم دھام سے ہوا کرتی ہیں۔ یہی سوچ کر ہم سب گھر والوں نے ان کی شادی کی تیاریاں بڑی دھوم دھام سے شروع کر دی۔ مہندی پر دوستوں اور کزنوں کے اصرار پر پوٹھواری شعر و شاعری کا انعقاد کرنا ٹھہرا اور بارات بڑے دھوم دھام سے لے جانے کا پروگرام بنا۔ ولیمہ کا پروگرام بھی کسی بڑے ہوٹل میں کرنا ٹھہرا۔

شادی سادگی سے کی

﴿39﴾..... لیکن ہم گھر والوں سمیت سب رشتے داروں کے خواب چکنا چور ہو گئے جب غازی ممتاز صاحب نے شادی سے صرف ایک ہفتہ پہلے یہ اعلان کر دیا کہ شادی نہ صرف بہت سادگی سے ہوگی بلکہ انتہائی سادگی سے ہوگی اور مہندی پر کسی قسم کا کوئی ڈسکویا پوٹھو آری پروگرام نہیں ہوگا بلکہ میلا دشریف کی محفل ہوگی۔ اور ولیمہ دودگیوں سے زیادہ پر مشتمل نہیں ہونا چاہئے اور بارات بھی صرف زیادہ سے زیادہ 30 افراد پر مشتمل ہونی چاہئے اور لڑکی والوں سے بھی کہہ دیں گے وہ بھی ان تمام شرائط پر عمل کریں اور مجھے کسی قسم کے جہیز کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

اور نہ ہی زیور وغیرہ اور دیگر لوازمات پر رقم خرچ کی جائے اگر شادی 20 ہزار روپے میں ہو جائے تو بہت بہتر ہے اگر مجبوری ہو تو مزید 10 ہزار خرچ کیا جائے زیادہ نہیں۔

﴿40﴾..... اور پھر ان کی خواہش کے مطابق ہی شادی سرانجام پائی علاقہ کی جامع مسجد کے خطیب و امام مولانا محمد اشرف صاحب اور عاشقان مصطفیٰ نے مہندی والے دن بڑی شاندار محفل میلاد کا انعقاد کیا جس کی ویڈیو موجود ہے۔

﴿41﴾..... شادی کے بعد جب ایک دن میں نے غازی ممتاز صاحب سے پوچھا کہ ممتاز صاحب میں نے (دلپذیر اعوان) نے تو آپ کی شادی بڑی دھوم دھام سے کرنے کے لئے اچھے خاصے پیسے بچا کر رکھے ہوئے تھے آپ نے تو ایک بھی نہیں خرچ کرنے دیا۔ تو غازی ممتاز صاحب بولے: دلپذیر بھائی! یاد کریں آپ نے آج سے کئی سال پہلے 1992ء میں جب شادی کی تھی تو صرف 3000 روپے میں شادی کر لی تھی۔ اس وقت آپ نے بھی کوئی دھوم دھام نہ کیا تھا اور نہ ہی کسی قسم کی فضول رسومات کی تھی۔ اور نہ ہی مہندی وغیرہ اور بارات پر ڈھول باجے کا انتظام کیا تھا۔

آج اگر میں نے آپ کے عمل کو دہرایا ہے تو کیا یہ اچھا نہیں ہے؟ یہ سن کر میں چپ چاپ ہو گیا کیونکہ جب 1992ء میں میں نے شادی کی تھی تو میرے بھی خیالات کچھ اسی طرح کے تھے جو آج 2002ء میں غازی ممتاز صاحب کے تھے۔

﴿42﴾..... ممتاز صاحب پہلے ہی خاموش طبع تھے لیکن شادی کے بعد مزید خاموش طبع ہوتے چلے گئے پہلے ہی وقت پر گھر آ جاتے تھے شادی کے بعد بروقت گھر آ جاتے۔ ہماری آنے والی بھابھی سمیرا ممتاز عطار یہ نہایت خوش اخلاق نیک سیرت ہر وقت مسکراتے رہنا اور بڑوں چھوٹوں کا بہت ادب و احترام کرنے والی تھی۔ غازی ممتاز صاحب سے شادی کے بعد وہ بہت خوش و خرم نظر آتی تھیں۔ وہ بھی بہت کم گواہ ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں ٹی وی پر مدنی چینل کے علاوہ کبھی کوئی اور پروگرام دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ گھر کو صاف ستھرا رکھتی اور ہمارے والدین کی خوب محنت و احترام سے خدمت کرتی۔ سمیرا بھابھی بہت باہمت اور بہادر خاتون ہیں۔

غازی صاحب کے گھر بیٹے کی ولادت:

﴿43﴾..... شادی کے تقریباً 2 سال بعد جب غازی ممتاز صاحب کے گھر 29-10-2010ء کو محمد علی قادری کی ولادت ہوئی تو دونوں میاں بیوی کی خوشیاں دیدنی تھیں۔ غازی ممتاز صاحب تمام رشتوں داروں تک مٹھائی پہنچائی اور اس کے علاوہ محلے کا بھی کوئی گھر

نہ چھوڑا جہاں محمد علی کی پیدائش کی خوشی میں مٹھائی نہ پہنچائی ہو۔

﴿44﴾..... گستاخ رسول کی وجہ سے غازی صاحب کا اداس رہنا

جب گورنر سلمان تاثیر نے اپنی فیملی سمیت کورٹ لکھپت جیل میں جا کر ملعونہ عاصیہ کی سزا معاف کرنے کا اعلان کیا تو یہ واقعہ تمام غلامان رسول کی طرح ممتاز حسین قادری کے لئے بھی کسی بہت بڑے سانحہ سے کم نہ تھا ان کا کہنا تھا کہ حکمران اگر پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اقدامات نہیں کر سکتے تو کم از کم غلامان رسول کو اذیت دینے کے لئے گستاخان رسول کو آشیر باد تو نہ دیں۔

تحفظ ناموس رسالت کے پرچم تلے کراچی سے شروع ہونے والا لاکھوں غلامان مصطفیٰ کا شدید احتجاج جب لاہور سے پشاور پہنچا تو غازی صاحب قدرے کچھ مطمئن نظر آئے لیکن جب علماء کرام اور عشاقان رسول کو گرفتار کیا جانے لگا اور ان پر تشدد کیا جانے لگا تو ایک بار پھر غازی صاحب شدید پریشان نظر آنے لگے علماء کرام اور غلامان رسول کی گرفتاری اور تشدد کے واقعات نے غازی صاحب کو بہت مایوس اور افسردہ کر کے رکھ دیا۔

اس کے بعد ممتاز صاحب نے گھر بار والوں سے ملنا کچھ کم کر دیا اکثر شام کو دیر سے گھر آتے حالانکہ وہ ڈیوٹی کرنے کے بعد سیدھے گھر ہی چلے آتے تھے۔ جب میں نے ممتاز صاحب کے دیر سے گھر آنے کے وجوہات پوچھی تو مسکرا کر ٹال دیتے۔

﴿45﴾..... میرے بار بار اصرار پر ایک بار صرف اتنا بتایا کہ دلپذیر بھائی! ایک بہت بڑا آدمی تو ہیں رسالت کر رہا ہے۔ علماء حضرات فتوے دے رہے ہیں۔ غلامان مصطفیٰ بے چین اور سخت اذیت میں مبتلا ہیں۔ ریلیاں جلسے جلوس ہو رہے ہیں۔ میں سخت تکلیف میں مبتلا ہوں۔ مجھ سے کچھ کھایا پیا نہیں جا رہا۔ گھر بار اور دوستوں میں دل نہیں لگ رہا۔ محمد علی پر بھی توجہ نہیں دے پارہا ہوں اسے یرقان ہو گیا ہے۔ آپ اسے کل ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ مجھ میں ہمت نہیں کہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں۔

﴿46﴾..... میں نے محسوس کیا غازی ممتاز صاحب شدید اذیت سے اپنے دانت پیس رہے تھے اور غم و فکر اور پریشانی سے شدید نڈھال لگتے تھے۔

﴿47﴾..... محمد علی آنے والے دنوں میں شدید بیمار ہو گیا۔ لیکن ممتاز صاحب اپنے اکلوتے بیٹے پر توجہ دینے کی بجائے کسی اور ہی غم میں مبتلا ہو گئے تھے۔ لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ سلیمان تاثیر گستاخ کی وجہ سے پریشان ہیں۔

﴿48﴾..... میں نے 10-15 دن مسلسل ڈاکٹر کو چیک کروائے اور دوائیاں دلوانے کے بعد محمد علی کو کچھ بہتر پایا تو ممتاز صاحب سے کہا کہ محمد علی تو کچھ بہتر ہو گیا ہے اس کا یرقان ختم ہو گیا ہے۔ لیکن سمیرا ممتاز بیمار ہو گئی ہے مہربانی فرمائیں اس پر توجہ دیں۔ لیکن ممتاز صاحب نے میری بات سنی ان سنی کر دی۔ گھریلو معاملات سے غازی ممتاز صاحب کی مسلسل بے توجہی کی وجہ سے میں ان سے ناراض ہو گیا۔

﴿49﴾..... 28-12-2010ء سے 30-12-2010ء تک میں ان سے ناراض رہا میں نے ان سے کوئی بات چیت نہیں

کی اور نہ ہی ان کے کمرے میں گیا۔

﴿50﴾.....30-12-2010ء کو صبح تقریباً 10 بجے غازی ممتاز صاحب نے اپنا موٹر سائیکل 125 ہونڈا نمبر 8408 پر

جب گھر سے باہر نکلے تو انہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں یہ سوچ کر کے چھوٹے ہیں۔ پریشان ہیں۔ اور پھر آج ناراضگی کو 3 دن ہونے والے ہیں چلو بات کر کے دیکھتے ہیں۔

میں نے سلام کیا، جواب دیا۔ میں نے کہا آپ سے ایک کام ہے، بولے حکم؟ میں نے کہا میری دکان کا کچھ سامان لانا ہے لا دیں گے؟ بولے جی ہاں۔ جب سامان لے آئیں تو میں نے کہا۔ ایک کام اور ہے کرائیں گے؟ بولے جی ہاں۔ جب وہ کام بھی کر آئے، تو میں نے کہا یہ بجلی وغیرہ کے بل ہیں جمع کرائیں گے۔ تھوڑی دیر سوچا پھر بولے دے کر آتا ہوں۔ میں جان بوجھ کر تنگ کر رہا تھا لیکن اس اللہ کے ولی کے ماتھے پر ایک سلوٹ بھی نہ آئی۔ جب تیسری بار واپس آئے تو میں نے کہا آپ کے کپڑے بہت گندے ہو گئے ہیں اور آپ نے کہیں جانا بھی ہے تبدیل کر لیں۔

﴿51﴾..... بولیں نہیں دلپذیر بھائی۔ ٹھیک ہیں۔ میں ایک ضروری کام کے لئے جانا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو؟

﴿52﴾..... بعد میں پتہ چلا کہ وہ مختلف پولیس آفیسر اور وکلاء حضرات سے یہ پوچھنے کے لئے گئے تھے کہ گورنر کے خلاف کوئی

ایف۔ آئی۔ آر کیوں نہیں درج کر رہا؟ میرے علم کے مطابق غازی صاحب چند علماء اور مفتیان کرام سے بھی رابطہ کیا تھا کہ گستاخ رسول کی سزا کیا ہے؟

جب پتہ چلا کہ صدر پاکستان اور گورنر کے خلاف قانون کے مطابق کسی بھی کیس کی رپورٹ درج نہیں ہوتی تو سخت مایوس اور پریشان ہو گئے تھے۔ بولے یہ کیسا قانون ہے کہ اگر حضرت عمر فاروق اعظمؓ فرات کے کنارے مرنے والے کتے کی موت کو بھی اپنی شکو تا ہی گردانے اور یہ حکمران اگر سرکارِ دو عالم ﷺ کی شان میں بھی گستاخی کریں تو ان کے خلاف کوئی رپورٹ درج نہیں کی جاتی۔ اس دوران غازی صاحب نے اپنی جسمانی اور ظاہری حالت بہت خراب کر لی تھی۔ لباس پر توجہ نہیں، کھانے پینے کا ہوش نہیں، رات بھر جاگتے رہتے، ایک ماہ کے بیٹے کی کوئی خبر نہیں، بیمار بیوی پر کوئی توجہ نہیں، ہر وقت افراتفری بے چینی کا شکار نظر آتے۔ انتہائی بے چین اور مضطرب نظر آتے جیسے کوئی باؤلا ہو گیا ہو جیسے کچھ کھو گیا ہو، جیسے سب کچھ چھن گیا ہو، جیسے کوئی لٹ گیا ہو، میں بتا نہیں سکتا بیان نہیں کر سکتا کہ غازی ممتاز صاحب کی حالت دیکھ کر میں خود کس قدر پریشان ہو گیا کہ رات بھر میں بھی چین سے نہ سو سکتا تھا کیونکہ نہ کچھ بتاتے تھے۔ اور نہ کچھ نظر آتا تھا کہ ماجرا کیا ہے؟

﴿53﴾.....31-12-2010ء کو جب صبح تقریباً 10 بجے میری ان پر نظر پڑی تو میں حیران و پریشان ہو گیا۔ میں نے بار بار

اپنی آنکھیں ملی لیکن پھر بھی یقین نہ آیا کہ یہ غازی ممتاز صاحب ہی ہیں۔ کیونکہ 31-12-2010ء کی صبح کو وہ بہت ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے۔ سر کے بال کاٹے اور بنے ہوئے تھے۔ داڑھی شریف کا خط بڑے خوبصورت انداز میں ہوا تھا۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں سرمہ ڈالا ہوا تھا۔ سر پر نیا عمامہ سجایا ہوا تھا۔ غرض کہ بہت ہی خوبصورت مسکراہٹ چہرے پر سجائے چاق و چوبند اور کمانڈو نظر آ رہے تھے۔ جی ہاں چاک و چوبند کمانڈو۔

﴿54﴾..... جب میں نے روک کر وجہ پوچھی تو پتہ چلا کہ گھر کے ساتھ ملحقہ پلاٹ میں ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے آج شام ایک کانفرنس کا اہتمام ہے اور کانفرنس کے شرکاء کے حوالے سے اور پروگرام کے حوالے سے غازی ممتاز صاحب کو زیادہ ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ بہت خوش اور مسرور نظر آرہے تھے۔

﴿55﴾..... ہمارے علاقے بلکہ شہر اور لپنڈی کے اکثر میلا مبارک کے پروگراموں میں غازی ممتاز صاحب کو مدعو کیا جاتا تھا کیونکہ بہت اچھے نعت خواں اور انتہائی ملنسار اور ذمہ دار سمجھے جاتے تھے۔

انعام پانے کی تیاریاں شروع

﴿56﴾..... 31-12-2010 شام 4 بجے کے قریب میں دروازے کے قریب کھڑا تھا کہ دور سے غازی ممتاز صاحب آتے نظر آئے وہ بہت تیز تیز چلتے آرہے تھے۔ میرے قریب پہنچے تو میں نے پوچھا کہ ممتاز صاحب! سنائیں انتظامات ہو رہے ہیں؟ بولے جی ہاں دلپذیر بھائی میں دودھ لینے گیا ہوا تھا کیونکہ مقررین کے لئے دودھ تیار کر کے رکھنا ہے وہ تقریر کے دوران دودھ نوش فرمانا پسند کرتے ہیں اور یہ سعادت میں حاصل کرنا چاہتا ہوں یہ دودھ سمیرا کو دینے جا رہا ہوں کہ بعد نماز عشاء تیار چاہئے۔ یہ فرما کر غازی ممتاز صاحب گھر کے اندر تشریف لے گئے اور میں دروازے پر کھڑا ان کے نصیبوں پر رشک کرنے لگا کہ علماء حضرات سے محبت، عقیدت، اور خدمت یہ سب نصیب والوں کو ہی حاصل ہوتی ہے۔

﴿57﴾..... میں نماز مغرب کے بعد ایک بار پھر غازی ممتاز صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں ایک بار پھر حیران رہ گیا ممتاز صاحب نے آج کے پروگرام کے حوالے سے جو لباس زیب تن کیا تھا۔ اس سے پہلے اتنے خوبصورت لباس میں میں نے انہیں کبھی نہ دیکھا تھا۔ غازی ممتاز صاحب نے صاف ستھرے سفید نئے کپڑے پہن رکھے تھے۔ سر پر خوبصورت کالا عمامہ شریف تھا۔ اور اہم بات یہ کہ لباس کے اوپر کالا تلے والا گون پہن رکھا تھا جو اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہ پہنا تھا۔ جوان پر بہت زیادہ سچ رہا تھا۔

﴿58﴾..... میں ان کا رنگ و روپ دیکھ کر رشک کر رہا تھا۔ خاص طور پر زندگی میں اس سے پہلے ممتاز صاحب نے کبھی گون نہیں پہنا تھا۔ لمبے قد، چوڑے سینے کی وجہ سے سفید کپڑوں پر کالا گون۔ گولڈن تلے کے کام کے ساتھ ان پر خوب سچ رہا تھا۔

﴿59﴾..... اور سب سے عجب بات اس دن یعنی کہ 31-12-2010 کو ان کے چہرہ کا رنگ و روپ تھا۔ چہرے ملائم، دھلا دھلا سا، گرد و غبار سے پاک و شفاف، معصوم سا، ایسا روپ تھا کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ بس جی یہ چاہتا تھا کہ جس طرح انسان بے اختیار کسی چھوٹے پیارے، معصوم بچے کو دیکھ کر چوم لیتا ہے ان کو دیکھ کر بھی جی چاہ رہا تھا کہ ان کی چہرے کی طرف دیکھتا ہی رہوں یا پھر چومتا ہی رہوں۔ اور پھر اس بات کی تصدیق انٹرنیٹ پر ان کی نعت رسول مقبول پڑھتے ہوئے دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے اس شام یعنی کہ 31-12-2010 کو ناموس رسالت کانفرنس کے پروگرام میں انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھی۔

﴿60﴾..... جو لوگ میرے ان خیالات کو پرکھنا اور جانچنا چاہتے ہیں خدا را! وہ انٹرنیٹ پر شباب اسلامی کی تحت ہونے والی ناموس رسالت کانفرنس کی ویڈیو میں ممتاز صاحب کو نعت رسول ﷺ پڑھتے ہوئے دیکھیں۔ کہ اس عاشق رسول کا چہرہ کیسا بھلا لگ رہا

ہے۔

﴿61﴾..... 31-12-2010 کو بعد از نماز عشاء جب پروگرام شروع ہوا تو سب سے پہلے نعت رسول مقبول ﷺ کے لئے

غازی ممتاز صاحب کو ہی دعوت دی گئی۔ اور پھر جب وہ صادق عاشق رسول، سٹیج پر نمودار ہوا تو میں ایک بار پھر چکرا گیا۔ کیونکہ میں نے محسوس کیا کہ نہ صرف چہرے کا رنگ و روپ بلکہ چال اور ڈھال اور اٹھنے اور بیٹھنے کے انداز میں بھی کچھ عجیب سماں تھا ایسے جیسے پھولوں پر کوئی تلی اڑتی پھرتی ہو۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ حسن کہاں سے اور کیوں کر آیا۔

﴿62﴾..... لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ اوپر آسمانوں پر ممتاز کی تقدیر میں کیا کچھ لکھا جا چکا ہے اور نہ صرف غازی ممتاز صاحب کی تقدیر میں بلکہ تمام عاشقانِ مصطفیٰ کی تقدیر میں ممتاز لکھا جا رہا تھا۔

﴿63﴾..... میں سمجھتا ہوں کہ آسمانوں پر کئے گئے ایک ممتاز فیصلے کے آثار اور اثرات کا نزول ان پر ہو رہا تھا۔ جس سے ہم سب سمیت خود ممتاز صاحب بھی بے خبر تھے۔

﴿64﴾..... میں یہاں ایک اہم واقعہ درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں: سلیمان قتل کے کوئی 10 دن بعد میں اپنے گھر کے باہر کھڑا تھا کہ ایک باپردہ خاتون جن کی عمر تقریباً 50 سال کے قریب ہوگی میرے پاس آئی۔ اور مجھ سے بولی بیٹا!

آپ قادری کے کیا لگتے ہیں میں نے کہا جی ماں جی میں ان کا بھائی ہوں۔ خاتون بولی بیٹا میں آپ سے کوئی بات کرنا چاہتی ہوں آپ میرے ساتھ میرے گھر تک جاسکتے ہیں؟

میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ انہوں نے مجھ سے کہا بیٹا! میں نے تقریباً ایک ماہ پہلے خواب دیکھا کیا دیکھتی ہوں کہ میں حاجی چوک کے پاس کھڑی ہوں۔ (یہ چوک ہمارے گھر سے تقریباً 10 فرلانگ دور ہوگا) تو آسمان سے چار بڑی فوجی ٹائپ کی گاڑیاں اترتی ہیں اور مشرق مغرب شمال جنوب کی سمت میں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ان میں کچھ فوجی لوگ بیٹھے ہوتے ہیں۔ پھر کیا دیکھتی ہوں کہ ایک اور بڑی گاڑی جو بہت بڑی اور خوبصورت ہوتی ہے آسمان سے اترتی ہے اور ان چاروں گاڑیوں کے درمیان میں کھڑی ہو جاتی ہے میں پوچھتی ہوں کہ یہ کون لوگ ہیں جو آسمان سے آرہے ہیں تو مجھے ایک شخص بتاتا ہے کہ ماں جی آپ کو پتہ نہیں۔ یہ درمیان والی گاڑی نبی کریم، رؤف الرحیم ﷺ کی ہے اور باقی کی چار گاڑیاں خادموں کی ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کہ پھر مجھے سرکارِ دو عالم ﷺ کو دیکھنے دو۔ لیکن وہ آدمی مجھے روک دیتا ہے اور کہتا ہے ماں جی! آپ کو پتہ نہیں نبی پاک ﷺ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں۔ میں پوچھتی ہوں بیٹا! بتاؤ نا تو وہ شخص کہتا ہے

کہ ماں جی! یہاں ایک بہت بڑا واقعہ ہونے والا ہے اس لئے نبی پاک ﷺ تشریف لائے ہیں۔ اور اس شخص کے ہاتھ کا اشارہ بیٹا آپ کے گھر کی طرف ہی ہوتا ہے۔ اس وقت تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا لیکن جب

گستاخ رسول کو واصل جہنم کر دیا

04-01-2011 کو جب شام 04:11 چار بج کر گیارہ منٹ پر ٹی وی پر خبر چلی کہ ممتاز قادری نامی عاشق رسول ﷺ نے

گستاخ رسول سلیمان تاثیر کو قتل کر دیا۔ تو میں سمجھ گئی کہ نبی پاک ﷺ نے جس بڑے واقعہ کا ذکر کیا تھا ہونہ ہو یہی واقعہ تھا۔

﴿65﴾..... اسی خاتون محترمہ فضہ بی بی نے جو کہ سلطان العارفين، سلطان حق باہو علیہ الرحمہ کے نسب سے تھیں۔ مجھے ایک اور

خواب بھی سنایا کہ

بیٹا! میں آنکھوں سے معذور ہو چکی تھی۔ میری بینائی ختم ہو چکی تھی میں روز دعائیں کرتی، اے اللہ! اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے مجھ پر رحم فرما اور مجھے اتنی بینائی عطا فرما کہ میں اکیلی اور بوڑھی عورت اپنے لئے کھانا وغیرہ بنا سکوں یا بازار سے ضروری چیزیں لا سکوں۔ (نوٹ اس خاتون محترمہ فضہ بی بی کے خاوند فوت ہو چکے تھے اور ایک ہی بیٹا تھا جو اپنی اہلیہ کے ساتھ الگ ان سے تقریباً 50 کلو میٹر دور رہتا تھا)

بیٹا! ممتاز قادری کے واقعہ سے کچھ عرصہ پہلے میں ایک رات خواب میں دیکھتی ہوں کہ نبی پاک ﷺ تشریف لاتے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں کہ فضہ کیا مسئلہ ہے میں عرض کرتی ہوں یا رسول اللہ ﷺ! میری بینائی ختم ہو گئی ہے میں تلاوت قرآن کریم نہیں کر سکتی۔ نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں برف کے دو ٹکڑے آتے ہیں اور نبی پاک ﷺ کے ہاتھوں میں گر جاتے ہیں نبی کریم ﷺ برف کے یہ سفید ٹکڑے مجھے عنایت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں فضہ بی بی انہیں اپنی آنکھوں پر رکھو۔ میں اپنی آنکھوں پر رکھ لیتی ہوں صبح جب میری آنکھ کھلی تو میں فرحت و خوشی سے دیوانی ہو گئی کیونکہ مجھے بہت صاف نظر آ رہا تھا۔ میں اس خوشی میں دیوانی ہو رہی تھی کہ اچانک تقریباً 3 گھنٹوں کے بعد میری نظر پھر واپس چلی گئی۔

میں پریشانی کی حالت میں بازار نکل پڑی کے کچھ سودا صرف لے کر آؤں کہ میں ایک گاڑی سے ٹکرا جاتی ہوں۔ ڈرائیور جو کہ عورت ہوتی ہے مجھے غصے سے کہتی ہے مائی کیا اندھی ہو اتنی بڑی گاڑی تمہیں نظر نہیں آرہی۔ میں نے جواب دیا بیٹی میں تو واقعی اندھی ہوں یہ سن کر وہ لڑکی گاڑی سے نیچے اتر آتی ہے اور مجھے گھر تک چھوڑ جاتی ہے راستہ میں وہ بتاتی ہے کہ ماں جی! میں آنکھوں کی ڈاکٹر ہوں بہت جلد آپ کا مفت آپریشن کروں گی۔

کچھ دنوں بعد وہ میرے گھر آتی ہے اور مجھے ایک آنکھوں کے بڑے ہسپتال لیجاتی ہے لیکن بڑے ڈاکٹر میرا معائنہ کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ مائی شوگر اور ہارٹ کی مریض ہے اگر آپریشن کیا تو مر جائے گی۔ وہ لیڈی ڈاکٹر مجھے ایک اور ہسپتال لے جاتی ہے وہاں کے ڈاکٹر بھی یہی کہتے ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر بہت اصرار کرتی ہے لیکن آنکھوں کا بڑا ڈاکٹر آپریشن سے انکار کر دیتا ہے۔

جب مجھے پتا چلتا ہے کہ ڈاکٹر آپریشن سے انکاری ہیں تو میں اس لیڈی ڈاکٹر سے کہتی ہوں کہ مجھے بڑے ڈاکٹر سے ملواؤ۔ میں خود بات کروں گی۔ میں بڑے ڈاکٹر کو اپنا رات کا خواب اور آنکھوں کی بینائی کے واپس لوٹ آنے کا ماجرا سناتی ہوں ڈاکٹر خواب کے متعلق حلفاً تین بار اقرار لیتا ہے، میں اقرار کرتی ہوں۔

ڈاکٹر آپریشن پر راضی ہو جاتا ہے آپریشن کے بعد جب میری پٹی کھولی تو خدا گواہ ہے کہ میری بینائی ایک بار پھر لوٹ آتی ہے۔ آج بھی میں تلاوت قرآن کریم کرتے ہوئے اللہ رب العزت اور اس کے پیارے حبیب نبی کریم ﷺ کا لاکھ شکر ادا کرتی ہوں۔

مائی فضہ کا تیسرا خواب، جو بہت اہم ہے

بیٹا 04-01-2011 کے واقعہ سے کوئی 6 ماہ پہلے میں دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ میرے گھر تشریف لاتے ہیں اور آپ ﷺ فرماتے ہیں فضہ چلو میرے ساتھ میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ ایک کھلے میدان میں پہنچ جاتی ہوں آپ ﷺ فرماتے ہیں وہ سامنے جو اونچا پہاڑ ہے اس پر جو شخص کھڑا ہے وہ ہمیں بہت اذیت دیتا ہے گستاخی کرتا ہے۔ ہم اپنے دوست کو بلارہے ہیں وہ اس گستاخ کو مار دے گا۔

اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں آپ ﷺ ان کے ہاتھ میں تلوار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر اس پہاڑ کو کاٹ دو تا کہ یہ گستاخ نیچے گر کر مر جائے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ تلوار سے اس پہاڑ کو کاٹتے ہیں اور وہ گستاخ منہ کے بل گر کر مر جاتا ہے۔ میری آنکھ کھل جاتی ہے مائی فضہ فرماتی ہیں کہ بیٹا! جب 04-01-2011 کوئی۔ وی پر میں نے قادری بیٹے کی تصویر دیکھی تو قادری بیٹے کی تصویر اور شکل اور نبی پاک ﷺ کے دوست ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شکل میں کچھ فرق نہیں تھا۔ میں روز چھت پر چڑھ کر دائیں بائیں لگی ہوئی قادری بیٹے کی تصویریں دیکھتی ہوں لیکن آپ ﷺ کے دوست اور اس قادری بیٹے کی تصویر اور شکل میں ذرا بھر بھی فرق نہیں۔ یہ خواب سن کر میری ٹانگیں کانپنا شروع ہو گئی۔ جسم سے جان نکلتی محسوس ہوئی اور میں اور میرا دوست شیخ عبدالستار جو کہ تقریباً 50 سال کے ہیں اور زندہ و جاوید حیات موجود ہیں ان کا موبائل نمبر درج کرتا ہوں 0302-8033022 دھڑام سے زمین پر گر جاتے ہیں۔

مائی فضہ نے یہ تینوں خواب ہمیں ایک ہی وقت میں سنائے ہیں۔ جب ہمارے حواس ٹھیک ہوتے ہیں تو ہم لڑکھڑاتے ہوئے ایک دوسرے کا سہارا لیتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے ہیں اور پھر گھر پہنچ کر مجھے تو اگلے دن تک کوئی ہوش نہ رہا۔

کراچی کے بزرگ کا خواب:

3/1/2011 نماز عصر کے بعد بزرگ رور و کر اللہ سے دعا کرتے ہیں یا اللہ! ہمارے گناہوں کو، کوتاہیوں کو کمزوریوں کو معاف فرما اے اللہ! گستاخان رسول کے خلاف سے ہماری دست غیب سے مدد فرما بزرگوں کا کہنا ہے کہ رات جب میں سویا تو دیکھتا ہوں کہ پیران پیر حضور غوث الاعظم دستگیر اڑتے ہوئے آ رہے ہیں اور ان کے کندھوں پر ایک بچہ سوار ہے جیسے جیسے پیران پیر قریب آتے جا رہے ہیں بچہ بڑا ہوتا جا رہا ہے یہاں تک کہ غوث اعظم میرے قریب سے اڑتے ہوئے جب گزرتے تو میں نے کندھوں پر بیٹھے ہوئے نوجوان کو بغور دیکھا جب صبح میری آنکھ کھلی تو ایسے عجیب و غریب خواب کے متعلق سوچتا رہا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا ۴ جنوری ۲۰۱۱ء نماز عصر کے وقت میں مصلیٰ پر بیٹھا اور اللہ عز و جل سے گستاخ رسول کے خلاف مدد کے لئے التجائیں کر رہا تھا کہ اچانک گھر میں شور بلند ہوا میں نے جب وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ ممتاز قادری نامی نوجوان نے گستاخ رسول کو قتل کر دیا میں ناقابل بیان حیرت و خوشی سے سرشار جب ٹی وی روم میں پہنچا تو ٹی وی پر نظر پڑتے ہی میں چکرا کر زمین پر گر گیا کیونکہ ٹی وی پر جسے قاتل کہا جا رہا تھا اسے تو میں نے رات غوث پاک کے کندھوں پر سوار دیکھا تھا یہ خواب بزرگوں نے اپنے ایک لاہور ہائیکورٹ کے ریٹائرڈ جج کو سنایا اور انہوں نے اپنے دوست ایک حاضر سروس کرنل صاحب کو اور ان کرنل صاحب نے کراچی کے ہی اپنے ایک دوست محمد حنیف میمن صاحب کو سنایا اور وہی میمن صاحب مجھے (دلپذیر اعوان) کو ایک دن

اڈیالہ جیل کے باہر پیشی پر ملے اور رو کر تمام واقعہ بیان کیا اور مجھ سے درخواست کی کہ میں غازی صاحب کے تمام اہل خانہ کی اپنے گھر دعوت کرنا چاہتا ہوں خدارا! میری دعوت قبول فرمائیں اور پھر میں نے اپنے والد صاحب کی رضامندی سے محمد حنیف میمن صاحب کی دعوت قبول کر لی حنیف میمن صاحب راولپنڈی شہر میں موجود ہیں اور اس تحریر کے وقت بھی وہ میرے پاس موجود ہیں ان کے بیٹے کا نام راشد میمن ہے جو کہ سارے واقعے کے گواہ ہیں۔

سجاد بھائی! اب مختصر کرتا ہوں اور صرف مورخہ 04-01-2011 کا ذکر کر کے بند کرتا ہوں۔ بہت سے واقعات اور معاملات ہیں لیکن معذرت چاہتا ہوں۔ بچوں کے Exams امتحانات شروع ہو گئے ہیں۔ اور کئی دوسرے معاملات ہیں وکلاء اور علماء حضرات سے ملاقاتیں بھی کرنی ہوتی ہے۔ اختصار پر معذرت خواہ ہوں۔

کھانا پینا چھوڑ دیا

04-01-2011 بوقت صبح 08:00 بجے میں اپنے گھر کے صدر دروازے پر کھڑا تھا کہ غازی ممتاز صاحب گھر سے باہر نکلے۔ وہ بہت تیزی میں تھے۔ موٹر سائیکل باہر گلی میں کھڑا کیا اور پھر تیزی سے گھر اندر داخل ہو گئے کمانڈ و وردی پہنے ہوئے تھے۔ چہرہ سفید۔ رنگت سرخ ہو رہی تھی (گذشتہ 3 دن سے ان کے کھانے پینے کی روٹین بھی تقریباً ختم ہو گئی) تھی لیکن اس کے باوجود آج بھی کہ 04-01-2011 کو وہ انتہائی چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔ چال میں کمانڈوز والی تیزی اور حرکت تھی۔ جسم کا ایک ایک اعضاء شدید مضطرب و حرکت کرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ پاؤں بہت زور سے زمین پر رکھ کر چل رہے تھے۔ بازو کھلے اور حرکت کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ (جبکہ میرا خیال تھا کہ وہ 31-12-2010 سے کچھ نہ کھانے پینے اور خاموش رہنے کی وجہ سے لاغر نظر آنے چاہئے تھے۔) ایسا لگ رہا تھا۔ کہ ان کے اعضاء ان کی مرضی سے حرکت نہیں کر رہے۔ کوئی اور انہیں چلا رہا ہے کوئی اور انہیں اڑا رہا ہے۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر میں خاموش نہ رہ سکا۔ اور جب وہ واپس گھر سے باہر نکلے تو میں نے روک لیا۔ اور پوچھا کہ ممتاز صاحب خیریت ہے آج بہت جلدی میں ہیں؟ کیا کوئی VIP کال آگئی ہے بولے ہاں دلپذیر بھائی۔

VIP نہیں بلکہ VVIP کال ہے میں نے دفتر ذرا جلدی پہنچنا ہے۔ میں نے جب گھر واپس جا کر سمیرا بھابی سے پوچھا تو پتہ چلا کہ آج رات انہوں نے مدنی چینل بھی نہیں دیکھا اور منہ پھیر کر لیٹے رہے پتہ نہیں روتے رہے یا جاگتے رہے۔ اور ناشتہ کئے بغیر نکل گئے میں تیزی سے واپس نکلا لیکن مجھے دیر ہو چکی تھی وہ ہوا میں اڑتے ہوئے موٹر سائیکل نمبر 8408/125CC پر جا رہے تھے۔

میں بھی کچھ پریشان ہو کر اپنی ہارڈ ویئر کی دکان کھولنے اور اس کی صفائی کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جو کہ گھر سے ملحقہ ہی ہے 10 بجے تک تو میں صفائی ستھرائی میں مصروف رہا لیکن جب صفائی وغیرہ سے فارغ ہوا تو مجھے ایک بار پھر خیال آ گیا اور ممتاز صاحب ناشتہ کے بغیر ڈیوٹی پر چلے گئے ہیں اس پریشانی میں میں دکان جلدی بند کر کے سمیرا بھابی کے پاس چلا گیا۔ اور اس 2 ماہ کے شہزادے کو نعت سنانے لگا اور پھر اس کے کان میں اذان دینے کے بعد اسے واپس اپنی ماں کے پاس چھوڑ کر سونے چلا گیا۔ (اذان اس لئے کہ مجھے سمیرا بھابی نے بتایا کہ آج ممتاز صاحب نے بلکہ گذشتہ 3 یا 4 دنوں سے ممتاز صاحب نے محمد علی کے کان میں اذان نہیں دی۔ وجہ یہ تھی کہ ممتاز صاحب

کی عادت تھی کہ ڈیوٹی پر جانے سے پہلے اور پھر واپسی پر وردی اتارنے سے پہلے بیٹے محمد علی کو ایک دو نعت رسول مقبول ﷺ سناتے اور پھر آخر میں محمد علی کے کان میں اذان دیتے اور پھر وردی اتارتے اور کھانا کھاتے اور آرام کرتے تھے۔

ہمیں کیا پتہ تھا کہ وہ ایک ایسے عظیم مشن پر کام کر رہے تھے کہ جہاں کے لئے حکم ہے کہ (جب تک آپ ﷺ تمہیں اپنی جانوں مال اور اولاد سے زیادہ عزیز نہ ہو تم مومن نہیں ہو سکتے)

تقریباً 04:30 بجے میں شور کی آواز سن کر اوپر والے پورشن سے نیچے آیا تو دیکھا ہمارے گھر میں کافی عورتیں اور مرد اکٹھے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ مرد مجاہد نے اسلام کا پرچم بلند کر دیا۔ ناموس رسالت ﷺ پر اپنی جان قربان کر دی۔ اپنی اولاد قربان کر دی۔ اپنا مال قربان کر دیا۔ اپنی نوکری قربان کر دی۔ اپنی جوانی لٹا دی۔ (یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہے لگا دوڑ کر کیسا جیت گئے تو کیا کہنا گربار بھی تو بازی مات نہیں)

میں نے گستاخ رسول کو قتل کیا ہے

ٹیلی ویژن پر ممتاز صاحب کی ہنستی مسکراتی تصویر نظر آرہی تھی۔ اور وہ کہہ رہے تھے کہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا موت ہے۔ اس وقت تک ہمیں یہ نہیں پتا تھا کہ ممتاز صاحب زندہ ہیں یا انہیں شہید کر دیا گیا ہے؟

کچھ لوگ ہمیں مبارک باد دے رہے ہیں تھے اور ہمارے کچھ عزیز و اقرباء ہمیں تسلیاں اور دلا سے دے رہے تھے۔ میں فوراً والد صاحب کے پاس گیا اور جب میں نے ان کا چہرہ مبارک تمنا تے ہوئے دیکھا تو میری جان میں جان آگئی کیونکہ مجھے ان کی بہت فکر تھی کیونکہ ہم 11 بہن بھائی ہیں اور ممتاز صاحب سب سے چھوٹے بھی کہ ان کا 11 رواں نمبر ہے اسی لئے وہ والد صاحب کی کفالت میں تھے۔ اور ان کے ساتھ ہی رہتے تھے جب کہ ہم باقی بھائی الگ الگ رہتے ہیں۔

ہم ڈیڑھ کنال کی ایک حویلی میں رہتے ہیں۔ جس میں تین بڑے گھر ہیں۔ یعنی کہ ایک میرا چچا اور ان کی اولادیں۔ دوسرے میرے تایا ابواور ان کی اولادیں اس حویلی میں کل ملا کر 72 افراد رہتے ہیں۔

ہم سب بہت پریشانی کے عالم میں تھے کہ میں نے اپنے ارد گرد ایک ٹھنڈی میٹھی ہوا کی لہر محسوس کی۔ اور پھر یوں لگنے لگا کہ جیسے یہ ہوا کی لہر دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں اور اوپر سے نیچے چل رہی ہو۔ اور پھر جب چند لمحوں کے بعد میں نے سر اٹھا کر اوپر آسمان کی طرف دیکھا تو میں کچھ پریشان ہو گیا آسمان سرخ ہو رہا تھا۔ اور جب میں نے کچھ حوصلے اور غور سے دیکھا تو اس سرخ آسمان میں قوس و قزح کے رنگ بھی بکھرے نظر آئے۔ میں پریشانی اور عجیب کیفیت کے عالم میں چھت پر چلا گیا اور پھر جب میں نے دیکھا کہ آسمان کی یہ رنگت صرف ہماری حویلی کے اوپر ہے ہمارے جبکہ باقی کا آسمان جیسا کا ویسا ہی ہے تو میں ایک عجیب گوگلوں کی کیفیت کا شکار ہو گیا۔

لیکن تقریباً 05:00 بجے شام میں نے محسوس کیا کہ جیسے آسمان پر ایک سایہ سا ہو گیا ہو کوئی رنگین سی چھتری تن گئی ہو۔ اور ہمیں ہر آفت سے محفوظ کر دیا گیا ہو۔

ایک بات جو نہ صرف میں نے بلکہ تمام بہن بھائیوں نے محسوس کی اور پھر اس کا اظہار بھی کیا کہ سب کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے

کوئی بہت سے مہربان سائے ہمارے دائیں بائیں حرکت کر رہے ہوں ہماری حفاظت کر رہے ہوں ان سائیوں کا ہمارے آس پاس مسلسل حرکت کرنا ہمارے حوصلوں کو دو چند کر رہا تھا وہ سائے جب بھی ہمارے قریب ہو کر گزرتے ہم میں ایک بہت ہی خوشگوار اور مسحور کن خوشبو بھی آتی۔

جب میں نے اپنی اس تمام کیفیت اور حال و احوال کا ذکر اپنے بہنوئی اور دیگر بھائیوں اور بہنوں وغیرہ سے کیا تو سب کا یہی حال تھا جو میرا تھا یعنی کہ سب کا دل مضبوط ہو چکے تھے حوصلے بڑھ چکے تھے پریشانی ختم ہو چکی تھی۔ اور ہمیں سب کو یہی محسوس ہو رہا تھا کہ ہم اپنی حویلی میں نہیں بلکہ کسی انتہائی مضبوط اور محفوظ قلعے کے مکین ہو۔ فوراً چائے بنائی گئی۔ کھانے پکائے گئے آہستہ آہستہ سب کے چہروں اور منہ پر شکر کے الفاظ آنا شروع ہو گئے۔ ایسی کیفیت اور حال و احوال اس سے پہلے زندگی میں کبھی محسوس نہ ہوا۔

06:00 بجے شام دروازے پر دستک ہوئی۔ جب باہر نکلا تو ایک SP اور دو اور پولیس آفیسر اور دو لیڈی آفیسر کے ساتھ دروازے پر کھڑے تھے۔ مجھ سے پہلے SP نے سلام کیا اور بولا جناب یہ ممتاز قادری صاحب کا گھر ہے میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ وہ بولے ہم اندر آ سکتے ہیں؟ میں نے کہا: کتنے لوگ؟ بولا: صرف تین پولیس آفیسر مرد اور دو لیڈی پولیس آفیسرز میں نے اجازت دے دی۔ (کسی کا کتا بھی مر جائے تو پولیس والے دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوتے ہیں لیکن یہ میرے اللہ اور پیارے آقا ﷺ کا خصوصی کرم تھا کہ پولیس اجازت لے کر اندر داخل ہوئی۔) آدھے گھنٹے کی تلاش میں پولیس نے جو چیز اٹھائی واپس وہاں ہی رکھ دی۔ اور پھر پولیس ہم 5 بھائیوں (۱)..... سفیر اعوان۔ (۲)..... دلپذیر اعوان۔ (۳)..... عابد اعوان۔ (۴)..... فضل رزاق اعوان۔ (۵)..... محمد سجاد اعوان۔ اور والد محترم ملک محمد بشیر کو لے کر روانہ ہو گئی (خدا گواہ ہے کہ ہمارے پیش نظر یہ تھا کہ ہم میدان کر بلا جا رہے ہیں یا پھر مکہ مدینہ دونوں جگہیں محترم تھیں۔ جہاں بھی لے جایا جاتا۔ ہمارے حوصلے آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے تھے۔ ہمیں صرف دو دن مختلف جگہوں پر زیر حراست رکھا گیا مختلف لوگوں نے مختلف قسم کے کئی سوالات کئے لیکن پولیس یا کسی ایجنسی نے جسمانی تشدد نہیں کیا ہم جلد سے جلد ممتاز بھائی کو دیکھنا چاہتے تھے اور پھر پولیس نے رہا کرنے سے پہلے رات تقریباً دو بجے غازی صاحب سے ملاقات کرائی ہم جب کمرے میں داخل ہوئے تو غازی صاحب کے دونوں ہاتھ رسیوں سے پیچھے بندھے ہوئے تھے اور دونوں ٹانگیں بھی بندھیں ہوئی تھیں ایک پولیس آفیسر کمرے میں رکھی واحد کرسی پر سر جھکائے بیٹھا تھا ہمیں دیکھتے ہی وہ کرسی سے اٹھا اور والد صاحب کے پاؤں پڑ گیا اور کہا مجھے معاف فرمادیں میں مجبور ہوں، میں مجبور ہوں۔ ہم تو خود گھبرائے ہوئے تھے ایک ایس پی پولیس افسر کا یہ ماجرا دیکھ کر حیران و پریشان رہ گیا اور جب ہم نے نظر اٹھا کر غازی صاحب کی طرف دیکھا تو غازی صاحب زیر لب مسکرا رہے تھے اور پھر غازی صاحب نے آہستہ سے میرے کان میں کہا دلپذیر بھائی یہ نظارہ تو کچھ بھی نہیں غلامان رسول کے قدموں میں بادشاہوں کے تاج الٹے ہیں جب پولیس والے اور دیگر اداروں کے اہلکار ہمیں واپسی کے لئے گاڑی میں بٹھا رہے تھے کئی اور اعلیٰ افسران نے بھی وہی عمل ہمارے ساتھ دہرایا جو ایک ایس پی آفیسر نے کیا تھا یعنی والد صاحب کے پاؤں پکڑ چکے تھے۔

غازی صاحب کی یاد داشتیں

اسیر ناموس رسالت ﷺ غازی ممتاز حسین قادری کی یادداشتوں کے اقتباسات اڈیالہ جیل راولپنڈی سے:

(۱)..... جب میں 7 سال کا تھا تو دعوت اسلامی کے بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کو سفید کپڑے پہنے اور سر پر سبز عمامے شریف سجائے دیکھتا تو مجھے یوں لگتا کہ یہ لوگ آسمان سے اترے کوئی نورانی مخلوق یا پھر فرشتے ہیں۔ جو اتنے ٹھنڈے ٹھنڈے میٹھے میٹھے لہجے میں بات کرتے ہیں کہ نہ وقت کا زیاں ہوتا ہے اور نہ ہی وقت کا گمان ہوتا ہے۔

(۲)..... اور پھر جب 8 سال کی عمر میں میں نے بھی سفید کپڑے سلوا کر اور سر پر سبز عمامہ سجا کر محفلوں میں شرکت کرنا شروع کی تو میں اپنے آپ کو بھی اسی مخلوق کا ایک فرد تصور کرنے لگا اور پھر میرے دل و دماغ میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے نغمے گونجنا شروع ہو گئے۔

(۳)..... 10 سال کی عمر میں جو نعت رسول مقبول ﷺ ایک بار سن لیتا وہ مجھے زبانی یاد ہو جاتی جب کہ اسکول کا انگریزی سبق مجھے 10-10 دن یاد نہیں ہوتا تھا۔

(۴)..... سبق یاد نہ ہونے کی صورت میں اسکول میں اساتذہ کو انگریزی نظم کے بجائے نعت رسول ﷺ سنا دیتا تو ہر سزا سے بچ جاتا۔ ہوم ورک نہ کرنے کی صورت میں بھی اگر نعت رسول ﷺ سنا دیتا تو اساتذہ کی ہر سزا سے بچ جاتا تھا۔

(۵)..... اساتذہ کی اس شفقت نے میری مزید حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور میرے دل میں نعت گوئی کا مزید جذبہ اور شوق پیدا کیا۔

(۶)..... 15 یا 16 سال کی عمر میں میں جب امیر دعوت اسلامی قبلہ پیر محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے دست مبارک پر بیعت ہوا تو ماں باپ کا بہت ادب کرتے کوئی چھوٹا ہوا یا بڑا ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے۔

(۷)..... فیضان مدینہ کراچی جانے کی بہت خواہش تھی لیکن مالی حالات نے سفر کی اجازت نہ دی۔ لیکن فیضان مدینہ جانے کی خواہش نے اڈیالہ جیل میں پہنچا کر انوار مدینہ سے سرفراز فرما دیا۔

(۸)..... یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ دن بہت جلد آنے والا ہے جب نیل کے ساحل سے اٹھنے والی دعوت اسلامی کی یہ صدائے حق کاشغر کے پہاڑوں، میدانوں کو چیرتی ہوئی کوہ قاف کے پہاڑوں اور روئے زمین میں بسنے والے ہر جن و انس کو اسلام کا شیدائی بنادے گی۔

(۹)..... نعتیں پڑھنے سے سینہ پانی کی طرح نرم اور گہرا دل درخت کی طرح ہر ابھرا اور دماغ آسمان کی طرح وسیع اور شفاف ہو جاتا ہے۔

(۱۰)..... عشق مصطفیٰ، غم مصطفیٰ، شوق مصطفیٰ، درد مصطفیٰ، چاہت مصطفیٰ ﷺ اصل میں معراج انسانیت ہے۔

(۱۱)..... اگر میں دنیا کا سب سے پہلا یا سب سے بڑا عجب گھر بناتا تو اس میں سب سے پہلے قرآن مجید فرقان حمید کو سجاتا کیونکہ یہ عرش عظیم کے مالک کا روئے زمین والوں کے لئے عظیم..... اور حسین ترین تحفہ مبارک ہے۔ جسے دل سے پیار ہے اس کا بیڑا پار ہے۔

(۱۲)..... پیر و مرشد کی نظر کرم اور اثر انگیز دعاؤں کی بدولت جیل کی کوٹھری جس کا سائز 6x8 ہے اکثر ایک وسیع باغیچہ میں تبدیل ہو جاتی ہے دور دور تک پھول دار اور پھل دار درخت ہی درخت نظر آتے ہیں آسمان بھی نظر آتا ہے۔ چشمے بھی نظر آتے ہیں اور پہاڑ بھی اور پرندے

بھی سب کچھ نظر آتا ہے اور مل بھی جاتا ہے۔

(۱۳)..... جیل کی دیواروں کو اکثر ٹوٹا ہوا شگاف ذرہ دیکھتا ہوں اور جیل کی سلاخیں اکثر ہوا یا پانی کی لہروں کی طرح راستہ دیتی رہتی ہیں۔

(۱۴)..... وہ تمام عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ ستاروں کی طرح حرف با حرف نظر آتے ہیں جو ناموس رسالت ﷺ کی خاطر اور میری رہائی کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں۔

(۱۵)..... یہاں مجھ گنہگار پر آقا ﷺ کے بے شمار کرم ہیں تھوڑا ہوش و حواس گنوا دیتا ہے قلم ہاتھ سے گر جاتا ہے اور ایک بار پھر جو دو کرم کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔

(۱۶)..... میں بہت زیادہ خوش ہوں آپ سب بھی چلے آؤ سب اکٹھے مدینہ چلتے ہیں۔

(۱۷)..... اگر تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں تو میری وصیت ہے کہ مجھے غسل دعوتِ اسلامی کے میٹھے میٹھے پیارے اسلامی بھائی دیں۔

(۱۸)..... میرے جنازے کو میرے گھر والے اور اسلامی بھائی کندھا دینے میں پیش پیش ہوں۔

(۱۹)..... میری قبر زمین کے برابر ہو اور میرے قد کے برابر گہری ہو۔

(۲۰)..... اگر ہو سکے تو جنت البقیع عرب شریف یا پھر جہاں والد گرامی اور زوجہ محترمہ کی خواہش ہو دفن کیا جائے۔

(۲۱)..... بیٹے محمد علی قادری عطاری کو حافظ قرآن اور پھر باعمل عالم بنایا جائے۔ دینی تعلیم کے لئے دعوتِ اسلامی کے مرکز مدرسۃ المدینہ اور جامعۃ المدینہ کراچی میں داخل کروایا جائے۔

(۲۲)..... نماز جنازہ قبلہ پیر و مرشد محمد الیاس عطاری قادری دامت برکاتہم العالیہ یا پھر قبلہ پیر حسین الدین شاہ صاحب پڑھائیں۔

(۲۳)..... اپنے آپ کو اکثر جیل سے باہر اپنے اہل خانہ اور اسلامی بھائیوں کی محفل میں شریک دیکھتا ہوں۔

(۲۴)..... جیل انتظامیہ کا رویہ میرے ساتھ اچھا ہے کسی سے کوئی شکایت نہیں۔ اللہ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(۲۵)..... روزنامہ اوصاف اور روزنامہ نوائے وقت کے مالکان اور تمام کارکنان سے دل بہت مطمئن اور خوش ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید

اسلام کا شیدائی اور پاکستان کا خیر خواہ اور حقیقی پاسدار بنائے۔ آمین ثم آمین

(۲۶)..... تمام بچوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں، سے التماس ہے کہ مدنی چینل دیکھتے رہیں اس میں اصلاح اور برکت کے بہت سے

پروگرام ہیں۔ جن سے آپ کی دنیا و آخرت بہتر ہو جائے گی۔ (دلپذیر اعوان)

(۲۷)..... ہمیشہ با وضو رہیں۔

دوسرے حصہ میں آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں:

﴿..... دورانِ تفتیش غازی صاحب کو کہاں کہاں رکھا گیا۔﴾

﴿..... کن کن پولیس افسران اور انٹیلی جنس اداروں نے تفتیش کی۔﴾

﴿﴾.....کیا کیا سوالات کئے۔

﴿﴾.....غازی صاحب نے کیا کیا جوابات دیئے۔

﴿﴾.....پولیس ریمانڈ کی روداد۔

﴿﴾.....دوران ریمانڈ غازی صاحب پر مافوق الفطرت تشدد۔

﴿﴾.....غیر مسلموں کے ذریعے جسمانی تشدد کی روداد۔

﴿﴾.....جسمانی تشدد کے بعد غازی صاحب کا عشق مصطفیٰ ﷺ سے لبریز انوکھا اقرار اور انکشاف۔

﴿﴾.....پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ریمانڈ ختم ہونے سے ایک دن پہلے عدالت پیش کر دینا۔

﴿﴾.....جیل روانگی کے حالات۔

﴿﴾.....جیل میں آمد اور استقبال۔

﴿﴾.....اڈیالہ جیل کے قیدیوں کا غازی صاحب سے عجیب اظہار محبت۔

﴿﴾.....جیل انتظامیہ کے ہوش حواس کا اڑ جانا اور عاشق رسول ﷺ کی تعظیم میں جھک جانا۔

﴿﴾.....غازی صاحب کو جیل میں رکھنے کے لئے مناسب سیل کا انتظام کرنا۔

﴿﴾.....قید تنہائی۔

یہ سب اور غازی صاحب سے متعلق اور بہت کچھ معلومات پڑھنے کے لئے ہماری آنے والی اس دوسری جلد کا انتظار کریں۔

(سجاد حیدر قادری 25 دسمبر 2011ء)

تـمـت بـالـخـیـر

